آئینہ امامت
سیرت و کردار
سیدنا علی بن حسین الملقب امام زین العابدین علیہ السلام
تالیف
میاں نعیم انور چشتی نظامی

آئینہ امامت

سیرت و کردار

سیدنا علی بن حسین الملقب امام زین العابدین علیہ السلام

تالیف

میاں نعیم انور چشتی نظامی

نام کتاب : آئینہ امامت

تالیف : میاں نعیم انور چشتی نظامی

مکان نمبر 20، گلی نمبر 46، پاک کالونی راوی روڈ لاہور

موبائل نمبر: 0334-9797696

پہلی اشاعت : ستمبر ۲۰۱۶ء

کمپوزنگ : زین العابدین، عثمان مشتاق

پروف ریڈنگ : نعمان بن نعیم

طالب دعا : حاجی محمد اشرف چشتی

ناشر : زاویہ انٹرنیشنل۔لاہور

Zaviaorg@yahoo.com

قیمت : 450روپے

ملنے کے پتے :

دارالعلم: دربار مارکیٹ، لاہور۔

ضیاء القرآن: گنج بخش روڈ، لاہور۔

فرید بک سٹال: اردو بازار، لاہور۔

نظامی کتب خانہ: درگاہ بازار پاکپتن شریف۔

المعارف: گنج بخش روڈ، لاہور۔

شبیر برادرز: اردو بازار، لاہور۔

انتساب

اپنی شریکِ حیات کے

نام کرتا ہوں

فہرست مضامین

حمدِ باری تعالیٰ	11
نعت سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم	12
ایک انتہائی قابل توجہ بات	13
نسخہ کیمیا	14
اہل بیت اطہار کی محبت عین ایمان ہے	15
تقریظ: میاں نور محمد نصرت نوشاہی	16
تقریظ: پروفیسر ڈاکٹر عصمت اللہ زاہد	19
دیباچہ: میاں زبیر احمد علوی گنج بخشی قادری ضیائی (اولاد حضرت شیخ ہندی ؒ)	22
نورِ اولین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم	31
امیر المومنین امام المسلمین سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم	55
سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا	69
امیر المومنین سیدنا امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام	77
سید الشہداء امام عالی مقام سیدنا امام حسین علیہ السلام	91
ام المعارف سیدہ زینب سلام اللہ علیہا بنت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم	120
سیدنا علی بن حسین الملقب امام زین العابدین علیہ السلام	127
القاب	127
ولادت باعظمت	127
سیدہ زینب بنت علی کا یزید کے دربار میں تاریخی خطبہ	129

امام زین العابدینؑ کا یزید سے مکالمہ	133
امام زین العابدینؑ کا مدینہ منورہ میں واپس تشریف لانا	136
امام زین العابدین علیہ السلام کے معمولات	136
لقب زین العابدینؑ کی وجہ تسمیہ	138
امامت کا فیصلہ	139
امام زین العابدینؑ کے خصائل	140
چڑیوں کا غول	141
ہرنی کو کھانے کی دعوت دینا	141
اندازِ سخاوت	142
دمشق کے ایوان اقتدار میں ہلچل	145
مدینہ منورہ میں قتل وغارت	146
مدینہ منورہ کی حرمت پر احادیث مبارکہ	148
مکہ مکرمہ کی بے حرمتی	149
یزید پلید کا مختصر دورِ اقتدار نشان عبرت ہے	150
امام زین العابدین علیہ السلام اور قیامت کا دن	154
خشیت الٰہی	154
امام زین العابدینؑ کی مقبول دعائیں	155
امام زین العابدینؑ اور جابر بن عبداللہ انصاری	155
امام زین العابدینؑ واقعہ کربلا کے عینی شاہد	157

امام زین العابدینؑ سے ہشام بن عبدالملک کا حسد	158
امام زین العابدینؑ کی مدح میں شاعر فرزدق کا قصیدہ	160
امام زین العابدینؑ اور ابوفراس فرزدق	162
اخلاق حسنہ	164
بنوامیہ کی قید میں	168
گوشہء گمنامی کو پسند فرمانا	169
امام زین العابدینؑ اور عبدالملک بن مروان	173
ہاتھ مبارک کی برکت	174
خزیمہ کے لیے بددعا	175
حضرت خضر علیہ السلام کی امام زین العابدینؑ سے گفتگو	177
حجر اسود اور امام زین العابدینؑ کی معرفت	178
صحیفہ سجادیہ کی عظمت	180
نماز والے لباس کی فضیلت	180
کثرت عبادت	181
عبدالملک بن مروان کی عقیدت	181
حضرت جابر بن عبداللہ انصاری کی امام زین العابدینؑ سے خصوصی ملاقات	183
امام زین العابدینؑ اور آداب زندگی	185
بہت زیادہ گریہ زاری کرنیوالی پانچ عظیم ہستیاں	188
بے مثال فیاضی	189

امام زین العابدینؑ کی فیاضی اور سخاوت میں بھی کوئی ثانی نہیں	190
امام زین العابدینؑ کا عبدالملک کو جواب	192
امام زین العابدینؑ اور انگور	193
امام زین العابدینؑ سے روایت کرنے والے محدثین	194
شاعر اہلبیت فرزدق ابوفراس	196
ناصبیوں اور خارجیوں کا آل نبی سے بغض اور اموی وعباسی دور حکومت	199
فقہ شافعی کے عظیم فقیہہ امام شافعی کی اہلبیت اطہار سے والہانہ عقیدت	205
صحیفہ کاملہ	207
امام زین العابدین علیہ السلام کی ایمان افروز مناجات	209
خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کا تاریخی فیصلہ	222
امام زین العابدین علیہ السلام کا وصال پر ملال	225
اولاد امجاد	227
صاحبزادگان	227
صاحبزادیاں	228
سیدنا امام ابوجعفر محمد باقر علیہ السلام	229
سیدنا امام محمد باقر سے امام ابوحنیفہ کی ملاقات	232
سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام کے ارشادات عالیہ	235
امام زین العابدین علیہ السلام کی اولاد میں جلیل القدر اولیاء اللہ	238
میری دعا	240

حمد باری تعالی

تو خالق ہے ہر شے کا یاحی یا قیوم
ہر پل ترا رنگ نیا یا حی یا قیوم
تو اول بھی آخر بھی ظاہر بھی تو باطن بھی
سب میں رچ کر سب سے جدا یاحی یا قیوم
تو ہے نورِ ارض و سما یاقادر یاہادی
نور اپنے سے راہ دکھا یاحی یاقیوم
نور کے جیسے تاک کے اندر جلتا ایک چراغ
یا اک تارہ ہیرے سا یاحی یاقیوم
تو نے زمیں کا فرش بچھا کر اس کو کیا سرسبز
تو ہی کفیل نشوونما یاحی یاقیوم
وصف کہاں تک لکھے ترے شاعر ہیچ مداں
کیا تائب کیا اس کی ثناء یاحی یاقیوم

(حضرت حفیظ تائبؒ)

نعت سرور کونین ﷺ

نگاہِ لطف کے امیدوار ہم بھی ہیں
لیئے ہوئے یہ دل بیقرار ہم بھی ہیں

ہمارے دستِ تمنا کی لاج بھی رکھنا
تیرے فقیروں میں اے شہریار ہم بھی ہیں

ادھر بھی تو حُسن کے دو قدم جلوے
تمہاری راہ میں مشتِ غبار ہم بھی ہیں

کھلا دو غنچۂ دل صدقہ بار دامن کا
اُمید وار نسیم بہار ہم بھی ہیں

تمہاری ایک نگاہِ کرم میں سب کچھ ہے
پڑے ہوئے تو سرِ راہگزار ہم بھی ہیں

جو سر پہ رکھنے کو مل جائے نعلِ پاک حضور
تو پھر کہیں گے کہ ہاں تاجدار ہم بھی ہیں

یہ کس شہنشاہِ والا کا صدقہ بٹتا ہے
کہ خسروؤں میں پڑی ہے پکار ہم بھی ہیں

ہماری بگڑی بنی ان کے اختیار میں ہے
سپرد اُنہی کے ہیں سب کاروبار ہم بھی ہیں

حَسن ہے جن کی سخاوت کی دھوم عالم میں
انہی کے تم بھی ہو اک ریزہ خوار ہم بھی ہیں

(حضرت مولانا حسن رضا خانؒ)

ایک انتہائی قابل توجہ بات

میرے پیارے مسلمان بھائیو! یاد رکھو جس طرح اللہ تعالیٰ رحیم و کریم عزوجل کی رحمت و بخشش کی کوئی حد نہیں۔ اسی طرح محبوب رب العالمین خاتم النبیین امام المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ادب کی بھی کوئی حد نہیں۔ قرآن کریم فرقان حمید کی سورۃ مبارکہ الحجرات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ادب خود سکھایا ہے۔

ترجمہ: ''اے اہل ایمان اپنی آوازوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز سے بلند نہ کیا کرو۔ جس طرح آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ اونچی آواز میں بولتے ہو۔ ایسا نہ ہو کہ تمہارے سارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔''

یہ ہے امام الانبیاء حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ادب جو رب ذوالجلال نے خود اہل ایمان کو سکھایا ہے۔ آج کل کچھ نام نہاد دانشور خود ساختہ علم کا لبادہ اوڑھ کر سیدھے سادھے مسلمان بھائیوں کو گمراہ کر رہے ہیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ادب کی حد مقرر کر رہے ہیں۔ ان مکار دانشوروں اور خام علم رکھنے والوں سے ہوشیار رہو۔ جو تمہارے ایمان وایقان کے کھلے دشمن ہیں اور انکے مکروہ وعظ و نصیحت سے دور رہو۔ یہ بد بخت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اور برھان سے نا صرف ناواقف ہیں بلکہ یہ گمراہ لوگوں کا گروہ ہے جو کسی اور کے ایجنڈے پر یہ کام کر رہا ہے۔

بس آپ لوگ اپنے کریم رب تعالیٰ کی وحدانیت اور حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاص مقام رسالت پر بغیر کسی دلیل اور حجت کے اپنا ایمان پختہ رکھو یہی اعتقاد قیامت کے روز اللہ کریم کی رحمت اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کا باعث ہوگا اور اسی کامل یقین کی برکت سے قبر میں بھی روشنی ہوگی، کیونکہ یہی عقیدہ صحابہ کرام، اہل بیت اطہار، تابعین، اولیاء کاملین و عارفین اور علماء حق کا ہے اور ہر سچے مسلمان کا بھی یہی عقیدہ ہونا چاہیے کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ادب ہی ایمان کی بنیاد ہے۔ یہی ادب اللہ تعالیٰ کا قرب عطا کرتا ہے۔

تعظیم جس نے کی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام کی خدا نے اُس پر آتش دوزخ حرام کی

سگِ کوئے مدینۃ المنورہ

میاں نعیم انور چشتی نظامی

نسخہ کیمیا

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پروردگار عالم کے نزدیک بدترین شخص وہ ہے جو ہر وقت فتنہ وفساد پیدا کرنے کا موقعہ ڈھونڈتا ہے۔ صرف اس لیے کہ دوسروں کی نظر میں اپنی بڑائی اور تکبر کو ظاہر کر سکے۔

صحیح مسلم شریف۔ حدیث۔ 6447

عقلمند کی زبان اس کے دل کے پیچھے ہوتی ہے اور بیوقوف کا دل زبان کے پیچھے ہوتا ہے، عقلمند بولنے سے پہلے غور وفکر کرتا ہے، بیوقوف بولنے کے بعد غور کرتا ہے جب اسے شرمندگی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

(حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم)

اپنے اہل وعیال کی بہترین پرورش کرنے والا اللہ تعالیٰ کے قرب کا حق دار ہے

(سیدنا امام زین العابدینؑ)

اگر تم یہ دیکھنا چاہتے ہو کہ جب تم دنیا سے چلے جاؤ گے تو تمہارے بعد دنیا کیسی ہوگی تو یہ دیکھو کہ تمہارے سامنے جو دنیا سے رخصت ہو گئے انکے جانے کے بعد دنیا کی کیا نوعیت ہے۔

(امام جعفر الصادقؑ)

بدزبانی اور بدگمانی دو ایسے بُرے عیب ہیں جو انسان کے ہر کمال کو زوال میں بدل دیتے ہیں اور ایسے انسان کی کوئی بھی نیکی قبول نہیں ہوتی نہ اسے سکونِ قلب ملتا ہے۔

(حضرت جنید بغدادیؒ)

جب کوئی انسان ناراضگی دور کرنے میں پہل کرتا ہے تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ غلطی پر تھا بلکہ اسکا مطلب یہ ہے کہ اس نے اپنی انا سے زیادہ تعلق کو عزیز سمجھا ہے۔

(مولانا جلال الدین رومیؒ)

اہل بیت اطہار کی محبت عین ایمان ہے

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! میں تم میں دو بے مثل اور عمدہ چیزیں چھوڑے جارہا ہوں ایک اللہ کی کتاب قرآن جو نور ہدایت ہے، اسے مضبوطی سے پکڑے رہنا اور دوسری گرانقدر اور بزرگ ترین چیز میرے اہل بیت (گھر والے) ہیں، میں تم کو خدا یاد دلاتا ہوں اپنے اہل بیت کے معاملہ میں، میں تم کو خدا یاد دلاتا ہوں اپنے اہل بیت کے معاملہ میں، اور یوں ہی تین بار اس کا تقرار فرمایا۔

(مسلم شریف: ج ۲، ص ۲۷۹، مشکوٰۃ شریف: ص ۵۶۷)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کعبۃ اللہ کے دروازہ کو پکڑ کر یہ اعلان فرمایا، اے لوگو! جو کوئی مجھ کو پہچانتا ہے وہ پہچانتا ہے اور جو کوئی نہیں پہچانتا اس کو اپنی پہچان کراتا ہوں، میں ابوذر ہوں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا: میرے اہل بیت کی مثال تمہارے درمیان کشتی نوح (علیہ السلام) کی سی ہے، جو کوئی اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے روگردانی کی وہ غرق ہوا۔

(مشکوٰۃ شریف: ص ۵۷۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: محبت رکھو اللہ تعالیٰ سے اس لیے کہ وہ تمہیں نعمتیں عطا کرتا ہے اور محبت رکھو میرے ساتھ کہ میں اللہ تعالیٰ کا محبوب ہوں اور محبت رکھو میرے اہل بیت سے اس لیے کہ میں انھیں محبوب رکھتا ہوں۔

(ترمذی شریف: ج ۲، ص ۲۴۳، مستدرک: ج ۳، ص ۱۵۸)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تقریظ

میاں نور محمد نصرت نوشاہی
ایم۔اے۔ایم۔او۔ایل (گولڈ میڈلسٹ)
پنجاب یونیورسٹی، لاہور۔
زیب سجادہ: ایوانِ فقر نوشاہیہ
شرقپور شریف

معروف ادیب، محقق اور مؤرخ محترم میاں نعیم انور چشتی صاحب مدظلہ کی تازہ ترین تالیف ''آئینہ امامت'' میرے سامنے ہے جو ان کے رہوارِ قلم کا نتیجہ ہے۔ کتاب کیا ہے گنجینہ معارف اور وقت کی اہم ضرورت ہے۔

کتاب کا ابتدائیہ حضور سرورِ کائنات، فخر موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ پر مشتمل ہے۔ اس کے ساتھ ہی آئمہ اہل بیت اطہار علیہم السلام کا فرداً فرداً تذکرہ جمیل ہے۔ باقی سارا حصہ سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام کے احوال و آثار کے لئے مخصوص ہے جو ''آئینہ امامت'' کا بنیادی موضوع ہے۔

امام الساجدین حضرت سیدنا زین العابدین علیہ السلام عالم اسلام کی وہ روحانی، نورانی اور عرفانی شخصیت ہیں جن کے فیوض ومحاسن پر پوری موجودات ناز کرتی ہے۔ ہر طرف آپکی برکات کا نور پھیلا ہوا ہے۔ رحمتوں کے سائبان تنے ہوئے ہیں۔ آپ کے حالات منفرد مضامین ومقالات کی صورت میں مختلف رسائل وجرائد سے مل سکتے ہیں۔ لیکن کتابی صورت میں کوئی مجموعہ دریافت نہ تھا۔

مؤلف ممدوح نے خیال کیا کہ حضرت امام زین العابدین کے سوانحی آثار اور

خصوصیات و کمالات کو ایک جگہ کتاب کی صورت میں جمع کر دیا جائے، چنانچہ آپ نے اپنے اس خیال کو پایہء تکمیل تک پہنچانے کے لیے جو محنت اور جستجو کی ہے اس کا اندازہ قارئین خود اس کتاب کے مطالعہ سے لگا سکتے ہیں۔

میں نے جناب میاں نعیم انور چشتی میں یہ خوبی پائی ہے کہ وہ جس موضوع کو بھی سامنے رکھ لیتے ہیں خواہ وہ مشکل ہو یا آسان، جب تک اسے کتابی شکل میں نہ لے آئیں چین سے نہیں بیٹھتے۔ جہاں تک حضرت سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام کے متفرق رسائل و جرائد میں مقالات کا تعلق ہے۔ انہیں کتاب کی صورت میں جمع کر کے انہوں نے بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔ جس کے لیے وہ مبارک باد کے مستحق ہیں۔

حضرت سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام گلزار نبوت کا مہکتا ہوا پھول ہیں جس کی خوشبو کائنات کے گوشہ گوشہ تک پھیلی ہوئی ہے۔ سیدنا اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب کے مسندِ خلافت کی زینت ہیں، ہدایت انسانی کے لیے چراغ نور ہیں، وارثِ فقر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، پارسائی، تقویٰ اور زہد و ورع میں یکتائے روزگار ہیں، فقرِ اسلام کے حقیقی وارث ہیں، امامت کا منصب آپ نے وراثت میں پایا، جو جدِ انبیاء حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام سے پشت در پشت چلا آیا ہے۔ یہ شان ولایت و کرامت اور یہ عظمت امامت ہر لحاظ سے آپ کو زیبا ہے۔

حضرت امام ذی شان اپنے اقوال و اعمال میں تمام افراد اہلبیت علیہ السلام سے گہری مماثلت اور مطابقت رکھتے ہیں، آپ اپنے روحانی مقامات کے لحاظ سے زندہ و جاوید ہیں۔ آپ کی ذاتِ اطہر میں اسد اللہ الغالب علیہ السلام کی شجاعت سیدۃ النساء کی حیاء و عفت، سیدنا امام حسن مجتبیٰ کی فراست و حکمت اور حضرت سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کی بے مثال استقامت کا جلوہ نظر آتا ہے۔ یہ وہ درویش خدامست ہیں جن کی بردباری اور

انکساری کے آگے سلطانی وقت جھکتی دکھائی دیتی ہے۔ انسانیت پر آپ کے بیشمار احسانات ہیں، دنیا میں آپ کی عترت وزریت کی کثرت ہے۔ جو بھی آپ کے دربار گوہر بار میں حاضر ہوتا کبھی خالی نہ جاتا۔ مستحقین کے لیے آپ کا بحرِ سخاوت ہر وقت موجزن رہتا تھا۔

میرے خیال میں محترم میاں نعیم انور چشتی صاحب نے کتاب کے آغاز میں سیرت طیبہ اور ذکر اہلبیت علیہم السلام اس لیے کیا ہے کہ قارئین کے ذہنوں میں ان پاکیزہ ہستیوں کے خصائل وفضائل کا نقشہ سامنے رہے، اس کے ساتھ ہی امام زین العابدین کے سوانحی کردار کو پڑھتے ہوئے یہ موازنہ کریں کہ آپ کے فضائل حمیدہ اپنے آباؤ اجداد کے ساتھ کتنے ملتے جلتے تھے۔ گویا امام زین العابدین علیہ السلام کی زیارت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی آل اطہار کے جمال نورانی کی زیارت جیسی تھی۔

کتاب ضخامت کے لحاظ سے گو مختصر معلوم ہوتی ہے لیکن افادیت اور نفسِ مضمون کے لحاظ سے جامع معلوم ہوتی ہے۔ قارئین یقیناً اپنی عقیدت کے چراغ روشن رکھنے کے لیے اسے مفید پائیں گے۔ اللہ تعالیٰ جناب میاں نعیم انور چشتی کو یہ کارنامہ سرانجام دینے پر جزائے خیر عطا فرمائے۔

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

تقریظ

پروفیسر ڈاکٹر عصمت اللہ زاہد

سابق ڈین/ پرنسپل اورینٹل کالج، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

صلحائے اُمت کے تذکار ہر دور میں بنی نوع انسان کے لیے منبع رشد و ہدایت رہے ہیں اور عوام الناس بقدر ظرف ان سے استفادہ کرتے آئے ہیں، کر رہے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ مگر اس گراں قدر استفادہ کی صورت اسی وقت ممکن ہو سکتی ہے جب لکھنے والے اور پڑھنے والے کے مابین تفہیمی سطح پر ایک خوشگوار رشتہ استوار رہے، لہٰذا لکھنے والے کی ذمہ داری ٹھہرتی ہے کہ وہ ایسا اسلوب نگارش اختیار کرے جو اس کے قاری کے ذوقِ مطالعہ کو جلا بخشنے کے ساتھ ساتھ اس میں حقائق تک پہنچنے کی جستجو میں کما حقہ اضافہ کر سکے۔

زیرِ نظر کتاب میں حضرت میاں نعیم انور چشتی نظامی صاحب نے جو اسلوب اختیار کیا ہے وہ قاری کے لیے سادگی اور سہولت مہیا کرتا ہے انہوں نے قاری کو اپنے مطالعہ میں اس طرح شریک کر لیا ہے جیسے ان کا قاری خود تحریر لکھ رہا ہو۔ ان کی تحریر صداقت کے ساتھ ساتھ خلوص و محبت کا مرقع ہے۔ اہلِ بیت حضرات کے ساتھ ارادت و عقیدت ہمارے ایمان کا حصہ ہے۔ جہانِ عقیدت کی سرحدیں متعین نہیں کی جا سکتیں خاص طور پر خانوادۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی کا استحقاق رکھتا ہے۔ چشمِ فلک گواہ ہے کہ جب دنیا کے لالچی، مکار، دغا باز، ہوس پرست، کمینگی کی انتہاؤں کو چھونے والے اقتدار کے بھوکوں نے تمام تر دینی، مذہبی اور اخلاقی قدروں کو پامال کر دیا، بظاہر زبانوں پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلمہ سجانے والے دلوں

میں اولاد رسول کے ساتھ حسد، بغض اور کینہ لیے ان کے خون کے پیاسے ہو گئے تو بھی ان پاکیزہ نفوس نے تطہیر قلب ونظر کی روشنی تقسیم کرنے میں ذرا تامل نہ کیا، صبر و استقامت ،سخاوت اور بخشش وعنایات ان کے گھر کی پہچان رہی ہے، یہی وہ شمع تھی جس نے تاریکی اور روشنی میں حقیقی فرق واضح کر دیا، نیت اور عمل کے تعلق کو مضبوط بنیاد فراہم کی، بلاشبہ آج دین متین کی عمارت اسی بنیاد پر قائم ہے۔

واقعہ کربلا کے دوران شہزادۂ گلگوں قبا نواسہ ءرسول حضرت سیدنا امام حسین علیہ السلام نے حق وصداقت کا علم بلند رکھنے کا جو درس دیا اس کی عملی تفسیر حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے پیکر نورانی میں دکھائی دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی سیرت وکردار کا مطالعہ کیے بغیر واقعہ کربلا کی حقیقت اور اس کے اسلامی تاریخ پر مرتب ہونے والے دوررس نتائج کو پوری طرح سمجھنا ممکن نہیں۔ میاں نعیم انور چشتی صاحب نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی سیرت وکردار کی روشنی میں تاریخ کے اوراق سے گواہیاں اکٹھی کرنے کے ساتھ اسلام کے ازلی وابدی پیغام کو اگلی نسل تک پہنچانے کا پرخلوص اہتمام اس کتاب کی صورت کیا ہے۔

یہ کتاب جہاں انکی اہل بیت اطہار کے ساتھ عقیدت وارادت کا منہ بولتا ثبوت ہے وہاں ان کی تاریخ اسلام سے واقفیت اور اس کے حوالے سے آئندہ نسلوں کی فکری تربیت کے ارمان کی بھی نشاندہی کرتی ہے۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے بڑھ کر واقعہ کربلا کا عینی شاہد کون ہوسکتا ہے جن کے صبر وتحمل اور بردباری سے آپ نے اپنے اہل خانہ کو سہارا دیا اس کی مثال عالم رنگ وبو میں کہیں نہیں مل سکتی۔ آپ کی حیات وتعلیمات کا مطالعہ اس لحاظ سے بھی اہم ہے کہ جو حضرات عدم واقفیت کی بناء پر واقعہ کربلا کو محض ایک داستان یا اقتدار کی جنگ سمجھنے کی بھونڈی حماقت کرتے ہیں انھیں اصل حقائق جاننے کا

موقع ملنا چاہیے میاں نعیم انور صاحب نے اپنے موضوع سے متعلق اصل مآخذ ومنابع تک رسائی حاصل کی ہے اور واقعات کو ان کی پوری صحت کے ساتھ بیان کیا ہے، جو ایک دیانتدار صاحبِ قلم کا شیوہ ہے۔ ان کی تحریر سادہ، رواں، دلکش اور اس قدر موثر ہے کہ پڑھنے والا اس کے سحر میں ڈوب جاتا ہے اور پوری محویت کے ساتھ آگے بڑھ جاتا ہے یہاں تک کہ موضوع کے اختتام تک جا پہنچتا ہے اس درجہ تحریر کی سادگی میں تاثر بہت کم لوگوں کے حصے میں آتا ہے۔

میں صاحبِ تالیف کی اس کامیاب کاوش پر صمیم قلب سے اس کتاب کا خیر مقدم کرتے ہوئے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ میاں صاحب کو عمرِ خضر اور بختِ سکندر عطا فرمائے تا کہ اہل فکر ودانش ان کی علم وحکمت سے، مزین تحریروں سے مسلسل استفادہ کرتے رہیں۔

اللہ کی دین ہے جسے دے
میراث نہیں ہے بلند نامی
(اقبال)

دیباچہ

از میاں زبیر احمد علوی گنج بخشی قادری ضیائی

اولاد حضرت شیخ ہندیؒ اول جانشین حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ

زیر نظر کتاب بعنوان: آئینہ امامت، سیرت و کردار سیدنا علی بن حسین الملقب امام زین العابدین علیہ السلام'' میاں نعیم انور چشتی نظامی کی تالیف ہے۔ راقم السطور نے اس پر ایک نظر ڈالی ہے۔ اس کے مطالعہ سے یہ تاثر ابھرتا ہے کہ صاحب تالیف نے اہل بیت اطہار علیہم السلام کی محبت سے سرشار ہو کر اس کو لکھا ہے۔ قرآن مجید میں اہل بیتؑ سے محبت کرنے کے لیے آیہ مودت نازل ہوئی۔ مودت کے لیے نص صریح موجود ہے۔ امام شافعیؒ نے کس خوبصورت انداز سے اس مضمون کو منظوم کیا ہے:۔

یا اهل بیت رسول الله حبکم

فرض من الله فی القرآن انزله

کفا کم من عظیم القدر انکم

من لم یصل علیکم لا صلوٰة له

ترجمہ: اے اہل بیت رسولؐ! آپ کی محبت کو اللہ تعالیٰ نے فرض قرار دیا ہے اور اس کا حکم قرآن مجید میں نازل کیا ہے۔

آپ کی قدر و منزلت کے لیے یہی بات کافی ہے کہ جو آپ پر درود نہ پڑھے اس کی کوئی نماز ہی (قبول) نہیں ہوتی۔

اس کتاب کے پہلے حصے میں پنجتن پاکؑ کے فضائل و مناقب سے متعلقہ روایات کو بیان کیا گیا ہے۔ جن مآخذ و مصادر سے استفادہ کیا گیا ہے ان کے حوالے بھی دیے ہیں۔ اصول تحقیق میں بنیادی مآخذ (Primary Sources) کی بہت اہمیت ہوتی ہے۔

اس تحریر کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے جس میں ایسے مصادر و منابع کے حوالے موجود ہوں۔ محقق کی یہ کوشش ہوتی ہے مآخذ ثالثہ (Tertiary Sources) سے تحقیقی سفر شروع کر کے ثانوی مصادر تک پہنچتا ہے اور پھر بنیادی مآخذ (Foundational / Primary Sources) تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ میاں نعیم انور چشتی نظامی نے بنیادی منابع و مصادر سے استفادہ کر کے اپنی تحقیق کی توقیر کو بڑھایا ہے۔

حضرات خمسہ (پنجتن پاکؑ) کا ذکر کرنے کے بعد چشتی صاحب نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے حالات تحریر کیے ہیں اور ان کے فضائل کو بیان کیا ہے آپؑ کے فضائل اخلاق کا ذکر کرتے ہوئے جود و عطا کے واقعات بھی لکھے ہیں۔ صاحب تالیف نے انداز سخاوت کے ذیل میں یہ واقعہ لکھا ہے:۔

''امام عبداللہ یافعی کہتے ہیں کہ امام زین العابدین علیہ السلام کی سخاوت کا انداز بھی بڑا نرالا و اعلیٰ تھا۔ مدینہ منورہ کے بہت سے لوگ ایسے بھی تھے جنہیں اپنے ذریعہ معاش کے بارے میں کچھ معلوم نہ تھا کہ کہاں سے آتا ہے۔ یہ راز اس وقت فاش ہوا جب آپؑ کا وصال پُر ملال ہوا۔ سینکڑوں گھروں میں جب فاقہ کشی تک نوبت آ گئی تو اس وقت لوگوں کو معلوم ہوا کہ کتنے عرصے سے رات کی تاریکی میں (آپؑ) ان غربا کے گھروں میں معاش پہنچایا کرتے تھے۔ ایسے گھروں کی تعداد سینکڑوں میں تھی۔ امام پاک کا یہ معمول تمام عمر رہا کہ آپؑ کے پاس اپنی زمینوں سے جو بھی غلہ اور نقد آمدن اور بیت المال سے جو بھی مقرر وظیفہ آتا آپ اسے ضرورت مندوں میں تقسیم کر دیتے۔''

چشتی صاحب نے محدث شہاب زہری (ابن شہاب الزہری) کی روایات بھی نقل کی ہیں۔ ان کا تعلق حکومت وقت سے بھی تھا اور وہ امام زین العابدین علیہ السلام سے نیاز مندی کا رشتہ بھی رکھتے تھے۔ بظاہر یہ تضاد معلوم ہوتا ہے لیکن اس کی وجہ بھی انہوں نے خود

بیان کی ہے۔ وہ ایک دور میں عبدالملک بن مروان کے دربار میں گئے اور آخر کار دمشق میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ مگر وہ اکثر اپنے شہر مدینہ جایا کرتے تھے۔ دمشق کو ان کی ہجرت سے پہلے ان کے ساتھ ایک حادثہ پیش آ گیا تھا جس کا ذکر ابن سعد نے کیا ہے۔ اس واقعہ کی تفصیل نقوش (رسولؐ نمبر) کی جلد اول کے صفحہ ۷۴۵ پر موجود ہے۔ یہ واقعہ اسی نمبر سے ماخوذ ہے۔ ذیل میں درج کیا جاتا ہے:۔

''الزہری سے غیر ارادی طور پر ایک قتل ہو گیا تھا۔ چنانچہ یہ اپنے گھر سے نکلے اور آبادی سے باہر خیمہ لگا کر بیٹھ گئے اور کہتے تھے کہ کسی گھر کی چھت مجھے پناہ نہیں دے سکتی۔ ایک دن علی بن الحسین (امام زین العابدینؑ) ان کے پاس سے گزرے اور فرمایا کہ'' ابن شہاب تمہاری مایوسی تو تمہارے گناہ سے بھی زیادہ شدید ہے۔ تم اللہ سے ڈرو اور استغفار کرو، اور مقتول کے وارثوں کے پاس خون بہا ادا کرنے کا پیغام بھیجو اور اپنے گھر کو واپس چلے جاؤ''۔ الزہری کہا کرتے تھے کہ لوگوں میں سے سب سے بڑا احسان مجھ پر علی بن الحسین کا ہے۔''

اس تاریخی واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؑ نے الزہری کو واپس عملی زندگی میں لوٹ جانے میں اہم کردار ادا کیا یہی وجہ ہے کہ یہ معروف محدث اور سیرت نگار ابن اسحاق کے استاد امام زین العابدینؑ کے ساتھ نیاز مندی اور عقیدت کا رشتہ رکھتے تھے۔

زیر نظر کتاب میں مشہور شاعر ابو فراس فرزدق کے اس قصیدے کا ذکر کیا گیا ہے جو اس نے امام زین العابدین علیہ السلام کی مدح میں کہا تھا۔ صاحب تالیف نے اس قصیدے کے اشعار کا ترجمہ کشف المحجوب کے حوالے سے لیا ہے۔ عربی ادبیات کی کتب میں اس مدحیہ قصیدے کا ذکر ملتا ہے۔ ابو الفراج الاصفہانی نے کتاب الآغانی میں بھی اس کا ذکر کیا ہے۔ فرزدق نے زیر حوالہ اشعار اس وقت کہے تھے جب امام زین العابدین حجر اسود کا بوسہ لینے کے لیے آگے بڑھ رہے تھے اور لوگ آپ کو خود راستہ دے رہے تھے چشتی صاحب نے اس واقعہ کو سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام سے ہشام بن عبدالملک کا حسد''

کے زیر عنوان بیان کیا ہے۔ جب ایک شامی نے امام علیہ السلام کے بارے میں ہشام سے پوچھا تو اس نے کہا کہ میں ان کو نہیں جانتا۔ اس وقت شاعر فرزدق وہاں موجود تھا اس نے آپ کی شان میں ایک قصیدہ کہا جس کی عربی ادب میں بہت شہرت ہے۔ اس کے چند عربی اشعار ذیل میں نقل کیے جاتے ہیں اور ان کا اردو ترجمہ بھی۔

هذا الذی تعرف البطحاء وطأته

والبیت یعرفه والحل والحرم

ترجمہ: یہ وہ ہستی ہے جس کے قدموں سے بطحا کی سرزمین روشناس ہے۔ بیت اللہ بھی اسے جانتا ہے اور حل وحرم بھی۔

هذا ابن خیر عباد الله کلهم

هذا التقی النقی الطاهر العلم

ترجمہ: یہ تمام بندگانِ خدا سے اشرف وافضل ہستی کا فرزند ہے۔ متقی، پاکیزہ دل، عیب سے پاک اور علوم کا جامع ہے۔

هذا ابن فاطمة ان کنت تجهله

بجده انبیاء الله قد ختموا

ترجمہ: اگر تو نہیں جانتا تو میں بتاتا ہوں، یہ فرزند فاطمہؑ ہے۔ اس کے نانا پر خدا کے پیغمبروں کا سلسلہ ختم ہوتا ہے۔

یغضی حیاء ویغضی من مهابته

فما یکلم الا حین هیبتم

ترجمہ: اس کی نگاہیں حیا سے نیچی رہتی ہیں اور لوگوں کی نگاہیں اس کی ہیبت سے۔ اس کی خندہ روئی کے علاوہ دیگر اوقات میں کسی کو اس سے بات کرنے کی ہمت نہیں ہوتی۔

ینشق نور الھدیٰ عن صبح غرتہ
کاالشمس تنجاب عن اشراقھا الظلم

ترجمہ: اس کی روشن پیشانی سے ہدایت کی کرنیں اس طرح پھوٹتی ہیں جس طرح سورج کی روشنی سے تاریکیاں چھٹ جاتی ہیں۔

زیر حوالہ کتاب کے آخری حصے میں صاحب تالیف نے صحیفہ کاملہ ''یا صحیفہ سجادیہ کی بات کی ہے۔ انہوں نے مناجات کے عنوان کے تحت آپ کی چند دعاؤں کے اردو تراجم بھی نقل کیے ہیں۔ صحیفہ کاملہ امام زین العابدین علیہ السلام کی دعاؤں کا مجموعہ ہے۔ علماء نے لکھا ہے۔ کہ پرستان حقیقت نے قرآن مجید کی تلاوت کے ساتھ ساتھ اس کا ورد بھی اپنے معمول میں قرار دے دیا اور چھٹی صدی ہجری کے نصف اول میں اسے زبور آل محمد وانجیل اہل بیت کے ناموں سے یاد کیا جانے لگا۔ یہ نام اس لیے تجویز کیے گئے کہ اس کے حکیمانہ ارشادات وبصائر مؤثر ادعیہ واورادا ور دلنشین حکم ونصائح آسمانی صحیفوں کے آئینہ دار اور ان کی تعلیمی روح کے حامل ہیں۔ چنانچہ صاحب ریاض السالکین نے بعض اہل عرفان کا یہ قول نقل کیا ہے کہ...... صحیفۂ کاملہ آسمانی کتابوں کے اسلوب اور عرش ولوح کے صحیفوں کی روش کا مکمل نمونہ ہے۔

صحیفہ کاملہ کے مضامین عبد اور معبود کے درمیان ایسا تعلق کو ظاہر کرتے ہیں جن کو'' راز و نیاز'' سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ اس میں بارگاہ ایزدی میں دعا کرنے کا قرینہ اور سلیقہ سیکھا جا سکتا ہے۔ اس صحیفہ میں ہفتہ وار دعائیں بھی شامل ہیں جو امام علیہ السلام دنوں کے اعتبار سے پڑھا کرتے تھے۔ بالفاظ دیگر ہفتہ کے سات دنوں میں حضرتؑ کے پڑھنے کی دعائیں۔ ان کو اہل معرفت ہر دعا کو دن کے اعتبار سے وظیفہ کے طور پر پڑھتے ہیں اور سکون وطمانیت قلب حاصل کرتے ہیں۔ بطور مثال جمعہ کے روز جو دعا امام علیہ السلام

پڑھا کرتے تھے، اس کا اردو ترجمہ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔ اس کا مآخذ صحیفہ کاملہ کا اردو ترجمہ ہے۔

''تمام تعریف اس اللہ کی ہے جو پیدا کرنے اور زندگی بخشنے سے پہلے موجود تھا اور تمام چیزوں کے فنا ہونے کے بعد باقی رہے گا۔ وہ ایسا علم والا ہے کہ جو اسے یاد رکھے اسے بھولتا نہیں۔ جو اس کا شکر ادا کرے اس کے ہاں کمی نہیں ہونے دیتا۔ جو اسے پکارے اسے محروم نہیں کرتا۔ جو اس سے امید رکھے اس کی امید نہیں توڑتا۔ بار الہٰ! میں تجھے گواہ کرتا ہوں اور تو گواہ ہونے کے لحاظ سے بہت کافی ہے اور تیرے تمام فرشتوں اور تیرے آسمانوں میں بسنے والوں اور تیرے عرش کے اٹھانے والوں اور تیرے فرستادہ نبیوں اور رسولوں اور تیری پیدا کی ہوئی ہر قسم کی مخلوقات کو اپنی گواہی پر گواہ کرتا ہوں کہ تو ہی معبود ہے اور تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں تو وحدہ لاشریک ہے۔ تیرا کوئی ہمسر نہیں ہے۔ تیرے قول میں نہ وعدہ خلافی ہوتی ہے اور نہ کوئی تبدیلی اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیرے خاص بندے اور رسول ہیں۔ جن چیزوں کی ذمہ داری تو نے ان پر عائد کی وہ بندوں تک پہنچا دیں۔ انہوں نے خدائے بزرگ و برتر کی راہ میں جہاد کر کے جہاد کا حق ادا کیا اور صحیح صحیح ثواب کی خوشخبری دی اور واقعی عذاب سے ڈرایا۔ بار الہٰ! جب تک تو مجھے زندہ رکھے اپنے دین پر ثابت قدم رکھ اور جب کہ تو نے مجھے ہدایت کر دی تو میرے دل کو بے راہ نہ ہونے دے اور مجھے اپنے پاس سے رحمت عطا کر۔ بے شک تو ہی

(نعمتوں کا) بخشنے والا ہے۔ محمدؐ اور ان کی آل پر رحمت نازل فرما اور ہمیں ان کے اتباع اور ان کی جماعت میں سے قرار دے اور ان کے گروہ میں محشور فرما اور نماز جمعہ کے فریضہ اور اس دن کی دوسری عبادتوں کے بجالانے اور ان فرائض پر عمل کرنے والوں پر قیامت کے دن جو عطائیں تو نے تقسیم کی ہیں انہیں حاصل کرنے کی توفیق مرحمت فرما۔ بے شک تو صاحب اقتدار اور حکمت والا ہے''۔

آخر میں میاں نعیم انور چشتی نظامی صاحب کو ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے یہ قابل قدر کتاب ترتیب دے کر قارئین کی خدمت میں ایک گراں قدر علمی تحفہ پیش کیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی توفیقات میں اضافہ کرے تاکہ وہ مزید تحقیقی کام کرسکیں اور علمی دنیا کی اور زیادہ خدمت کرسکیں،

بحق محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وآل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۔ اللّٰھم زدفزد

آیت تطہیر کی تنویر ہیں پنجتن
باب جنت پہ لکھی تحریر ہیں پنجتن
حوض کوثر کے امیر ہیں پنجتن
ساری امت کے دستگیر ہیں پنجتن

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد لله رب العالمین والصلوۃ والسلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین واعلیٰ آلہ الطیبین الطاھرین واصحابہ المقربین واولیائہ الکاملین وعارفین وعلماء مِلتہِ اجمعین

محمد قبلہ جاں روح ایماں — محمد آفتاب نور افشاں

نورِ اولین

رحمت عالمیان فخر کون ومکاں ہادی انس وجاں وجہ تخلیق کائنات خلاصہ موجودات سید الابرار شفیع معظم فخر اولاد ابراہیم خلیل اللہ محبوب رب العالمین خاتم النبیین رحمۃ للعلمین راحت العاشقین حضرت محمد مصطفی احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصیٰ بن کلاب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ۔

رسالت مآب سید لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نسب مبارک حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے عظیم فرزند سیدنا اسماعیل ذبیح اللہ علیہ السلام سے حضرت شیث علیہ السلام اور ابوالبشر سیدنا آدم علیہ السلام سے جاملتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباؤاجداد سب مسلمان تھے اور ان میں کوئی کافر نہ تھا۔

تولد مبارک

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کا تولد مبارک سوموار کے دن صبح صادق کے وقت ہوا اور بوقت تولد ختنہ شدہ تھے اور ناف کی رگ بھی نہ تھی یعنی وہ رگ یا نالی جس سے رحم مادر سے خون بطور خوراک حاصل ہوتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کو شکم مادر میں خون کی خوراک نہیں ملی کیونکہ خون غلیظ ہوتا ہے۔ اس طرح شکم مادر میں آپ کریم ﷺ کی پرورش نور سے ہوئی مستند سیرت نگاروں کی غالب اکثریت اس پر متفق ہے کہ ولادت مبارک ماہِ ربیع الاول کی دس یا بارہ تاریخ کو عام الفیل میں ہوئی جب اصحاب فیل نے کعبۃ اللہ پر حملہ کیا تھا جس کا ذکر سورۃ مبارکہ فیل ''الم تر اکیف'' میں ہے اور بوقت ولادت آفتاب برج حمل تھا اس وقت بادشاہ ایران نوشیروان عادل کی حکومت کو بیالیس سال ہو چکے تھے اور سکندرِ اعظم کا انتقال آٹھ سو اسی سال پہلے ہو چکا تھا اور حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے عہد مبارک کو چھ سو سال گذر چکے تھے۔

سیرت حلبیہ 1/ 29 زرقانی 1/ 49 اور احکام ابن القطان میں لکھا ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام اپنے پدر بزرگوار سیدنا امام حسین علیہ السلام سے اور وہ اپنے والد ماجد سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کرتے ہیں کہ سرور کونین ﷺ نے فرمایا کہ ابوالبشر حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کی تخلیق سے چودہ ہزار سال قبل میں خداوند عالم کے ہاں ایک نور تھا۔ بیہقی مواہب اللدنیہ۔ طبرانی اور دیگر نے لکھا ہے کہ جناب فاطمہ بنت عبداللہ صحابیہ بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ جلوہ آرائے جہاں ہوئے تو میں نے دیکھا تمام گھر نور علیٰ نور ہو گیا اور آسمان کے ستارے زمین کے اتنے قریب آ گئے کہ مجھے خطرہ ہوا کہ کہیں مجھ پر نہ گر پڑیں۔

کتاب الشفا۔ اور مواہب اللدنیہ میں ہے کہ حضرت عبدالرحمن ابن عوف رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ حضرت شفاء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جب نبی محتشم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جمال جہاں آرا ظاہر ہوا یعنی بوقت ولادت میں نے انہیں اپنے ہاتھوں پر اٹھالیا تو ایک آواز سنی رحمک اللہ (اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)، آپ پر اللہ کی رحمت ہو اور اسی دوران تمام مشرق تا مغرب کے درمیان ایک ایسی تیز روشنی چمکی کہ میں نے روم کے محلات کو دیکھ لیا۔

خصائص الکبریٰ میں لکھا ہے کہ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اس جہاں کو زینت بخشی تو ساری زمین نور سے چمک گئی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رونق افروز جہاں ہوئے تو ایک نور ظاہر ہوا جس سے مشرق تا مغرب روشنی پھیل گئی۔

والد ماجد کا انتقال

حضرت عبداللہ کا انتقال عین عالم شباب میں پچیس سال کی عمر میں ہو گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت سے دو یا چار ماہ قبل ہوا۔ اسی نسبت سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دُرِ یتیم کہلائے۔

والدہ ماجدہ کا انتقال

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک چھ سال ہوئی تو حضرت بی بی آمنہ سلام اللہ علیہا اس جہانِ فانی سے جہانِ جاودانی کی طرف تشریف لے گئیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پرورش کی ذمہ داری دادا حضرت عبدالمطلب نے لے لی۔

حضرت عبدالمطلب کا انتقال

حضرت عبدالمطلب نے دو سال تک آنحضرت ﷺ کی پرورش کی اور جب عمر مبارک آٹھ برس ہوئی تو حضرت عبدالملطب جن کی عمر ایک سو بیس سال تھی انتقال فرمایا اور بوقت رحلت اپنے صاحبزادے حضرت ابوطالب کو آنحضرت ﷺ کی پرورش کی وصیت کی۔

شام کا سفر

بعض روایت کے مطابق جب آنحضرت ﷺ کی عمر مبارک بارہ برس دو ماہ ہوئی تو حضرت ابوطالب ملک شام میں تجارت کی غرض سے آنحضرت ﷺ کو بھی اپنے ساتھ لے گئے راستے میں بصری قصبہ میں ایک عیسائی راہب بحیرہ کا مکان تھا جو زہد وعبادت میں صاحب کمال تھا اور لوگوں میں اس کا بہت چرچا تھا اور یہ راہب بہت کم لوگوں سے میل جول رکھتا تھا زیادہ وقت عبادت میں ہی مشغول رہتا تھا اور وہ انجیل اور تورات میں نبیؑ آخرالزمان کی نشانیوں کے بارے میں علم رکھتا تھا۔ اس دن خلاف معمول وہ اپنے گھر کے باہر بیٹھا ہوا تھا اور نظریں راستے پر جمائی ہوئیں تھیں جب حضرت ابوطالب کا قافلہ بصری، قصبہ میں آیا تو اس نے حضرت ابوطالب کو اپنے گھر آنے کی دعوت دی اور انہیں لیکر اپنے گھر کے اندر چلا گیا اور حضرت ابوطالب سے آنحضرت ﷺ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا کہ یہ نوجوان کون ہے حضرت ابوطالب نے کہا یہ میرا بھتیجا ہے۔ بحیرہ راہب نے کہا اے ابوطالب انجیل مقدس اور دوسری آسمانی کتب میں آخری پیغمبر کے بارے میں جو نشانیاں بیان کی گئی ہیں ان کے مطابق تمہارا یہ بھتیجا نبی آخرالزمان ہے اور کہا کہ جب تم لوگوں کا قافلہ ابھی کچھ فاصلے پر تھا تو میں یہ دیکھ کر حیران ہوا کہ پتھر اور شجر وحجر سب کا جھکاؤ اس قافلے کی طرف تھا جب تم لوگ قریب آئے تو میری نظر تمہارے بھتیجے کی پیشانی کی

طرف پڑی تو میں نے دیکھا کہ وہ نورِ ازلی جس کا ذکر انجیل مقدس میں ہے جو نبیؑ آخر الزمان کی پیشانی پر ظاہر ہوگا وہ اس نوجوان کی پیشانی میں ہے میں تمہیں خوشخبری دیتا ہوں کہ تمہارا بھتیجا نبیؑ آخرالزمان ہے اور تم اسے لیکر فوراً واپس چلے جاؤ اگر یہاں کے بدطینت لوگوں کو اس بات کی خبر ہوگئی تو وہ اسے قتل نہ کردیں۔

ملائکہ کا ظہور

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک بیس سال ہوئی تو ملائکہ اور رجال الغیب کا ظہور ہونے لگا غیب سے آواز مستقیم سنائی دیتی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سچے خواب دیکھتے تھے نزولِ وحی سے سات سال پہلے انوار و تجلیات ربانی کا مشاہدہ شروع ہوگیا تھا۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ سے عقد نکاح

سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جب عمر مبارک پچیس سال ہوئی تو مکہ کی انتہائی باعزت اور صاحب ثروت خاتون حضرت خدیجۃ الکبریٰ بنت خویلد کا عقد نکاح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہوا حضرت ابوطالب نے نکاح کا خطبہ پڑھا۔

خانہ کعبہ کی تعمیر

یہ وہ زمانہ تھا جب اہل مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صادق اور امین کے لقب سے پکارا کرتے تھے اور آپ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت اور امانت داری کا چرچا تھا۔ خانہ کعبہ کے در و دیوار کی حالت خستہ ہوچکی تھی سردارانِ قریش نے باہمی مشورہ کر کے اس کی ازسرِنو تعمیر کا فیصلہ کیا۔ اس تعمیر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی شریک رہے۔ تعمیر مکمل ہوچکی تو حجر اسود کی تنصیب کا مرحلہ آیا اس پر سردارانِ قریش میں اختلاف پیدا ہوگیا۔ ہر کسی کی خواہش تھی کہ

حجر اسود اس کے ہاتھ سے نصب ہو جب یہ اختلاف طول پکڑ گیا اور معاملہ خونریزی تک پہنچنے لگا تو سب نے متفقہ طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صادق اور امین ہونے کی بنا پر حجر اسود کو نصب کرنے کے لیے منتخب کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے حجر اسود کو موجودہ جگہ پر نصب کیا اور حجر اسود آج تک وہیں نصب ہے جہاں چودہ سو سال قبل رحمتِ عالمیان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصب فرمایا تھا۔

غار حرا میں عبادت

یہ مبارک اور معظم غار آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اولین حجرہ عبادت ہے جہاں والی کون ومکاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہو کر اپنے کریم رب کی عبادت میں مشغول رہتے تھے عام دنوں کے علاوہ یہ معمول مبارک بھی تھا کہ سال میں ایک ماہ مسلسل غار حرا میں خلوت گزین ہوتے۔ جب غار حرا سے واپس تشریف لاتے تو خانہ کعبہ کا سات مرتبہ طواف فرماتے اور پھر سیدہ خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کے پاس گھر تشریف لے جاتے۔

خداوند عالم کے حکم سے اعلان نبوت

جب عمر مبارک کا اکتالیسواں سال شروع ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غارِ حرا میں اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک کی عبادت میں مشغول تھے۔ حضرت جبریل امین حاضر ہوئے اور سورۃ مبارکہ اقرا باسم ربك الذی خلق تعلیم فرمائی اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صفا و مروہ کے درمیان لے گئے اور اپنے دونوں پاؤں زمین پر مارے۔ جس سے چشمہ جاری ہو گیا پہلے جبریل علیہ السلام نے وضو کیا اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وضو کرنے کا طریقہ بتایا اسکے بعد جبریل علیہ السلام نے دو رکعت نماز ادا کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جبریل علیہ السلام نے کہا یہ وضو اور نماز ہے۔ یہی سنت آج تک مشائخ عظام کے ہاں جاری ہے جب مرید کو تلقین کرتے ہیں تو اس سے دو رکعت نماز نفل پڑھاتے ہیں۔

نزولِ وحی

نبیِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل ہونے کے کئی طریقے تھے ان میں اول طریقہ سچے خواب تھے اس کے علاوہ جبریل علیہ السلام کے ذریعے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب اطہر پر القا ہونا اور کبھی جبریل علیہ السلام کا انسانی صورت کے مثل حاضر ہونا۔ آوازِ جرس کی طرح نازل ہونا اور کبھی جبریل علیہ السلام کا اپنی اصل صورت میں حاضر ہونا آسمان پر شب معراج وحی کا نزول ہونا اور کبھی بغیر کسی وساطت کے رب تعالیٰ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بغیر حجاب کے کلام فرمانا۔ حدیث معراج میں آیا ہے کہ محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حق تعالیٰ کی زیارت سر کی آنکھوں سے کی اور نماز پنجگانہ بغیر جبریل علیہ السلام کی وساطت کے فرض ہوئی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شب معراج کو اپنے کریم رب کے روبرو حاضر ہوئے اسوقت حضوریٔ حق میں سوائے محب اور محبوب کے اور کوئی نہ تھا اور واقعہ معراج حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کے بارہویں سال ظہور پذیر ہوا۔

مدینہ کی جانب ہجرت

جب کفار مکہ نے رحمت عالمیان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دین حق کا پیغام لوگوں تک پہنچانے سے روکنے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا تو جبریل امین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے آگاہ کر دیا۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو بیس آدمیوں کے ساتھ مدینہ روانہ کیا کیونکہ انصارِ مدینہ کا اعتقاد اور ایمان پختہ ہو چکا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی ابن ابی طالب کو اپنی خواب گاہ میں چھوڑا اور لوگوں کو ان کی امانتیں واپس کر کے مدینہ منورہ چلے آنے کا حکم فرمایا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ رات کی تاریکی میں کفار مکہ کے شر سے محفوظ رہ کر غارِ ثور

میں قیام فرمایا۔ تین دن کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے نے دو اونٹ لاکر پیش کیے ان پر سوار ہوکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ تشریف لے گئے جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ کی سرزمین پر قدم مبارک رکھا تو انصارِ مدینہ نے جس والہانہ اور شاہانہ انداز میں استقبال کیا وہ سیرت کی کتب میں بڑی صراحت کے ساتھ لکھا گیا ہے یہ دن اہل مدینہ کے لیے درحقیقت عید کا دن تھا مدینہ کے گلی کوچوں میں بچے بوڑھے جوان اور عورتیں خوشی سے سرشار ہوکر مدحیہ گیت گا رہے تھے اور مدینہ منورہ کے در و دیوار بھی رقص کناں تھے یہ نظارہ چشم فلک نے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔ دل و جان سے جانثار اہل مدینہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی راہ میں آنکھیں بچھا دیں اہل مدینہ کی یہی خالص محبت تھی جس نے سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قرب تا قیامت حاصل کرلیا۔

ادھر مکہ معظمہ میں سیدنا علی کرم اللہ وجہہ تین روز میں لوگوں کی امانتیں لوٹا کر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ اس سفر میں حضرت علی کے پاؤں میں آبلے پڑ گئے جس سے انہیں شدید درد محسوس ہو رہا تھا جب آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی یہ حالت دیکھی تو اپنا دست رحمت آبلوں پر پھیرا جس سے درد جاتا رہا۔

معجزات کریمانہ

سرور کائنات خلاصہ موجودات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ولادت تا وصال مبارک تک معجزات کا ظہور تسلسل سے جاری رہا جن کی تفصیل ہزاروں سیرت کی کتب میں موجود ہے خاتم النبیین کی حیثیت سے آپ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دنیا میں تشریف لانا ہی سب سے بڑا معجزہ ہے۔ شق القمر اور واقعہ معراج تاریخ انسانی کے ایسے معجزات ہیں۔ جن کی نہ کوئی مثل ہے اور نہ مثال ہے انکے علاوہ ظہور پذیر ہونے والے معجزات کثیرا کا ذکر کرنا ایسے ہی ہے جیسے سورج کو چراغ دکھانا ہے۔ آپ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکات ہی سراپا معجزہ ہے۔ سرور

عالم ﷺ سے مختصر عرصے میں دین اسلام جو حق وصداقت پر مبنی ہے اسکا اس قدر ابلاغ ہونا بھی بہت بڑا معجزہ ہے اور بے شمار وغزدات میں فتح ونصرت کا ہونا بھی معجزات کے زمرہ میں ہی آتا ہے غزوہ بدر میں محض تین سو تیرہ مجاہدین کا بے سروسامانی کے عالم میں اتنے بڑے لشکر پر فتح پانا جو کہ اس دور کے جدید ترین اسلحہ سے لیس تھا یہ بھی ایک بہت بڑا معجزہ ہے۔ جس میں ملائکہ بھی مجاہدین کی مدد کر رہے تھے۔

عادت مبارکہ اور خصائل

رحمت دوجہاں سرور سروراں ﷺ کی عادات مبارکہ میں سرفہرست فقراء وغربا، اور مساکین کو دوست رکھنا تھا انہیں اپنے قریب بٹھاتے اور اپنے ساتھ کھانا کھلاتے اور انکی دلجوئی فرماتے اُمراء سے زیادہ غربا کو اپنے قریب تر جگہ دیتے۔ نماز کے وقت مسواک فرماتے قرآن پاک کی تلاوت کے دوران گریہ طاری ہو جاتی۔ لوگوں کو قرآن پاک کی تلاوت ادب سے کرنے اور سننے کی تلقین فرماتے ہمیشہ باوضو رہتے۔ اکثر ہر نماز کے لیے تازہ وضو فرماتے۔ اپنے لیے اور دوسروں کے لیے بھی بازار سے سودا سلف خرید کر لاتے اور لوگوں کا سامان تک خود اٹھاتے اور اسے ان کے گھروں تک پہنچاتے تھے۔ فقرا اور مساکین کے لیے گندم اور جوء خود اپنے مبارک ہاتھوں سے پیستے تھے۔ ہمسایوں کے ساتھ بڑی محبت اور حسن سلوک سے پیش آتے۔ کمزوروں غلاموں اور کنیزوں پر بڑی شفقت فرماتے اور ہر حال میں یعنی رنج وراحت میں اللہ کا شکر بجالاتے تمام عمر مبارکہ ریاضت و مجاہدہ میں بسر فرمائی۔ اکثر گھر میں تین چار روز تک فاقہ ہوتا لیکن یہ راز کسی پر افشا نہ فرماتے اور صبر وشکر کی غذا سے سیر ہوتے۔ جب کھانا میسر آتا تو غربا اور مساکین کے ساتھ مل کر تناول فرماتے ہمیشہ سیدھے ہاتھ کی تین انگلیوں سے کھانا تناول فرماتے شدید بھوک کی حالت میں بھی صرف سات لقمے تناول فرماتے اور عام دنوں میں تین لقموں سے زیادہ تناول

نہ فرماتے۔ ہمیشہ پرانا لباس زیب تن فرماتے اگر نیا لباس میسر آتا تو کسی غریب کو عنایت فرما دیتے۔ محسن اُمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عادات و خصائل بھی معجزات ہی ہیں۔ حتی کہ راہبر انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اٹھنا، بیٹھنا، چلنا، پھرنا جاگنا سونا تمام معمولات زندگی معجزات میں شمار ہوتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کبھی جمائی نہ آتی تھی۔

حلیہ مبارک

عاشق لاثانی مولانا جامی نے خوب نقشہ کھینچا ہے:

از حسن ملیح خود شورے بجہاں کر دی

ہر زخمی و بسمل را مشغول فغاں کر دی

مستند سیرت نگاروں نے سراپا حسن و جمال صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حلیہ مبارک کے بارے میں لکھا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رنگ گندمی اور مائل بہ سفیدی تھا پیشانی مبارک کشادہ ابرو باریک اور سیاہ چشمان مبارک مژگان دراز بلند پیشانی دست مبارک دراز گھٹنوں تک پہنچ جاتے تھے انگشت مبارک نرم اور دراز لیکن مائل بہ سخت کہ یہ صفت مردوں میں محمود ہے فراخ دست اور کشادہ قدمین مبارک تھے سینۂ اطہر سے ناف تک بالوں کی ایک خوشنما لکیر تھی باقی جسم اطہر بے بال تھا سوائے مقامات مخصوصہ کے یعنی سینہ مبارک پنڈلیوں اور رانوں پر بال تھے۔ کندھوں کے درمیان قدرے دائیں طرف ایک گوشت پارہ ابھرا ہوا تھا اور اس پر کچھ بال بھی تھے۔ اسے مہر نبوت کہتے ہیں ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق اس جگہ پر گوشت میں لا الہ الا اللہ ابھرا ہوا تھا اور دوسری روایت میں ہے کہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا قد مبارک درمیانہ تھا لیکن بلند قامت شخص بھی آپ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پست نظر آتا تھا۔ جب چلتے تو ایسا لگتا کہ بلندی سے نیچے کی طرف اتر رہے ہیں۔ یہ

بڑا دلنشین انداز تھا۔ اس حسن بیمثال کی تشریح کرنے سے قلم عاجز ہیں۔ چہرۂ اقدس سے ایسا دلکش جمال ہویدا تھا کہ عشاق کا گروہ اصحاب صفہ دیدار کرکے اپنی بھوک و پیاس مٹاتے تھے اور کسی میں یہ مجال نہ تھی کہ چشمان مبارک کی تاب لا سکے ان میں قدرتی طور پر ڈورے تھے گویا جمال وحدت کے پیمانے تھے دندان مبارک ایسے کہ تبسم فرماتے تو اندھیرے میں اجالا ہو جاتا۔ آپ کریم ﷺ اس قدر حسین و جمیل تھے کہ حسن تمام رعنائی کے ساتھ جلوہ نما تھا۔ انکے حسن و جمال کی ہر ادا دلکش و دلربا تھی کون ہے جو اس حسنِ کامل کو مکمل بیان کر سکے اور ہر ادائے دلبری کا احاطہ کر سکے۔

جمال جہاں آرا کی روشنی

خصائص الکبریٰ میں ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں سحری کے وقت کپڑے سی رہی تھی کہ میرے ہاتھ سے سوئی گر گئی چراغ کی روشنی کے باوجود سوئی نہ ملی اتنے میں حسنِ مجسم چراغ ہدایت سید دو عالم ﷺ کاشانہ نبوت میں تشریف لائے میں نے عرض کیا کہ میری سوئی گر گئی ہے۔ جو ڈھونڈنے پر بھی نظر نہیں آ رہی سرکار والا تبار یہ سن کر زیر لب مسکرائے۔ بس دفعتاً حضور ﷺ کے پرنور تبسم سے حجرۂ نبوت جگمگا اٹھا اور ہر چیز روشن ہو گئی اور میں نے با آسانی اپنی کھوئی ہوئی سوئی اٹھالی۔

سیدہ عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا نے اسی منظر کو اپنے اشعار میں ذکر فرمایا ہے۔

لنا شمس دللاُ فاق شمس
وشمسی فوق من شمسی السمائی
وشمس الناس تطلع بعد فجر
وشمسی تطلع بعد العشائی

ترجمہ: ''ایک ہمارا آفتاب رسالت اور ایک کائنات کا آفتاب ہے لیکن آسمان کے آفتاب سے ہمارے آفتاب کو برتری اور فوقیت حاصل ہے لوگوں کا سورج صبح کو طلوع ہوتا لیکن ہمارا تابندہ آفتاب رات کے اندھیرے میں بھی انوار بکھیرتا ہے۔ نسیم الریاض میں لکھا ہے کہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ انور اس درجہ درخشاں و تاباں تھے کہ میں اندھیری راتوں میں سوئی میں دھاگہ ڈال لیا کرتی تھی۔

مشکوۃ و ترمذی میں ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سرور کائنات ﷺ کے حسن بے مثال کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے تمام عمر سید دو عالم ﷺ کے چہرہ اقدس سے زیادہ روشن اور حسین چہرہ نہیں دیکھا اور یوں معلوم ہوتا کہ رسول اللہ ﷺ کے چہرہ مبارک میں آفتاب گردش کر رہا ہے اور جب بھی آپ ﷺ تبسم فرماتے تو دیواریں روشن ہو جاتی تھیں۔ ترمذی، دارمی اور مشکوۃ شریف میں درج ہے کہ حضرت جابر بن ثمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو میں نے سرخ حلہ زیب تن کیے ہوئے دیکھا اس رات چاند بھی پوری تابانی پر تھا میں بہت دیر تک آفتاب رسالت مآب ﷺ اور بدر کامل میں مقابلہ کرتا رہا کبھی آسمان پر نکلنے والے آفتاب کو دیکھتا اور کبھی رُخِ زیبا مصطفیٰ کریم ﷺ کو دیکھتا۔ بالآخر میرے دل کو یہ فیصلہ کرنا پڑا اور میری نگاہیں زبان بن کر پکار اٹھیں کہ آسمان پر گھٹنے بڑھنے والا آفتاب تو کسی بھی طرح میرے آقا کریم ﷺ کے حسن فراواں کی برابری نہیں کر سکتا۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے یوں حسن کامل کی تعریف کی ہے۔

یا صاحب الجمال و یا سید البشر

اے صاحب جمال اور انسانوں کے سردار

من وجهك المنير لقد نور القمر

آپ ﷺ کے چہرہ اقدس سے تو چاند کو روشنی بخشی گئی ہے

لا یمکن الثناء کما کان حقه

جیسا کہ آپ ﷺ کی تعریف کا حق ہے ایسی تعریف ممکن ہی نہیں

بعد از خدا بزرگ توئی قصه مختصر

خدائے ذوالجلال کے بعد آپ ﷺ ہی بڑے ہیں یہی بات مختصر ہے

پسینہ مبارک سے خوشبو آنا

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول خدا ﷺ کے جسم اطہر کی خوشبو سے کسی بھی مشک عنبر کی خوشبو کو بہتر نہ پایا۔ ایک دن رسول اللہ ﷺ میرے گھر پر آرام فرما رہے تھے کہ گرمی کی شدت سے آپ ﷺ کو پسینہ آ گیا اور میری والدہ بوتل لیکر آپ ﷺ کا پسینہ مبارک جمع کرنے لگی۔

حضور ﷺ نے فرمایا: اسے کیا کرو گی تو میری ماں نے عرض کیا اسے خوشبو میں ملاؤں گی کیونکہ آپ ﷺ کے پسینہ مبارک کی خوشبو تمام خوشبوؤں سے بہتر ہے۔ امام بخاری لکھتے ہیں جب رسول معظم ﷺ کسی راہ سے گزرتے تو بعد میں گزرنے والے سمجھ جاتے کہ حبیب خدا ﷺ ابھی اس راہ سے گزر کر گئے ہیں کیونکہ راستے میں دیر تک آپ ﷺ کے جسم اطہر کی خوشبو کا اثر باقی رہتا تھا۔

عظمت اہل بیت اطہار اور آیۃ کریمہ مباہلہ

سیرت کی تمام مستند کتب میں درج ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ایک مرتبہ نجران کے بڑے عیسائی راہبوں کا وفد حضور سید العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں بغرض مناظرہ حاضر ہوا انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں۔ جو کنواری بتول مریم علیہا السلام کی طرف القا کئے گئے تھے راہب یہ سن کر کہنے لگے کہ ہمارے عقیدے کے مطابق وہ تو اللہ کے بیٹے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس کی کیا دلیل ہے۔ وہ کہنے لگے کیا آپ نے کوئی ایسا بندہ بھی دیکھا ہے جو بغیر باپ کے پیدا ہوا ہو۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر یہی دلیل ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں تو پھر بتاؤ حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق تمہیں بدرجہ اولیٰ یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کیونکہ وہ تو ماں اور باپ دونوں کے بغیر پیدا ہوئے ہیں جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پھر بھی والدہ محترمہ ہیں یہ سننے کے باوجود ان کے پاس کوئی دلیل نہ تھی لیکن اپنی ہٹ دھرمی کی بنا پر جھگڑنے لگے۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر تم اسی ہٹ دھرمی پر قائم ہو تو ایسا کرو میرے ساتھ مباہلہ کر لو جو سچا ہوگا وہ بچ جائیگا اور جو جھوٹا ہوگا وہ تباہ و برباد ہو جائیگا۔ تمہارے اور ہمارے سچے اور جھوٹے عقیدے کا پول کھل جائیگا۔ اس موقعہ پر یہ آیۃ کریمہ نازل ہوئی۔

فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَ نَا وَاَبْنَآءَ كُمْ وَنِسَآءَ نَا وَنِسَآءَ كُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَةَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ۔

(سورۃ آل عمران آیت۔ ۶۱)

ترجمہ: ''اے (حبیب) ان سے فرما دیجئے، آؤ ہم بلالیں اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنی جانیں اور تمہاری جانیں اور پھر مباہلہ کریں تو جھوٹوں پر اللہ لعنت ڈالے''۔

یہ سن کر عیسائی راہبوں کے وفد نے کہا اچھا ہم کو تین دن کی مہلت دے دیں رسول اللہ ﷺ نے انہیں تین دن کی مہلت بھی دے دی جب تین روز گزر گئے تو وہ عیسائی نہایت شاندار لباس پہن کر اپنے بڑے بڑے پادریوں کو ساتھ لیکر آ گئے۔ ادھر حبیب رب العالمین ﷺ اس شان وشوکت سے تشریف لائے کہ ان کی گود میں سیدنا امام حسین علیہ السلام اور اور دائیں طرف آپ کا دست اقدس پکڑے ہوئے سیدنا امام حسن علیہ السلام اور خاتون جنت سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا آپ ﷺ کے پیچھے چلی آ رہی تھیں اور انکے پیچھے سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم تھے اور حضور سید العالمین ﷺ ان سے فرما رہے تھے کہ جب میں دعا کے لیے ہاتھ اُٹھاؤں تو تم سب آمین کہنا پھر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اللہ تعالیٰ کے حضور یہ دعا فرمائی اَللّٰھُمَّ ھٰؤُلَاءِ اَھْلِ بَیْتِیْ ''اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں''۔

جب یہ حسین اور لطیف منظر عیسائیوں کے بڑے پادری نے دیکھا تو وہ پکار اٹھا، اے عیسائیو! حضرت محمد ﷺ اور انکے گھر والے سراپا سچائی ہیں اور میں ڈرتا ہوں بیشک میں ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں کہ اگر یہ لوگ اللہ سے سوال کریں کہ وہ پہاڑوں کو ان کی جگہ سے ہٹا دے تو اللہ تعالیٰ ان کی دعا کی برکت سے پہاڑوں کو ہٹا دیگا خدا کے لیے ان سے مباہلہ نہ کرو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور روئے زمین پر قیامت تک کوئی عیسائی باقی نہ رہے گا۔ پس انہوں نے کہا اے ابوالقاسم ہم آپ سے ہرگز مباہلہ نہ کریں گے۔ آپ اپنے دین پر رہیں اور ہمیں اپنے دین پر رہنے دیں۔

(تفسیر امام بغوی۔ ۳۱۰)

پھر ان عیسائیوں نے کچھ جزیہ ادا کر کے معافی مانگ لی اور اپنی گردنیں جھکا کر چل دیئے۔

حضور محبوب رب العالمین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا: خدا کی قسم عذاب خداوندی ان کے قریب آ گیا تھا اگر مباہلہ ہو جاتا تو وہ سب سور اور بندر بن جاتے اور انکے جنگل آگ سے بھڑک اٹھتے اور نجران کے پرند چرند تک نیست و نابود ہو جاتے۔

مباہلہ کا یہ واقعہ سن ۱۰ ھ میں پیش آیا۔ آیۃ مباہلہ اور تفاسیر و احادیث مبارکہ سے ثابت ہے کہ اہل بیت نبوت کی عظمت و شان کس قدر اعلیٰ و بالا ہے۔ مباہلہ کے وقت ایک ہی صاحبزادی سید فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا حیات تھی جبکہ باقی تینوں صاحبزادیاں وصال فرما چکی تھیں سیدہ رقیہ سلام اللہ علیہا کا ۲ ھ میں انتقال ہوا سیدہ ام کلثوم سلام اللہ علیہا کا ۹ ھ میں اور سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کا ۸ ھ میں انتقال ہو چکا تھا۔

بیدم یہی تو پانچ ہیں مقصود کائنات
خیرالنساء حسین و حسن مصطفےٰ علی

پیدل چلنے میں تیز رفتاری

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدل چلتے تو کوئی شخص آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ قدم نہ ملا سکتا تھا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ تیز رفتار کسی کو نہ دیکھا۔ گویا چلتے وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک قدموں کے نیچے زمین بچھی چلی جاتی تھی اور ہمیں آپ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہم قدم ہونے کے لیے بڑی محنت کرنا پڑتی مگر پھر بھی ہم قدم نہ ہو پاتے۔

وَمَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ

(سورۃ الانبیاء:107)

''اے محبوب! ہم نے آپ کو تمام عالموں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا''۔

رحمت دو جہاں شاہِ کون و مکاں ہادیٔ انس و جاں سرور سروراں مکینِ لامکاں روحِ کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے تمام جہانوں اور مخلوقات کے لیے رحمت بنا کر جلوہ آرا فرمایا بعثت سے پہلے اور بعد میں مشرکین مکہ آپ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب کرتے تھے اور اصحاب کو ایذا پہنچایا کرتے تھے ان انتہائی نامساعد حالات میں بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی کسی کو بددعا نہ دی اور نہ ہی جواباً کسی کی دل آزاری فرمائی۔ وادی طائف میں مشرکوں کی سنگباری سے زخموں سے چور ہونے کے باوجود بھی یہی فرمایا کہ ان کی نسلوں سے اسلام کو تقویت ملے گی۔ جبکہ جبریل علیہ السلام نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ حکم ہو تو اہل طائف کو پہاڑوں کے درمیان غرق کر دیا جائے لیکن آپ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کمال ضبط وتحمل کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: ان کی آئندہ نسلیں اسلام کی نام لیوا ہونگی۔

فتح مکہ

فتح مکہ کے موقعہ پر طاقت ور سردارانِ قریش پر ایسا خوف طاری ہوا کہ انہیں موت کا یقین تھا کہ وہ قتل کر دیئے جائیں گے اور وہ موت کو اپنے سامنے دیکھ کر حواس باختہ ہو گئے اور اسی انتظار میں تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی بھی وقت سرداران قریش کے قتل کا حکم صادر فرمائیں گے کیونکہ یہی وہ ظالم اور فاسق لوگوں کا گروہ تھا جن کی چیرہ دستیوں سے مجبور ہو کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے جانثار صحابہ کے ساتھ پیارے اور انتہائی عزیز مکہ شہر سے

مدینہ کی طرف ہجرت کر کے بے وطن ہونا پڑا اور یہ بڑا افسردگی اور دل آزاری کا کٹھن موقعہ تھا اور مکہ کی آبائی سرزمین سے جدائی کا گہرا صدمہ برداشت کرنا پڑا لیکن رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان کریمی نے ان تمام بدترین دشمنوں کو اس وقت ورطۂ حیرت میں مبتلا کر دیا جب طاقت اور اختیار کے باوجود سب کے لیے معافی کا اعلان فرمایا۔ ان میں سے بعض سرداروں کو یقین نہ آیا کہ شائد یہ بھی کوئی جنگی حکمت عملی ہے کیونکہ یہ بات تو کافر و مشرک اور مسلمان سب جانتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لڑکپن سے ہی صادق اور امین ہیں اور نہ ہی عمر بھر انہوں نے کبھی جھوٹ بولا ہے اسی خیال سے انکا گمان یقین میں بدل گیا اور جان کی امان کی خوشخبری پا کر وہ تمام سردار بخوشی رحمت عالمیان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وابستہ ہو گئے اور اپنی تمام سابقہ غلطیوں اور گناہوں پر شرمسار ہو کر دعوت توحید و رسالت پر ایمان لا کر جہنم کے کنارے سے واپس آ کر جنت کے امیدواروں کی صف میں کھڑے ہو گئے کیونکہ یہ عطا و بخشش سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسنِ سلوک اور معاف کرنے کی برکت سے ہوئی۔

مشرکوں میں بھی مشہور تھے صادق اور امین
کافر بھی مانتے تھے صداقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامت تک تو کیا قیامت کے بعد بھی رحمۃ للعلمین ہی رہینگے۔ کیونکہ رحمت کا دروازہ کافروں کے لیے بھی کھلا ہوا ہے۔ جو بھی خلوص نیت سے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سچے دین میں داخل ہوگا اور آپ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کرے گا اس کے لیے امان ہے یہی اسلام کی حقانیت اور سچائی ہے اللہ رب العزت نے تمام جہانوں پر اپنی رحمت کو پھیلا رکھا ہے۔ لیکن ان تمام برکات اور رحمتوں کا قاسم (تقسیم کرنیوالا) اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بنایا ہے۔ یہی عقیدہ ایک سچے مسلمان کا ہے اور یہی حق اور سچ ہے۔ روز ازل سے لیکر ابد تک تمام رحمتوں کا نزول آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے اور

صدقے سے ہے اور ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کرنا ہر امتی پر عین فرض ہے یہی ایمانی غیرت کا تقاضا ہے کہ سید عالم پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے غیر مشروط محبت اور عشق کیا جائے اور یہی اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَاَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ کا معنی و مفہوم ہے تمام عبادات یعنی رکوع و سجود کا مرکز ذاتِ وحدہ لاشریک ہے۔ جو مالک و خالق ہے تمام جہانوں کا اور تمام مخلوقات کا اور ذرہ ذرہ اس پاک ذات کی وحدانیت پر گواہ ہے کہ ہر چیز اسی کی تسبیح میں مشغول ہے اور اس رحیم و کریم رب کی معرفت روحِ کائنات نبی محتشم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کے بغیر ہرگز ہرگز حاصل نہیں ہوتی۔ کیونکہ رب تعالیٰ کی ذات و صفات کا علم اس وقت تک حاصل نہیں ہوتا جب تک عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چراغ سینوں میں روشن نہ ہو اور اسی چراغ عشق و مستی کی روشنی میں اللہ عزوجل کی معرفت عطا ہوتی ہے اور معرفت الٰہی کیا ہے اللہ کریم کی ذات و صفات کے اسرار کو جاننا اور اس کا قرب حاصل کرنا ہے محض زاہد خشک کی عبادت سے معرفت حاصل نہیں ہوتی صرف ثواب حاصل ہوتا ہے۔ اللہ کریم کی معرفت کا خزانہ رحمت دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت اور عشق صادق میں پنہاں ہے۔

قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ وَیَغۡفِرۡ لَکُمۡ ذُنُوۡبَکُمۡ وَاللّٰہُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ۔ (سورۃ آل عمران۔۳۱)

ترجمہ: ”اے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اعلان فرما دیجیے، اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تم سے محبت کریگا اور تمہارے گناہ بخش دیگا اور وہ بڑا بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے۔“

اس آیۃ کریمہ میں اللہ عزوجل نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان بڑی صراحت کے ساتھ بیان فرمائی ہے۔ جو اہل عقل و شعور کے لیے واضح پیغام ہے کیونکہ اللہ کریم نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سرِ اقدس پر

وَرَفَعۡنَا لَکَ ذِکۡرَکَ کا تاج سجایا ہے

اللہ تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر اللہ تعالیٰ نے بلند کیا ہے اور بلند رہے گا کیونکہ محبوب کا ذکر ارفع و اعلیٰ ہوتا ہے ہر محب اپنے محبوب کا ذکر کرنا اور سننا پسند کرتا ہے پوری روئے زمین پر کوئی ایسا لمحہ نہیں جس میں اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللهِ نہیں گونجتا رہتا انسانی فطرت کا تقاضا ہے کہ اگر دشمن بھی کسی کے محبوب کا ذکر کرے تو وہ دشمن بھی دوست نظر آتا ہے کیونکہ محبوب کی محبت سب کچھ فراموش کر دیتی ہے۔

اگر ایسا نہ ہو تو محبت کا مفہوم ہی بے معنی ہو جاتا ہے۔ یہ تو انسان کی فطرت ہے جبکہ اللہ کریم کا معاملہ تو فطرت انسانی سے بالکل جدا ہے وہ بے نیاز تو اپنی ذات میں یکتا ہے عقل و فہم بھی اسکا ادراک نہیں کر سکتے کہ اس یکتا ذات کی چاہت اور محبت کا کیا معیار ہے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اور ادب اللہ تعالی خود معلم کی حیثیت سے لوگوں کو سکھا رہا ہے۔ اے لوگو! خبردار میرے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ادب خاص طور پر ملحوظ رکھو۔ اس کے بدلے میں کیا انعام ہے اس کے بارے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْ لَا تَرْفَعُوْ اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتُ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضُكُمْ لِبَعْضُ اَنْ تَحْبَطُ اَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۔ (سورۃ الحجرات آیۃ۔ ۲)

ترجمہ: ”اے اہل ایمان! اپنی آوازوں کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز سے بلند نہ کرو اور جس طرح آپس میں ایک دوسرے سے بلند آواز سے بولتے ہو۔ (اسطرح) ان کے سامنے زور سے نہ بولا کرو ایسا نہ ہو کہ تمہارے سارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتُهُمْ عِنْدَ رَسُوْلَ اللهِ اُولٰئِكَ الَّذِيْنَ اَمْتَحَنُ اللهَ قُلُوْبُهُمْ لِلتَّقْوٰى لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ۔ (سورۃ الحجرات آیۃ ۳)

ترجمہ: ”اور جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے دبی آواز سے بولتے ہیں خدا نے

ان کے دل تقویٰ کے لیے آزمائے ہیں ان کے لیے بخشش اور اجر عظیم ہے۔

آیت کریمہ نمبر 2 میں خبردار کیا گیا ہے کہ اگر میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ادب ملحوظ نہ رکھو گے تو سب اعمال ضائع ہو جائینگے اور آیت مبارکہ نمبر 3 میں ادب کرنیوالوں کو بخشش اور نجات کی خوشخبری سنادی ہے۔

اور اے وہ بے خبر انسان! جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ادب کا معیار اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمایا ہے اور جیسا ادب کرنے کا حق ہے اگر تو یہ حق ادا نہیں کرتا تو کس طرح رحمت حق سے پیوست ہوسکتا ہے اور اس ادب کے بغیر کس طرح اپنے نیک اعمال کو اپنی بخشش کا ذریعہ بنا سکتا ہے بس لازم ہے ادب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہی اعمال مقبول بارگاہ ہوتے ہیں۔ اپنے دل ونگاہ میں آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ادب پورے خلوص نیت سے اختیار کرو یہی ایمانِ کامل کی کنجی ہے۔ اگر نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ادب نہیں تو کچھ بھی نہیں کیونکہ اللہ کریم کی ذات والا صفات کے بعد حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی لائق ادب واحترام ہیں جو وجہ تخلیق کائنات ہیں۔

اِنَّ اللہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔ (سورۃ احزاب آیۃ۔۵۶)

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ اور اسکے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اے ایمان والو تم بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجا کرو۔ یہ آیۃ کریمہ اہل ایمان کے لیے اللہ رب العزت کا انعام ہے جسے اہل نظر اور روشن ضمیر اصفیا نے حضور پرنور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لامتناہی شان قرار دیا ہے اور فرماتے ہیں کہ درود وسلام کو ورد زبان ودل رکھنے والوں کو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی بشارت دی گئی ہے۔ حضرت امام فخر الدین رازی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں، استغفار اور درود شریف دونوں میں درود پاک کو بہتر سمجھو تم درود شریف کو وظیفہ بناؤ اور استغفار کا معاملہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر چھوڑ دو کیونکہ درود شریف تو فعل الٰہی ہے اس

کے قبول نہ ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جبکہ استغفار ایک درخواست ہے جس کے قبول ہونے یا نہ ہونے کا یقین نہیں۔ استغفار بھی خلوص نیت سے کی جاتی ہے اگر کوئی کوتاہی ہو جائے تو اس کے قبول ہونے کی کوئی دلیل نہیں جبکہ یہ بات بھی ثابت ہے رسول اللہ ﷺ ہمیشہ اپنی امت کے لیے استغفار فرماتے تھے۔

اللہ کریم امت محمدیہ ﷺ کی بخشش فرمائے اور ہر مسلمان کو ادب مصطفیٰ ﷺ جیسی عظیم نعمت سے سرفراز فرمائے اور عشق رسول اللہ ﷺ کی بے پایاں دولت نصیب فرمائے۔ بجز آقا کریم ﷺ کے ادب اور محبت کے زندگی بے رنگ اور بے مقصد ہے اللہ تعالیٰ درود پاک کی برکات سے امت مسلمہ کو فیضیاب ہونے کا شرف عطا فرمائے اور ہر مسلمان کو اپنے مسلمان بھائیوں کے لیے بدگمانی سے محفوظ رکھے کہ بدگمانیاں رشتوں اور تعلقات میں دراڑیں ڈالنے کا باعث ہیں۔ اس کے لیے دلوں کی پاکیزگی اور خلوص درکار ہے اور یہ کوئی مشکل کام نہیں بس تھوڑی سی فراخدلی کا مظاہرہ کریں۔

حضور نبی کریم علیہ تحیۃ والثناء والتسلیم کے معجزات جلیلہ کی مختصر جھلک

تمام انبیاء علیہم السلام کے معجزات سے افضل ترین معجزہ امام الانبیاء حبیب کبریا ﷺ کا معراج پر تشریف لے جانا اور خداوند عالم کے روبرو ہمکلام ہونا ہے۔

- آنحضرت ﷺ کے جسم اطہر کا سایہ نہ تھا
- آنحضرت ﷺ کے بدن اطہر پر کبھی مکھی نہ بیٹھی تھی
- آنحضرت ﷺ کو کبھی جمائی نہ آتی تھی
- آنحضرت ﷺ جیسے آگے دیکھتے تھے ویسے ہی پیچھے بھی دیکھتے تھے
- آنحضرت ﷺ اگر کسی منہ زور جانور پر بھی سوار ہوتے تو وہ بے لگام ہو کر نہ بھاگتا تھا۔

- آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پسینہ مبارک سے ایسی خوشبو آتی تھی کہ دنیا کی تمام خوشبوئیں بھی اسکے مقابل ہیچ تھیں۔
- آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کڑوے پانی میں اپنا لعاب دہن ڈالتے تو وہ پانی ہمیشہ کے لیے میٹھا ہو جاتا۔
- آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست اقدس کی انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہو جاتے تھے۔
- آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ اقدس کی ایمان کی حالت میں زیارت کرنیوالا مسرور اور بے خود ہو جاتا تھا۔
- آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نباتات جمادات اور شجر و حجر بھی درود شریف پڑھتے تھے اور صحابہ کرام انکی آواز تک سنتے تھے۔
- آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حیوان بھی اپنی شکایات پیش کر کے فیض نبوی سے مستفیض ہوتے تھے۔
- آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ابوجہل کی مٹھی میں بند کنکریوں نے کلمہ طیبہ کا ذکر کیا۔
- آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام عمر کسی کی دل شکنی نہ کی۔
- آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دس جلیل القدر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو دنیا میں ہی جنتی ہونے کی بشارت فرمائی۔
- آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حوض کوثر عطا کیا گیا ہے۔
- آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انگشت مبارک کے اشارہ سے چاند کو دو ٹکڑے کرنا۔

ازواج مطہرات واولادِ پاک

حضور سید عالم پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سیرت نگاروں کا بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گیارہ حرم محترم تھے بعض نے بارہ کہا ہے اور بعض نے نو حرم کہے ہیں، گیارہ ازواج مطہرات حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عقد نکاح میں آئیں بعثت سے پہلے صرف سیدہ خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا سے عقد نکاح فرمایا تھا اور جب تک آپ حیات رہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسری شادی نہ کی۔ روایت ہے کہ شب معراج آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جب سدرۃ المنتہیٰ سے گزر ہوا تو سرخ یاقوت کا ایک پردہ ملاحظہ فرمایا جس کے پیچھے تین مروارید یعنی موتیوں سے بنے خیمے نصب تھے میں نے دریافت کیا کہ یہ خیمے کس کے ہیں تو مجھے بتایا گیا کہ ایک خیمہ حضرت عیسیٰ روح اللہ کی والدہ محترمہ حضرت بی بی مریم رضی اللہ عنہا کا ہے دوسرا خیمہ فرعون کی بیوی حضرت بی بی آسیہ رضی اللہ عنہا کا اور تیسرا خیمہ حضرت بی بی سیدہ خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کا ہے۔

ام المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کے بطنِ اطہر سے دو فرزند حضرت سیدنا قاسم بن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت سیدنا عبداللہ بن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور چار دختران نیک اختر سیدہ زینب سلام اللہ علیہا سیدہ رقیہ سلام اللہ علیہا سیدہ ام کلثوم سلام اللہ علیہا اور سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا تھیں تیسرے صاحبزادے سیدنا ابراہیم بن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدہ ماریہ قبطیہ سلام اللہ علیہا کے بطن اطہر سے تولد ہوئے میں آئے تینوں فرزند صغیر سنی میں وصال فرما گئے۔ حضرت سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کی ولادت باسعادت زمانہ نبوت میں ہوئی۔ جبکہ باقی تمام اولاد اطہار کی ولادت بعثت سے پہلے ہوئی اور بعض روایات کے مطابق سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کی ولادت مبارک بھی زمانہ نبوت کے پہلے سال میں ہوئی۔

واللہ اعلم

شان علی المرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم

اَلنَّظَرُ اِلٰی وَجہِ عَلی عِبَادَۃ

علی کا چہرہ دیکھنا عبادت ہے

(المستدرک۔امام حاکم۔ص۔۱۴۰،جلد۔۳،صواعق محرقہ،ص۔۱۲۳)

منبع ولایت، آفتاب رُشد وہدایت امام المسلمین

امیر المومنین بوتراب فضیلت مآب قبلۂ حاجات ومطالب اسد اللہ الغالب سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم ابن ابی طالب بن عبد المطلب۔

سیدنا علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ شاہِ امامت وولایت ہیں اور حضرت خواجہ دو عالم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفۂ چہارم امام اول از آئمہ اثناء عشریہ اور افضل ترین خلائق بعد از امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان ذو النور بن رضی اللہ تعالیٰ عنہہ ہیں آپ کی والدہ ماجدہ کا اسم گرامی فاطمہ بنت اسد بن ہاشم تھا حضرت شیر خدا کرم اللہ وجہہ کی ولادت باسعادت بروجمعۃ المبارک ۱۳۔ ماہ رجب المرجب واقعہ فیل سے تیس سال بعد ہوئی اور ایک روایت کے مطابق سال فیل کے اٹھائیس سال بعد اور ایک دوسری روایت کے مطابق عام فیل کے سات سال بعد ہوئی۔

(پردۂ راز کے پیچھے جو کچھ تھا ظاہر ہوا یعنی اسد اللہ الغالب پیدا ہوئے) یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ روز ازل سے لیکر آج تک یہ سعادت ورتبہ کسی اور کو حاصل نہیں کہ آپ کی ولادت خانہ کعبہ میں ہوئی۔

سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی کنیت ابوالحسن اور ابوتراب ہے جبکہ آپ کے القاب امیر المومنین، مرتضیٰ، اسد اللہ اور ولی اللہ ہیں۔ روضۃ الشہدا سے روایت ہے کہ آپ نے بعد ولادت تین دن تک اپنی والدہ ماجدہ کا دودھ نہ پیا جب تک محبوب رب العالمین امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو گود میں لے کر چہرہ والضحیٰ کا دیدار نہ کرایا اور اپنی زبان حق ترجمان ان کے منہ میں نہ دے دی حضرت علی کرم اللہ وجہہ دیر تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان حق کو چوستے رہے۔ یہ وہ زبان حق تھی جو آیۃ کریمہ مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى (جو

اپنی خواہش سے بات نہیں کرتا بلکہ وہی بات کرتا ہے جو حق تعالیٰ سے وحی آتی ہے)

سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان اقدس جو ظاہری و باطنی رموز و اسرار کا سرچشمہ تھی اس سے فیضیاب ہونے کے بعد اپنی والدہ ماجدہ کا دودھ پیا اور جب عمر مبارک پانچ سال ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اپنے پاس رکھ کر خود تربیت خاص فرمائی حضرت علی کرم اللہ وجہہ جب عمر مبارک کے دسویں سال میں تھے تو مشرف با اسلام ہوئے اور اس کے بعد بھی کاشانۂ نبوت میں قیام فرما رہے تاوقتیکہ ہجرت کے دوسرے سال آپ کا عقد نکاح شہزادیٔ کائنات سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا سے ہوا جن کی عمر مبارک اٹھارہ برس یا ساڑھے پندرہ برس تھی۔

خرقہ معراج کا عطا ہونا

میر سید کرمانی سیر الاولیاء میں لکھتے ہیں حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم اوصاف و کمالات جود وسخا رزم و غنا اور فقر و صفا میں تمام صحابہ کرام میں ممتاز ہیں اور اپنی قوت و شوکت کی بنا پر اللہ رب العزت کی جناب سے لقب اسد اللہ الغالب عطا ہوا۔ اور خرقہ فقر جو شب معراج رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بارگاہ حق تعالیٰ سے عطا ہوا تھا۔ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم اس نعمت عظمیٰ سے بھی سرفراز ہوئے اس لیے آپ کو منبعٔ ولایت ہونے کا بھی شرف حاصل ہے اور اسی بنا پر چاروں سلاسل طریقت برحق میں مشائخ عظام میں جو خرقہ خلافت عطا کرنے کی سنت جاری ہوئی جو تا قیام قیامت تک بفضل تعالیٰ جاری رہے گی یہ فیض و کرم جس سے دین کو تقویت ملتی رہے گی سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا وہ فیض ہدایت ہے جس سے امت کی اصلاح و فلاح کا سلسلہ جاری ہوا۔ اور اسی فیض ربانی کی برکات سے امت گمراہ نہ ہوگی۔

قدوۃ الابرار حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہ نے رسالہ اشتغال میں لکھا ہے کہ حضرت سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بارگاہ رب العزت سے حکم ملا کر اسرار مرتبہ و ولایت و توحید جو مقام ''لی مع اللہ'' میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بغیر واسطہ جبریل امین حق تعالیٰ سے براہ راست ملے ہیں بلا طلب کسی کو نہ بتائے جائیں (یہ سنت بھی آج تک عظیم المرتبت مشائخ عظام میں جاری ہے) اور مرتبہ نبوت کے وہ احکام جو جبریل امین کے واسطے سے عطا ہوئے ہر خاص و عام تک پہنچائے جائیں خواہ کوئی طلب کرے یا نہ کرے ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس بنا پر مغموم حالت میں تشریف فرما تھے کہ ہر شخص مجھ سے شریعت کے احکام دریافت کرتا ہے جبکہ اسرار باطن کا کوئی طلب گار نہیں شائد یہ اسرار میں اپنے ساتھ ہی لے جاؤں گا۔ لیکن دفعتاً یہ حکم إِذَا أَرَادَ اللهُ شَيْئاً فِيهَاءِ أَسْبَابَه حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے دل میں خیال گزرا کہ فرمان الٰہی کے مطابق میں نے حضور آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے احکام شریعت تو حاصل کر لیے ہیں اور ان پر عمل کر رہا ہوں لیکن احوالِ باطن سے آگاہ ہونا باقی ہے آپ نے کمال صدق و اخلاص سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت مسرور ہوئے اور فرمایا: اے علی مجھے حق تعالیٰ سبحانہ سے یہی حکم ملا ہے کہ اسرار باطنی بغیر صدق طلب یہ راز کسی پر افشا نہ کروں۔ الحمد للہ حق تعالیٰ نے تجھے اس کو طلب کرنے کی ہدایت فرمائی ہے اسکے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے علی ولایت میں جسکا مطلب حق تعالیٰ کی ذات کا مشاہدہ کرنا ہے اس میں تم میری مانند ہو چنانچہ یہی راز حقیقت حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مشائخ عظام کو حاصل ہوئے۔ العلماء ورثۃ الانبیاء (علما وارث ہیں انبیاء کے) کا یہی مطلب ہے حضرت سیدی بندہ نواز گیسو دراز قدس اللہ سرہ العزیز اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خلافت کی دو اقسام ہیں۔ ایک کبریٰ اور دوسری صغریٰ۔ خلافت کبریٰ خلافت باطن ہے

اور خلافت صغریٰ خلافت ظاہری ہے۔ خلافت کبریٰ حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے لیے مخصوص ہے اور اس پر امت کا اتفاق ہے۔

فضائل ومراتب

حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا مقام فقر وولایت میں بلند ہے۔ حضرت خواجہ جنید بغدادی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ شیخنا فی الاحول والبلاء علی المرتضے یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم طریقت میں ہمارے امام ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت خواجہ حسن بصری قدس سرہ نے سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی خدمت میں عرض کیا کہ یا امیر المومنین مجھے کچھ وصیت فرمائیے۔ آپ نے فرمایا: اپنے اہل وعیال کا بے جا فکر مت کیا کرو کیونکہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کے دوست ہیں تو اللہ اپنے دوستوں کو فراموش نہیں کرتا اور اگر وہ اللہ سے دور ہیں تو اللہ سے دور ہونے والوں کے لیے غم اور فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔

روضۃ الشہدا میں لکھا ہے کہ امام احمد بن حنبل علیہ الرحمتہ نے فرمایا کہ ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام میں کسی کے ذریعے اس قدر علم نہیں پہنچا جتنا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ذریعے عطا ہوا ہے۔ تصوف کی قدیم ترین کتاب التعرف المذہب التصوف کی شرح میں لکھا ہے کہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے جو حقائق ومعارف بیان فرمائے ہیں آپ سے پہلے کسی نے بیان نہیں کیے اور نہ آپ کے بعد ایک دن آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور خاص کیفیت میں فرمایا۔ سَلُوْنِیْ مَاذُوْنَ الْعَرْشِ یعنی مجھ سے عرش سے بھی ماورا کے متعلق پوچھ لو اس سے پہلے کہ میں تم میں نہ رہوں۔ یہی وہ اثر ہے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کی ولادت پر اپنا لعاب دہن آپ کے منہ میں داخل کیا تھا۔

سرورِ انبیاء اور سرورِ اولیاء پر یکساں تجلی الٰہی

میر سید محمد گیسو دراز بندہ نواز قدس سرہ جوامع الکلم میں فرماتے ہیں کہ ایک دن نماز فجر کے بعد سید عالم پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام اصحاب سے فرمایا آؤ اور مجھے دیکھو۔ یہ سنتے ہی تمام صحابہ کرام جوق در جوق آئے اور محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے لیکن سیدنا علی کرم اللہ وجہہ زیارت کے لیے نہ آئے دوسرے روز حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے صبح کی نماز کے بعد لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آؤ اور مجھے دیکھو۔ چنانچہ ان کی زیارت کے لیے تمام اصحاب آنا شروع ہوئے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف نہ لائے یہ دیکھ کر خلیفہ اول امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے اس واقعہ کا راز دریافت کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس دن میں نے سب لوگوں کو دیکھنے کے لیے بلایا مجھ پر ایک ایسی پر کیف صورت میں تجلی ہوئی کہ اس نے مجھے آغوش میں لے لیا اور مجھے بے حد لذت محسوس ہوئی میں نے بارگاہ رب العزت میں عرض کیا کہ میری امت میں بھی کسی پر یہ تجلی ہوگی تو بارگاہ ایزدی سے فرمان ہوا کہ یہ تجلی انبیاء میں سے خاص آپ کا حصہ تھا۔ میں نے دوبارہ عرض کیا کہ اگر میری امت میں بھی کسی پر تجلی ہو جائے تو بہتر ہوگا فرمان ہوا کہ اپنی امت کے ہر آدمی کو ہمارے روبرو پیش کریں تاکہ ہم دیکھ لیں کہ کون اس قابل ہے۔ چنانچہ میں نے تمام لوگوں کو بارگاہ رب العزت میں یکے بعد دیگرے پیش کیا لیکن کوئی بھی اس لائق نہ نکلا۔ اس کے بعد میں نے علی کو پیش کیا تو فرمان ہوا ہاں یہ اس تجلی کے قابل ہے اور جو شخص آپ پر اور علی پر میری یہ تجلی نازل ہوتے دیکھ لے گا وہ بھی اس سے بہرہ ور ہوگا۔

دوسرے دن وہی صورت تجلی علی پر متجلی ہوئی اور اس نے ہم دونوں کو آغوش میں لے لیا اور اس مرتبہ پہلے سے بھی زیادہ کیف محسوس ہوا چنانچہ علی نے بھی لوگوں کو اس سے بہرہ ور

ہونے کے لیے طلب کیا جس طرح میں نے طلب کیا تھا۔

مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہ فَھٰذا عَلِیٌّ مَوْلَاہ

امام احمد نے اپنی صحیح سند کے ساتھ یزید بن حان سے روایت کی ہے کہ معین بن میسرہ نے زید بن ارقم (المتوفی ۔۶۶ ھ) سے کہا کہ آپ نے جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سنا ہے وہ ہم سے بیان فرمائیے تو زید بن ارقم نے کہا کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک تالاب ہے جسے خمِ غدیر کہا جاتا ہے وہاں ایک روز حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہمارے درمیان خطبہ پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان فرما کر نصیحت و وعظ فرمایا کہ میں تم میں ثقلین (یعنی دو بھاری چیزیں) چھوڑنے والا ہوں۔ اول کتاب اللہ ہے جو نور ہدایت ہے اور اور دوسری میری اہل بیت ہے۔

(تفسیر مواہب الرحمان ص۔۱۰)

اس خطبہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہ فَعَلِی مَوْلَاہ اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاہ وَعَادِ مَنْ عَادَاہ

(مشکوۃ شریف: ص ۵۴۶)

ترجمہ: ''جس کا میں مولا ہوں اس کے علی بھی مولا ہیں۔ خداوندا جو علی سے محبت رکھے اس سے تو بھی محبت رکھ اور جو علی سے عداوت رکھے اس سے تو بھی عداوت رکھ۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اہل بیت اطہار سے محبت فرمان اور تاکید رسول کے مطابق لازم وملزوم ہے۔

امام احمد نے براء بن عازب (المتوفی ۶۷ ھ سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب غدیر خم میں قیام پذیر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ

میں لیکر دو مرتبہ فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ میں ہر مومن کے نزدیک اس کی جان سے بھی زیادہ عزیز ہوں سب نے عرض کیا بیشک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَن کُنتُ مَولَاہ فَعلی مَولَاہ اَللّٰھُمَّ وَالِ مَن وَالَاہ وَعَادِ مَن عَادَاہ

اے اللہ! جس کا میں دوست ہوں اس کا علی بھی دوست ہے۔ اے اللہ! اس سے محبت رکھ جو علی سے محبت رکھے اور اس سے دشمنی رکھ جو علی سے دشمنی رکھے۔

اس واقعہ کے بعد جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ملے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابن ابی طالب! آپ صبح وشام خوش رہو اور آپ کو ہر مومن مرد اور ہر مومن عورت کا دوست اور محبوب ہونا مبارک ہو۔

(مشکوۃ شریف: ص۔ ۵۶۵، البدایہ والنہایہ ص۔ ۳۵۰)

باب مدینۃ العلم

ترمذی، مشکوہ، مستدرک میں لکھا ہے سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ رحمت عالمیان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَنَا مَدِینَۃُ العِلمِ وَعلی بَابُھَا، وَفِی رِوَایَۃ اَنَا دَارُ الحِکمَۃ وَعلی بَابُھَا

ترجمہ: ''میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے اور دوسری روایت میں ہے میں حکمت کا گھر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے''۔

ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ تمام علوم کا سرچشمہ سیدنا علی المرتضی کرم اللہ وجہہ ہیں۔ کنزل العمال میں درج ہے حضرت ابو الطفیل عامر بن واثلہ روایت کرتے ہیں ایک روز سیدنا علی کرم اللہ وجہہ خطبہ ارشاد فرمار ہے تھے میں بھی حاضر تھا میں نے اپنے کانوں

سے سنا اور دیکھا آپ نے فرمایا:

سَلُوْنِیْ فَوَاللّٰہِ لَا تَسْئَالُوْنِیْ عَنْ شَیْءٍ یَکُوْنُ اِلٰی یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اِلَّا حَدَّثْتُکُمْ بِہٖ۔

ترجمہ: ''مجھ سے سوال کرو اللہ کی قسم قیامت تک ہونے والی کسی چیز کے بارے میں تم مجھ سے سوال نہیں کرو گے مگر میں تمہیں اس کی خبر دوں گا''۔

حضرت مسلم بن اوس اور وجاریہ بن قدامہ رضوان اللہ علیہم کہتے ہیں، حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا:

سَلُوْنِیْ قَبْلَ اَنْ تَفْقَدُوْنِیْ فَاِنِّیْ لَا تَسْئَلُوْنِیْ عَنْ شَیْءٍ مَا دُوْنَ الْعَرْشُ اِلَّا اَخْبَرْتُکُمْ عَنْہُ۔

ترجمہ: ''مجھے کھو دینے سے قبل مجھ سے سوال کرو مادون العرش کسی چیز کے بارے میں مجھ سے سوال نہیں کیا جائیگا مگر میں اس کی خبر دوں گا''۔

امیر المومنین امام المسلمین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم قیامت تک کے احوال سے آگاہ تھے اور تمام علم کی نہریں آپ کے چشمہ علم سے چلی ہیں۔ ولی، غوث، قطب، ابدال، اوتاد، ابرار، اخیار، قلندر، درویش، اور سالک سب آپ ہی کے چشمہ فیض سے فیضاب ہوتے ہیں اور شجر طریقت کی شاخیں قادری، چشتی، اویسی، سہروردی سب آپ ہی سے فیض باطنی حاصل کرتے ہیں اور شریعت طریقت معرفت اور حقیقت کے علوم کے خزانے آپ ہی کو عطا کیے گئے ہیں ولایت کے تمام باب کا سرچشمہ سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں اور یہ تمام عطائیں نبی محتشم رحمت دو عالم رسول کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ کو تفویض ہوئیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی باطنی تربیت خاص اہتمام سے فرمائی ہے اسی لیے آپ کو مرید مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی کہا جاتا ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ کے چوتھے خلیفہ راشد ہونے میں کیا حکمت تھی

مراۃ الاسرار میں لکھا ہے کہ امیر المومنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے پہلے تین خلفاء راشد کے ادوار میں آپ نے گوشہ نشینی اختیار کی اور انتہائی زہد و ورع میں مشغول رہے۔ جبکہ اس سے پہلے سرور کائنات ﷺ کی تمام عمر مبارک میں تمام جنگوں میں زبردست جدوجہد کر کے مرتبہ جہاد کو کما حقہ انجام دیا اور آنحضرت ﷺ کے وصال با کمال کے بعد آپ نے اپنی قوت لا یموت سے تمام ظاہری مرادات کا دروازہ اپنے لیے بند کر لیا تھا کیونکہ یہ آپ کو عطا ہونے والی ولایت کبریٰ کا تقاضا تھا اس لیے آپ نے علوم معرفت میں مشغولیت اختیار کی اگر آپ خلیفہ اول بنتے تو حکومتی امور کی مصروفیات جو کہ بے پناہ ہوتی ہیں ان کی وجہ سے آپ ولایت کبریٰ کے باطنی کمالات کو پایۂ تکمیل تک نہ پہنچا سکتے تھے اور نہ ہی پہلے تین خلفاء رسول ﷺ کو اپنے جوہر دکھانے کا موقع ملتا۔ ان تینوں خلفاء کے ادوار میں سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اس گوشہ نشینی کی بدولت جو کمالات حاصل کیے وہ فیضان نبوت کا تسلسل ہے جو آپ کرم اللہ وجہہ سے فیضانِ ولایت جاری ہوا اور اس ولایت کاملہ کی برکات سے اولیائے کاملین کے ذریعے آج پوری دنیا میں اسلام کے نام لیوا موجود ہیں۔ اور حب علی سے سرشار ان اولیاء امت نے کیسے کیسے کمالات دکھائے اور یہی فیضان نبوت ہے جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکرم سے ولایت کبریٰ کی صورت میں جاری ہوا جو قیامت تک امت کی رہنمائی کرتا رہے گا اس ولایتعظمیٰ کے کمالات سے ہر دور میں کفار بھی حیران و ششدر رہے ہیں اہل علم وحکمت اور اہل باطن سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے چوتھے خلیفہ راشد ہونے کی حکمت سے خوب واقف ہیں اگر ایسا نہ ہوتا تو آج منصب ولایت کو بھی ایسا ارفع و اعلیٰ مقام بھی عطا نہ ہوتا۔ سمجھداروں کو سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے چوتھے خلیفہ راشد ہونے میں کارفرما حکمت خداوندی کو

پیش نظر رکھنا چاہیے۔ اس میں حکمت ہے کہ تینوں خلفاء کے دورِ خلافت میں سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم ان کے خاص مشیر تھے اور وہ ہر مشکل امور میں سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے ہی رجوع کرتے تھے اور آپ کے مشورے کو ہی فوقیت حاصل تھی خلیفہ راشد دوئم سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بارہا فرمایا میرے دورِ خلافت میں اگر سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی مشاورت شامل نہ ہوتی تو عمر ہلاک ہو جاتا۔ یہ کس قدر اعلیٰ اعزاز ہے جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے لیے اور انکے باب مدینۃ العلم ہونے پر شاہد ہے پہلے تین خلفاء راشد جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گوہر نایاب ہونے کا مرتبہ و مقام حاصل ہے ان میں سے پہلے خلیفہ راشد یار غار یار مزار امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں جنہوں نے سید عالم پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غارِ ثور میں تین دن تک جو فیض نبوی حاصل کیا وہ کسی اور کو نصیب نہ ہوا اسی لیے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو محرم راز نبوت بھی کہا جاتا ہے۔ واقعہ معراج کی جس طرح آپ نے تصدیق فرمائی یہ شانِ ابوبکر ہی ہے اور آپ کے اول خلیفۂ برحق ہونے پر تمام اصفیا اور علماء کا اتفاق ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقتدی بنے کیونکہ اس وقت سوائے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کوئی اور نہ تھا جو نبوت کا امام بن سکتا تھا۔ یہی سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں جن کے بارے میں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں نے تمام لوگوں کے احسانات کا بدلہ چکا دیا لیکن ابوبکر صدیق کے احسانات کا بدلہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن چکائے گا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے یہ کمال اعزاز ہے اور تمام صحابہ کرام میں آپ کا مرتبہ و مقام بلند ہے جس کے لیے کسی دلیل کی ضرورت نہیں اسی طرح دوسرے خلیفہ راشد امیر المومنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جو مراد رسول ٹھہرے رسول کریم روف و رحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مراد بننا انتہائی کمال کا درجہ ہے یہ مرتبہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ہی نصیب ہوا اور اس

میں منشائے ایزدی کارفرما تھی اور آپ رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ کا انتخاب بھی کہا جاتا ہے۔ شان عمر کا کوئی کیا اندازہ کرسکتا ہے جن کے دورِ خلافت میں بائیس لاکھ مربع میل تک اسلام کا پرچم لہرا رہا تھا اور آپ نے جو عدل وانصاف کا نظام قائم کیا قیامت تک کفار بھی اس کی مثال پیش کرتے رہیں گے اور جو اصلاحات آپ نے نافذ فرمائیں آج بھی دنیا اس سے استفادہ کررہی ہے۔ تیسرے خلیفہ راشد امیر المومنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں جو کہ ذوالنورین کے عالی شان لقب سے ملقب ہیں جن کی سخاوت اور فیاضی کے چرچے عرش فرش تک تھے جن کی حیاء ملائکہ بھی کرتے تھے، دنیا میں ایسا کون ہے جس کی سخاوت کو اللہ کریم نے خاص اپنے لیے پسند فرمایا ہے اور اس کائنات رنگ وبو میں ایسا کون ہے جس کے عقد نکاح میں کاشانہ نبوت کی دو شہزادیاں یکے بعد دیگرے آئیں آپ نے فیضان نبوت سے جو کمالات حاصل کیے ان میں تحمل بردباری بلند حوصلہ ایثار واحسان اور مروت جیسے عظیم کمالات تھے جسکا آپ نے عملی مظاہرہ فرما کر عظیم شہادت کے منصب اُولٰی پر فائز ہوئے۔ یہ تینوں خلفاء راشد بارگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عظیم گوہر تھے جنہوں نے اپنے زمانہ خلافت میں بے پناہ حکمت ودانائی کے جوہر دکھائے۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد اکابر مہاجرین وانصار اور تمام معززین کے متفقہ فیصلے کے مطابق سیدنا علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم نے مسند خلافت کو زینت بخشی اور ہر خاص وعام نے آپ سے بیعت کی منصب خلافت پر متمکن ہونے کے بعد امیر المومنین نے تمام اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جمع کرکے خطبہ ارشاد فرمایا۔

تم لوگوں نے میرے ہاتھ پر بیعت کی ہے لیکن یاد رکھو میں شریعت کی حد سے ہرگز تجاوز نہ کروں گا اور نہ ہی کسی کی رورعایت کروں گا۔ تمام امور کا فیصلہ باہمی مشاورت سے کروں گا اور بیت المال سے اپنے لیے ایک کوڑی تک نہ لوں گا اور کسی شخص کے ساتھ

امتیازی سلوک نہ کروں گا بلکہ ہر شخص پر شفقت کروں گا اور تم لوگوں کے باہمی تنازعات کا فیصلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عطا کردہ کتاب و سنت کے مطابق کروں گا۔ آپ نے اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ جمعہ کے دن مسجد کے منبر پر بیٹھ کر علی الاعلان یہی باتیں ہر خاص و عام کے سامنے بیان فرمائیں جس سے ہر شخص آپ کی فصاحت و بلاغت اور حسنِ کلام سے متاثر ہو کر آپ کو خراج تحسین پیش کرنے لگا۔

مدت خلافت و عمر مبارک

مراۃ الاسرار کی روایت کے مطابق آپ کی مدت خلافت چار سال نو ماہ تھی لیکن ایک دوسری روایت کے مطابق چھ سال تھی آپ کی عمر مبارک کے بارے میں بھی مختلف روایات ہیں ایک قول کے مطابق عمر مبارک تریسٹھ سال اور دوسرے قول کے مطابق پینسٹھ سال تیسرے قول کے مطابق ستاون سال اور چوتھے قول کے مطابق اٹھاون سال تھی۔

ازواج و اولاد

آپ کی نو بیویاں تھیں لیکن جب تک شہزادی کونین سیدہ فاطمۃ النساء سلام اللہ علیہا حیات رہیں آپ کرم اللہ وجہہ نے کوئی اور شادی نہ کی۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال مبارک کے چھ ماہ بعد جمادی الثانی ۱۱ھ میں سیدہ نے وصال فرمایا۔ اسکے بعد آپ کرم اللہ وجہہ نے آٹھ بیبیوں سے عقد نکاح کیا تمام ازواج سے اٹھارہ صاحبزادے اور دوسری روایت کے مطابق بارہ صاحبزادے اور پندرہ صاحبزادیاں ہوئیں اور آپ کے پانچ فرزند اوران کی اولاد زندہ رہی باقی لاولد انتقال فرما گئے۔ فرزندان کے اسمائے گرامی یہ ہیں امیر المومنین سیدنا حضرت امام حسن مجتبیٰ، سید الشہدا حضرت امام حسین، حضرت محمد حنیفہ، حضرت عمر، حضرت عباس، حضرت محمد بن حنیفہ، حضرت اسماء بنت عمیس کے بطن اطہر سے تولد

ہوئے حضرت عمر خولہ بنت جعفر بن قیس بن سلمہ کے بطن اطہر سے تولد ہوئے اور حضرت عباس ام البنین بنت خرام بن خالد بن جعفر بن ربیعہ کلاہی سے جو اکابر قریش میں سے تھے۔

رضوان اللہ علیہم اجمعین

امیر المومنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے سترہ ۱۷ رمضان المبارک ۴۰ھ کو علی الصبح بیدار ہو کر اپنے بڑے صاحبزادے حضرت امام حسن علیہ السلام سے فرمایا۔ اے فرزند آج رات مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کی امت کے طاقتور لوگوں نے میرے ساتھ سخت رویہ اختیار کر رکھا ہے اور کئی لوگ سازشیں کر رہے ہیں۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علی! تم ان ظالموں کے لیے دعا کرو۔ تو میں نے اس طرح دعا کی۔ یا الٰہ العالمین تو مجھے ان لوگوں سے بہتر لوگوں میں پہنچا دے اور میری جگہ پر ان لوگوں پر ایسا شخص مسلط کر دے جو ان جیسا ہو۔ ابھی آپ یہ فرما رہے تھے کہ ابن نباح موذن نے آواز دی الصلاۃ الصلاۃ۔ یہ سن کر سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نماز فجر کی امامت کے لیے گھر سے نکلے اور راستے میں لوگوں کو نماز کے لیے آواز دے کر جگاتے ہوئے جا رہے تھے کیونکہ اس دور میں فجر کی نماز پڑھنے کا طریقہ رائج تھا لوگوں کو آواز دے کر جگانا جب آپ جامع مسجد کوفہ میں تشریف لائے تو آپ کا قاتل ابن ملجم خارجی مسجد میں چھپ کر بیٹھا ہوا تھا یہ وہ بد بخت تھا جسکے بارے میں سیدنا علی المرتضیٰ جانتے تھے کہ یہ شخص مجھے قتل کریگا کیونکہ وہ کئی مرتبہ آپ کو مل بھی چکا تھا اور آپ نے اس کی آنکھوں میں اپنا خون بھی ملاحظہ فرمایا تھا لیکن اسکے باوجود (آپ فرمایا کرتے تھے کہ میرا قاتل دیر کیوں کر رہا ہے کیونکہ آپ اللہ کی رضا میں راضی تھے ابھی آپ نے نماز فجر کی

سنت موکدہ کی ایک رکعت ہی ادا فرمائی تھی کہ ابن ملجم ملعون نے اچانک پیچھے سے دائیں جانب زہر آلود تلوار سے بھرپور وار کیا اور آپ کے سر مبارک اور کنپٹی کو کاٹ کر رکھ دیا، خون کا فوراہ جاری ہوا اور آپ خون میں نہا گئے۔ اتنے میں لوگوں نے اس شیطان خصلت ابن ملجم کو قابو کر لیا اور ایک شور برپا ہو گیا۔ بوقت نماز آپ نے امام حسن علیہ السلام سے فرمایا کہ فجر کی جماعت کا وقت ہو گیا ہے، جماعت کراؤ اسطرح نماز ادا فرمائی اور پھر آپ نے فرمایا: رب کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا ہوں، اے اللہ! تیرا شکر ہے کہ میں اس حال میں تیرے حضور حاضر ہو رہا ہوں۔ چار روز تک آپ کے زخم کا علاج ہوتا رہا لیکن زہر آلود تلوار کے زخم مندمل نہ ہو سکے اکیس ۲۱ رمضان المبارک ۴۰ ھ کو آپ خالق حقیقی کے حضور حاضر ہو گئے۔

کسے را میسر نہ شد ایں سعادت   بکعبہ ولادت بمسجد شہادت

سیدۃ النساء، مادر حسنین کریمین، خاتونِ جنت

سیدہ فاطمۃ الزہرا بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مدارج النبوت اور دیگر مستند کتب سیرت میں سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کی ولادت مبارک کے بارے میں لکھا ہے کہ مخدومۂ کائنات سلام اللہ علیہا کی ولادت نبوت کے پہلے سال ہوئی اور آپ ام المومنین سیدہ خدیجہ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کے بطن اطہر سے ہیں سید عالم پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک اس وقت اکتالیس سال تھی۔

سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کے القابات زہرا، سیدۃ النساء، بتول، طیبہ، طاہرہ، مخدومۂ کائنات، خاتونِ جنت ہیں۔

سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کے نام کی برکات

صواعق محرقہ میں ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی صاحبزادی کا نام فاطمہ اس لیے رکھا کہ اللہ رب العزت نے ان کو اور انکے محبین کو آتش دوزخ سے محفوظ رکھا ہے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

تحقیق: میں نے اپنی بیٹی کا نام فاطمہ اس بنا پر رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اور اس کے محبین کو دوزخ سے علیحدہ کر دیا ہے۔

جاننا چاہیے کہ سیدہ فاطمہ زہرہ سلام اللہ علیہا کے مبارک نام کی تعظیم و تکریم اور ادب کی برکات سے اہل ایمان کو جنت کی بشارت اور دوزخ سے نجات کی خوشخبری ہے۔

خصائل اور زیادہ معروف لقب

سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے القابات تو بہت ہیں لیکن ایک لقب زہرہ زیادہ مقبول و معروف ہے ''زہرا'' جس کے معنی جنت کے چمن کی کلی ہے۔ سیدہ سلام اللہ علیہا صورت و سیرت حسن و جمال بیمثال میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سب سے زیادہ مشابہہ تھیں اسی لیے آپ سلام اللہ علیہا کو ''کلی'' کے نام سے زیادہ یاد کیا جاتا ہے۔

''كَأَنَّتَ كَالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ'' کہ جیسے چودھویں رات کا چاند چمکتا ہے۔

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو اٹھنے بیٹھنے چلنے پھرنے حسن خلق اور گفتگو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا سے زیادہ مشابہہ ہو ایک حدیث مبارکہ میں ہے کہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے سیدہ فاطمہ سے بڑھ کر کسی کو فصیح نہیں دیکھا اور ایسا کیوں نہ ہوتا کہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی ہیں۔

سیدہ فاطمۃ زہرا کا نکاح مبارک

جب سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کی عمر مبارک بعض روایت کے مطابق ساڑھے پندرہ سال ہوئی تو حضور سید عالم پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے جید صحابی حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ذریعے اکابر صحابہ کرام سیدنا ابوبکر صدیق وسیدنا عمر بن خطاب وسیدنا عثمان ابن عفان وعلی المرتضی رضوان اللہ علیہم اور چند دوسرے صحابہ کرام کو پیغام بھیجا سب جمع ہو گئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا جس میں حمد وثناء کے بعد نکاح کے بارے میں ترغیب نکاح کا مضمون تھا اور پھر ارشاد فرمایا۔

مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں اپنی بیٹی فاطمہ کا نکاح علی بن ابی طالب سے کروں۔ اور ان کا مہر چار سو مثقال مقرر کرتا ہوں۔ اے علی تجھے قبول ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عرض کیا میں بخوشی قبول کرتا ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین بار تکرار حاضرین کی موجودگی میں کی اور پھر یہ دعا فرمائی۔

''اللہ تعالیٰ تم دونوں کو برکت دے اور تمہیں نیک اولاد عطا فرمائے''۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام اکابر صحابہ کرام کی موجودگی میں عقد فرما دیا اور سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کو سیدنا علی المرتضیٰ کے ساتھ رخصت فرمایا۔

الحیات الخفی میں لکھا ہے کہ بعد نماز عشاء حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سیدنا علی المرتضی کے ہاں تشریف لائے تو ایک برتن میں پانی پر دم کر کے دونوں پر چھڑکا یہ بھی لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معوذتین پڑھ کر دم کیا۔

پھر دعا فرمائی، سیدہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا رو پڑیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بیٹی کیوں روتی ہو میں نے تمہارا عقد نکاح اللہ تعالیٰ کے حکم سے علی المرتضیٰ سے کر دیا ہے۔

جہیز مبارک

سیدہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو جہیز میں دو عدد جوڑے، دو بازو بند نقرئی، ایک چادر، ایک پیالہ، ایک چکی، دو گلاس، ایک مشکیزہ، ایک کٹورہ پانی پینے والا، دو عدد رضائیاں، چار گدے دو اُون سے بھرے ہوئے یہ جہیز کاشانہ نبوت سے شہزادی کونین کو عطا ہوا۔

چند دنوں بعد ایک منافق رئیس نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کہا۔ اے علی اگر آپ میری بیٹی سے شادی کرتے تو میں اتنا جہیز دیتا کہ اونٹوں کی قطاریں لگ جاتیں سیدنا علی نے فرمایا یہ شادی نہ تقدیر سے اور نہ تدبیر سے ہوئی ہے بلکہ امرِ الٰہی سے ہوئی ہے یہی میرے لیے سب سے بڑا جہیز ہے اور دنیا کے مال ومتاع کو میں اپنی ٹھوکر میں رکھتا ہوں حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے جب اس منافق کو یہ جواب دیا تو غیب سے ندا آئی اے علی ذرا آسمان کی طرف تو دیکھو آپ نے اوپر دیکھا تو حد نگاہ تک آسمان پر بہشت کے انعام و اکرام سے لدئے ہوئے اونٹوں کی قطاریں تھیں یہ دیکھ کر علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے منافق سے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے فاطمہ کا وہ جہیز دکھایا ہے جو روئے زمین پر قیامت تک کوئی نہ دیکھ سکے گا۔

سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کی عبادت سے بے پناہ رغبت

سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کا روزمرہ کا یہ معمول تھا کہ گھر کے کام کاج میں مصروف رہتیں اور ساتھ ساتھ ذکر واذکار اور تلاوت قرآن میں بھی مشغول رہتیں۔ نماز فجر کے بعد سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سیدہ کے گھر سے گزرتے تو چکی چلنے کی آواز سن کر نہایت محبت آمیز الفاظ سے فرماتے اے اللہ رب العزت میری فاطمہ کو بہتر جزائے خیر عطا فرما۔ سیدنا امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں نے اکثر اپنی جان مادر خاتون جنت کو صبح

سے شام اور شام سے صبح تک عبادت میں مشغول پایا اور اللہ تعالیٰ کے حضور گریہ زاری فرماتیں۔

جلیل القدر صحابی حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے سیدہ کے گھر حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ حسنین کریمین سو رہے تھے اور سیدہ انہیں ہاتھ والے پنکھے سے ہوا دے رہی تھیں اور زبان اقدس سے قرآن پاک کی تلاوت فرما رہی ہیں یہ دیکھ کر مجھ پر عجیب کیفیت طاری ہوئی امام حاکم نے مستدرک میں لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جنت کی عورتوں میں سب سے افضل عورتوں میں سیدہ خدیجۃ الکبریٰ، سیدہ فاطمہ زہرا، مریم بنت عمران، اور آسیہ بنت مزاحم یعنی فرعون کی بیوی جس نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی پرورش فرمائی۔

سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کی تعظیم

ترمذی شریف میں ہے کہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں جب بھی سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوتیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہو کر سیدہ کا استقبال فرماتے۔
سر اقدس کا بوسہ لیتے اور بڑی کمال شفقت سے اپنے پاس بٹھا لیتے۔ اور جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدہ کے ہاں تشریف لاتے تو آپ تعظیم کے لیے کھڑی ہو جاتیں اور بے حد خوشی کا اظہار فرماتیں۔

اس حدیث پاک کی رو سے پتہ چلتا ہے بیٹی کا رشتہ کتنا عظیم ہے کہ ختمی مرتبت تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی صاحبزادی کے لیے کھڑے ہو جاتے۔ یہ پیغام پوری انسانیت کے لیے ہے کہ بیٹی کا رشتہ کتنا مقدس ہے ویسے بھی سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورت کے ہر رشتے کو جو

اعزاز اور مرتبہ عطا فرمایا ہے یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان کریمی کا مظہر ہے۔ ماں ہے تو اس کی شان نرالی ہے بیٹی ہے تو اس کا رتبہ عالی ہے بیوی ہے تو اس کی عزت کا کیا اعلیٰ مقام ہے بہن ہے تو اس کی عزت کتنی مقدس ہے غرضیکہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورت کے ہر رشتے کو مقدس فرمایا ہے یہ دین اسلام کی خوبصورتی ہے جس نے عورت کو انتہائی باعزت مقام عطا کیا ہے جو اور کسی بھی مذہب وملت میں نہیں ہے۔

قیامت کے دن سیّدہ کا مقام

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن ایک ندا آئے گی اے محشر والو اپنی نگاہیں جھکالو تا کہ سیدہ فاطمہ بنت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سواری گزر جائے اور سیدہ کے ساتھ ستر ہزار حوران بہشت ہوں گی جو تیزی سے گزر جائیں گی۔

سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کا وصال مبارک

سید عالم پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال مبارک کے ٹھیک چھ ماہ بعد سیدہ کا وصال ہوا اپنے پدر بزرگوار صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جدائی کے صدمے سے اس قدر گریہ زاری فرماتیں کہ درو دیوار بھی گریہ کناں ہو جاتے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ منورہ پر حاضر ہو کر قبر اطہر کی خاک اپنی آنکھوں سے لگاتیں اسی صدمے میں سیدہ کا وصال ہوا اور جس دن وصال فرمایا اس دن خود غسل فرمایا اور پاکیزہ لباس پہنا نماز ادا کی اور بعد ازاں اپنا داہنا ہاتھ مبارک رخسار کے نیچے رکھ کر قبلہ رو لیٹ گئیں اور فرمایا میں اپنی جان اللہ وحدہ لاشریک کے سپرد کر رہی ہوں۔ یہ تین رمضان المبارک شب سہ شنبہ کا دن تھا۔ روایت ہے کہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرض الموت کا وقت آیا تو سیدہ کو طلب فرمایا اور انکے کان میں کوئی بات کہی تو

آپ رو پڑیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ کے کان میں سرگوشی کی تو آپ ہنس پڑیں۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک موقعہ پر میں نے سیدہ فاطمۃ الزہرا سے پوچھا وہ کیا باتیں تھیں تو سیدہ فاطمہ نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں اسی مرض الموت میں انتقال کر جاؤں گا۔ یہ سن کر میں رو پڑی اور پھر سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سب سے پہلے تم مجھ سے ملو گی یہ سن کر میں ہنس پڑی۔

سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کا فیض جاری ہے

رحمت عالمیان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدہ فاطمۃ النساء سلام اللہ علیہا سے بے پناہ محبت فرماتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معمول تھا جب کبھی سفر پر تشریف لے جاتے تو سب سے ملکر آخر میں سیدہ کے گھر تشریف لاتے اور جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو سب سے پہلے سیدہ کے گھر تشریف آوری ہوتی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔ جس نے فاطمہ کو ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا اور فاطمہ سلام اللہ علیہا جنت میں عورتوں کی سردار ہیں۔

کیونکہ سیدہ فاطمہ اپنے گھریلو امور خود انجام دیا کرتی تھیں اور گھریلو کام کاج اور چکی چلانے کی وجہ سے ہاتھوں میں گھٹے پڑ گئے تھے۔ ایک دن سیدہ کو خبر ملی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس چند لونڈیاں اور غلام مالِ غنیمت میں آئے ہیں یہ سن کر آپ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ ایک لونڈی مجھے بھی عنایت فرمائیں یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قدرے تبسم فرمایا اور سیدہ سے فرمایا: اے فاطمہ! کیا تمہیں اس سے بہتر چیز نہ عطا کروں۔ سیدہ نے عرض کیا، پیارے پدر بزرگوار! وہ کیا چیز ہے؟ اللہ تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر فرض نماز کے بعد ۳۳ بار سبحان اللہ ۳۳ بار الحمد للہ اور ۳۴ بار

اللہ اکبر پڑھ لیا کرو۔ یہ تسبیح جو خیر و برکت کا خزانہ ہے، یہ سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کا ہی وظیفہ ہے جو آپ کے وسیلے سے ہر مسلمان ہر فرض نماز کے بعد کرتا ہے اور اس وظیفہ کے فیوض برکات سے فیضیاب ہوتا ہے اور اس کی برکات کا شمار ممکن ہی نہیں۔

خاتون جنت سیدہ فاطمۃ الزہرا بتول سلام اللہ علیہا کے بطنِ اطہر سے نوجوانانِ جنت کے سردار حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین علیہم السلام اور سیدہ ام کلثوم اور سیدہ زینب سلام اللہ علیہا تولد ہوئے اور ایک صاحبزادے امام محسن علیہ السلام صغیر سنی میں ہی انتقال فرما گئے تھے۔

علامہ محمد اقبال علیہ الرحمۃ نے سیدہ فاطمۃ النساء سلام اللہ علیہا سے اپنی والہانہ عقیدت و احترام اور سیدہ کے مرتبہ و مقام کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا ہے۔

رشتۂ آئینِ حق زنجیر پاست
پاس فرمان جناب مصطفیٰ است
ورنہ گر تربتش گردید مے
سجدہ ہا بر خاک او پاشید مے

ترجمہ: میرے پاؤں میں قانونِ خداوندی کی زنجیر ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے حکم کا پاس ہے ورنہ میں خاتون جنت سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے مزار اقدس کا طواف کرتا اور آپ کی قبر اقدس پر سجدے کرتا۔

(رموزِ اقبال)

امیر المومنین سیدنا امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام

سید اہل الارض والسماء شبیہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سرورِ سینۂ مرتضیٰ قرۃ العین فاطمۃ الزہرا وارثِ علوم انبیاء امامِ شاہ وگدا سبط النبی امیر المومنین ابو محمد حسن مجتبیٰ علیہ السلام بن علی بن ابی طالب آئمہ اہل بیت اطہار میں دوسرے امام ہیں۔ آپ کی کنیت ابو محمد اور لقب نقی ہے۔

ولادت باکرامت

آپ کی ولادت مبارک سہ شنبہ پندرہ ۱۵ رمضان المبارک ۳ھ کو مدینہ منورہ میں ہوئی اور آپ کی دایہ کا نام مسراح الکندیہ ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا کہ اے علی اسکا نام رکھو۔ حضرت علی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسکا نام آپ تجویز فرمائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں اس فرزند دلبند کا وہی نام رکھوں گا جو خدائے تعالیٰ فرمائے گا۔ اتنے میں جبریل علیہ السلام نے جنت کے ریشمی ٹکڑے پر امام حسن کا لکھا ہوا اسم گرامی پیش کیا اور عرض کیا یا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اللہ عزوجل نے اس فرزند کی ولادت پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبارکباد فرمایا ہے۔ اسطرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پہلے صاحبزادے کا نام حسن رکھا۔ اور ولادت کے ساتویں روز ان کا عقیقہ کیا بال منڈوائے اور فرمایا بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کی جائے۔ سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا جب امام حسن علیہ السلام کو اپنی گود میں لوری دیا کرتی تھی تو یہ الفاظ زبان اقدس ہوتے۔

آنتَ شبیہٌ بِأَبِي لَستَ شبیہٌ بعلِي

ترجمہ: تیری مشابہت میرے باپ رسول اللہ سے ہے علی سے اتنی مشابہت نہیں۔

امام حسن علیہ السلام اپنے نانا سید عالم پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت مشابہت رکھتے تھے حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں حضرت حسن سر سے لیکر سینہ تک رسول کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشابہہ ہیں اور حضرت حسین علیہ السلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اطہر کے زیریں حصہ سے بہت مشابہہ ہیں۔

امام احمد رضا خان فرماتے ہیں:

معدوم نہ تھا سایۂ شاہِ ثقلین اس نور کی جلوہ گاہ تھی ذات حسنین
تمیثل نے اس سایہ کے دو حصے کیے آدھے سے حسن بنے ہیں آدھے سے حسین

جب حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال باکمال ہوا تو اسوقت امام حسن علیہ السلام کی عمر مبارک ساڑھے سات سال تھی اور اس کم عمری کے باوجود آپ سے متعدد حدیثیں مروی ہیں۔ صاحب تلقیح نے آپ کا ذکران صحابہ میں کیا ہے جن سے تیرہ حدیثیں روایت کی گئی ہیں۔ لکھتے ہیں ساڑھے سات سال کی عمر ہی کیا ہوتی ہے اتنی عمر میں اس وقت اتنی حدیثوں کو یادرکھنا اور نقل کرنا خداداد حافظہ ہے۔

امام حسن علیہ السلام کے فضائل

حضرت امام حسن مجتبٰی علیہ السلام کے فضائل میں بہت سی احادیث مروی ہیں۔ بخاری شریف ص ۵۳۰ میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر رونق افروز ہیں اور حضرت امام حسن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلو میں ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی صحابہ کی طرف توجہ فرماتے اور کبھی حسن کی طرف اور پھر فرمایا میرا یہ فرزند سردار ہے اللہ تعالٰی اسکے ذریعہ سے مسلمانوں کے دو گروہوں کو خونریزی سے محفوظ فرمائے گا اور ان میں مصالحت کرا دیگا۔ الشرف المؤید۔ ص، ۶۰ میں لکھا ہے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدے کی حالت میں ہوتے تو حضرت حسن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گردن مبارک یا پشت

پر سوار ہو جاتے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدے کو طویل فرماتے یہاں تک کہ حضرت حسن خود نیچے اتر آتے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود انہیں نہ اتارتے تھے اور اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رکوع کی حالت میں ہوتے تو اپنے قدمین مبارک کے درمیان اتنا فاصلہ کر دیتے کہ حضرت حسن انکے درمیان سے دوسری طرف گزر جاتے۔

مشکوۃ شریف میں لکھا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل والتسلیم ایک مرتبہ حضرت حسن علیہ السلام کو اپنے کندھے مبارک پر بٹھائے ہوئے تھے کسی صحابی نے کہا اے صاحبزادے آپ کی سواری تو بہت اچھی ہے یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ بھی دیکھو کہ سوار بھی بہت اچھا ہے تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے کہ امام حسن علیہ السلام کی سخاوت بیمثال تھی اکثر ایک ایک شخص کو ایک ایک لاکھ درہم عطا فرما دیتے تھے ابن سعد نے علی بن زید سے روایت کی ہے کہ سیدنا امام حسن علیہ السلام نے تین مرتبہ آدھا آدھا مال راہ خدا میں دے دیا اور دو مرتبہ پورا مال اللہ کے راستے میں خرچ کر دیا آپ انتہائی بردبار اور حلیم الطبع تھے کبھی کسی پر ناراض نہ ہوتے لیکن احکامات شرعیہ کے معاملے میں کوئی رو رعایت نہ فرماتے تھے تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے امام حاکم سے روایت ہے کہ سیدنا امام حسن علیہ السلام نے پچیس حج پا پیادہ ادا فرمائے۔ حالانکہ آپ کے ہمراہ اعلیٰ نسل کے اونٹ ہوتے تھے لیکن آپ ان پر سوار نہ ہوتے اور پیدل ہی راستہ طے فرماتے۔ اللہ تعالیٰ سے انتہائی ڈرنے والے تھے لیکن لوگوں کے ساتھ بڑی شفقت سے پیش آتے کبھی کسی کی دل آزاری نہ فرماتے بلکہ لوگوں کی کڑوی کسیلی باتیں سن کر بھی کبیدہ خاطر نہ ہوتے، جواب میں ان کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آتے جس سے متاثر ہو کر لوگ آپ کے گرویدہ ہو جاتے تھے۔

خلافت سے دستبرداری

شمیم رسالت میں لکھا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت کے بعد امام حسن علیہ السلام مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوئے اور چالیس ہزار لوگوں نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی اور یہ بیعت ان لوگوں نے مرتے دم تک کے لیے کی۔ آپ علیہ السلام چھ ماہ تک منصب خلافت پر فائز رہے اس دوران آپ کے خلاف سازشیں بھی ہوتی رہیں۔ پھر آپ نے امیر معاویہ کی طرف کوچ کیا ادھر امیر معاویہ بھی ان کی طرف چلے جب دونوں فوجوں کا آمنا سامنا ہوا۔ تو امیر المومنین امام حسن علیہ السلام نے اپنی بصیرت سے اندازہ لگا لیا اگر جنگ ہوئی تو دونوں فوجوں میں سے ایک ختم ہو جائیگی جس سے مملکت اسلامیہ کمزور ہوگی اور دیر پا امن قائم نہ ہو سکے گا۔ لہٰذا آپ نے حسن تدبر سے کام لیتے ہوئے خونریزی سے گریز کیا اور امیر معاویہ کو پیغام بھیجا کہ میں چند شرائط پر اپنا حق تمہیں دیتا ہوں۔ امیر معاویہ سے مختصر گفتگو کے بعد امام حسن علیہ السلام کوفہ کی جامع مسجد میں تشریف لائے یہ واقعہ جمادی الاول ۴۱ھ کو پیش آیا آپ امیر معاویہ کے حق میں خلافت سے دست برادر ہو گئے اور اس میں جو شرائط امام حسن علیہ السلام نے رکھی تھیں وہ مملکت اسلامیہ کی فلاح اور بہتری کے لیے تھیں جنہیں امیر معاویہ نے قبول کیا۔ اسطرح امام حسن علیہ السلام کی فراست اور تدبر کی بدولت مسلمانوں کے دو گروہ بہت بڑی خونریزی سے محفوظ رہے کیونکہ امام حسن علیہ السلام کے ساتھ جو لوگ تھے ان کی آپ سے مرتے دم تک بیعت تھی۔ اگر یہ جنگ ہوتی تو بڑی خوفناک تھی امام حسن علیہ السلام نے اپنے نانا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس فرمان کو سچ کر دکھایا جو آپ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے امام حسن کی کم عمری کے وقت فرمایا

تھا۔ کہ میرا یہ فرزند دو بڑے گروہوں میں صلح کرائے گا۔ اور امت کو بہت بڑے نقصان سے محفوظ رکھے گا۔ سیدنا امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام انتہائی غیر معمولی اوصاف کے مالک تھے آپ کی نسبی سیادت وشرافت، سخاوت وعدالت، عبادت اور بردباری کا کوئی ثانی نہیں اسی لیے آپ کو فرزند اسلام بھی کہا جاتا ہے۔

حضرت امام حسن علیہ السلام کی فراست

شمیم رسالت کے مؤلف حضرت مولانا علی اصغر چشتیؒ نے آپ کی فراست کا ایک ایمان افروز واقعہ تحریر کیا ہے۔ امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ علیہ السلام کے دور خلافت میں ایک شخص کو قاتل کی حیثیت سے امیر المومنین کے سامنے پیش کیا گیا۔ اس شخص کو ایک ویران اور غیر آباد علاقے سے گرفتار کیا گیا تھا۔ گرفتاری کے وقت اسکے ہاتھ میں خون آلود چھری تھی اور قریب ہی خاک وخون میں لت پت ایک لاش پڑی ہوئی تھی جس سے خون بہہ رہا تھا اس شخص نے اقبال جرم کرلیا۔ امیر المومنین نے قصاص کا حکم دے دیا۔ اسی اثناء میں ایک شخص دوڑتا ہوا آیا اور خلیفۃ المسلمین کے حضور اقبال جرم کرلیا، آپ نے پہلے شخص سے پوچھا کہ اگر تم نے قتل نہیں کیا تو اقبال جرم کیوں کیا۔ وہ کہنے لگا اے امیر المومنین جس حالت میں میری گرفتاری ہوئی میرا انکار کرنا کسی بھی صورت ممکن نہ تھا کیونکہ میں خون آلود چھری سمیت لاش کے قریب سے گرفتار ہوا۔ واقعہ یوں ہے کہ میں پیشہ کے اعتبار سے ایک قصاب ہوں جائے وقوعہ کے قریب ہی ایک بکرا ذبح کررہا تھا اتنے میں مجھے پیشاب کی شدید حاجت ہوئی قریب ہی جھاڑی کے پاس چھری سمیت پیشاب کرکے فارغ ہوا تو حکومتی کارندوں نے گرفتار کرلیا اور آپ کے حضور پیش کردیا۔ اب ان لوگوں کی نظر میں تو میں ہی قاتل ہوں جو جائے وقوعہ پر موجود تھا اور ان کارندوں نے مجھے قاتل سمجھ کر آپ کے حضور پیش کردیا

اب انکار کس بنا پر کرتا کہ میری صفائی دینے والا کوئی گواہ بھی موجود نہیں۔ امیر المومنین نے دوسرے شخص سے دریافت فرمایا جو بھاگ کر آیا تھا پوچھا تم نے اقبال جرم کیوں کیا ہے اس نے بتایا میں ایک کنگال بدو ہوں مقتول کو میں نے مال کے لالچ میں قتل کیا جب ذرا آہٹ ہوئی تو میں ایک گوشہ میں چھپ گیا۔ اتنی دیر میں حکومتی کارندے آ گئے اور اس بے گناہ قصاب کو پکڑ کر لے گئے اور میرے ضمیر نے مجھے لعنت ملامت کی لہٰذا اب میں اپنا اقبال جرم کرتا ہوں یہ سن کر امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے سیدنا امام حسن سے رائے طلب کی تو آپ نے عرض کیا یا امیر المومنین اگر اس شخص نے ایک کو ہلاک کیا ہے تو دوسرے کو اقبال جرم کر کے بچایا بھی تو ہے اور ارشاد ربانی ہے۔

وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَا اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعاً (۵۔۳۲)

ترجمہ: "اور جس نے ایک شخص کی جان بچائی گویا اس نے سارے جہاں کی جان بچائی۔"

امیر المومنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے حضرت امام حسن علیہ السلام کے مشورہ کو قبول فرمایا۔ اور ان دونوں کو رہا کرنے کا حکم صادر فرما کر مقتول کے لواحقین کو بیت المال سے خون بہا ادا کرنے کا حکم بھی دے دیا۔ یہ فراست اور حکمت ہے سیدنا امام حسن علیہ السلام کی۔ جس سے ایک بے گناہ کی جان بخشی ہوئی اور ایک سچ بولنے والے کی۔

اللہ اللہ چہ اندازِ جود و سخا

ابوالحسن مدائنی نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام حسن علیہ السلام حضرت امام حسین علیہ السلام اور حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ حج کے لیے مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ روانہ ہوئے راستہ میں زادراہ جن خچروں پر لدا ہوا تھا وہ گم ہو گئے بہت تلاش بسیار کے بعد بھی نہ ملے ویرانے میں بھوک اور پیاس نے غلبہ کیا کچھ فاصلے پر ایک جھونپڑی پر نظر

پڑی۔ اس طرف چل دیئے۔ دیکھا کہ ایک بڑھیا وہاں موجود تھی اس سے پینے کے لیے پانی طلب کیا اس نے کہا یہ ایک بکری ہے اس کا دودھ دوہ کر پی لو۔ تینوں شہزادوں نے دودھ پی کر بڑھیا سے کہا کوئی کھانے والی چیز بھی ہے۔ اس نے کہا یہی بکری ہے اگر چاہوتو اسے ذبح کر کے کھالو۔ تینوں نے بکری کو ذبح کیا اور اسکا گوشت بھون کر کھالیا۔ جب چلنے لگے تو بڑھیا سے کہا ہم قریش قوم سے ہیں مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ حج کے لیے جارہے ہیں۔ حج کے بعد واپس مدینہ منورہ چلے جائیں گے۔ دوبارہ کبھی اس طرف آنا ہوا تو تمہارے اس حسن سلوک کا بدلہ اتار دیں گے۔ یہ کہہ کر تینوں شہزادے اپنی منزل کی طرف چل دیئے۔ کچھ دیر بعد اس بڑھیا کا خاوند آ گیا بڑھیا نے سارا ماجرہ اسے سنایا۔ اسکا خاوند اس پر سخت ناراض ہوا اور کہنے لگا تم نے بغیر جان پہچان کے ان کو بکری کھلا دی۔ تجھے کیا معلوم کہ وہ قریشی تھے یا نہیں۔ بڑھیا نے کہا: بلاشبہ ان کی صورتیں نورِ اعلیٰ نور تھیں اور عمدہ لباس انکے قریشی ہونے پر گواہ تھا۔ یہ سن کر خاوند خاموش ہو گیا۔ کچھ عرصہ بعد انہیں کسی کام کی غرض سے مدینہ منورہ جانا پڑا۔ جب مدینہ منورہ پہنچے تو اتفاق سے اسی گلی میں داخل ہوئے جہاں کاشانہ سادات تھا۔ امام حسن علیہ السلام نے اس بڑھیا کو پہچان لیا اور فرمایا تم وہی بڑھیا ہو جس نے اپنی ایک ہی بکری کا گوشت ہمیں کھلا دیا تھا۔ آپ نے فوراً غلام کو بلا کر فرمایا یہ بڑھیا ہماری محسن ہے اسے ایک سو بکری اور ایک ہزار درھم دے دو اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ ان کو میرے بھائی حسین کے پاس لے جاؤ۔ امام حسین نے بھی اس بڑھیا کو دیکھتے ہی پہچان لیا اور بہت خوش ہوئے ان کی تواضع کے بعد ایک سو بکری اور ایک ہزار درھم دیکر غلام سے فرمایا ان کو عبداللہ بن جعفر طیار کے پاس لے جاؤ جب یہ ان کے پاس پہنچے تو وہ بھی بڑھیا اور اسکے خاوند کو دیکھ کر بڑے مسرور ہوئے انہوں نے دو سو بکریاں اور دو ہزار درہم عطا فرمائے۔ بڑھیا اور اس کا خاوند ان تینوں شہزادوں کی سخاوت دیکھ کر حیران ہوئے۔

بڑھیا نے اپنے خاوند سے کہا دیکھا میں نہ کہتی تھی کہ وہ قریشی تھے۔ ان تینوں حضرات کی بے مثال سخاوت نے اس بڑھیا اور اسکے خاوند کو خوشحال بنا دیا اور بکریوں کے ساتھ شہزادوں نے چند غلام بھی روانہ کیے تا کہ وہ دونوں بوڑھے میاں بیوی کو اپنی منزل تک بخیر و عافیت پہنچا دیں۔ کہاں ایک بکری اور کہاں چار سو بکریاں اور چار ہزار درہم یہ شان ہے مولا علی کے لعل جب سخاوت کرنے پہ آتے ہیں تو ایک ہی بار اتنا نواز دیتے ہیں کہ حاجت مند کو دوبارہ کوئی حاجت نہیں رہتی۔ یہی اہل بیت اطہار کا طرۂ امتیاز ہے کہ غرباء و مساکین اور افلاس کے مارے لوگ ان کی دہلیز پر اپنی حاجتیں لے کر آتے اور ہر وقت کاشانۂ سادات پر تانتا بندھا رہتا تھا۔ کون ہے دنیا میں جوان کی سخاوت کی برابری کرے اور کون ہے جوان جیسی فراخدلی کا مظاہرہ کرے۔

بن مانگے بھی عطا کرتے ہیں آل عبا
واہ کیا اندازِ ہے اندازِ جود و سخا

امیر المومنین سیدنا امام حسن علیہ السلام کی شہادت

تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے کہ ابن سعد نے حضرت عمران بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام نے خواب دیکھا کہ ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان قل ھو اللہ احد لکھا ہوا ہے۔ جب آپ نے یہ خواب بیان کیا تو اہل بیت اطہار خوش ہوئے لیکن جب حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ کے سامنے اس خواب کے بارے میں بیان کیا گیا تو انہوں نے فرمایا اگر یہ خواب سچا ہے تو آپ کی زندگی کے چند روز باقی رہ گئے ہیں۔ یہ تعبیر درست ثابت ہوئی اس خواب کے بعد امام حسن چند روز ہی بقید حیات رہے اور آپ کو زہر دیکر شہید کر دیا گیا جبکہ اس سے پہلے بھی متعدد مرتبہ آپ کو زہر دیا گیا تھا لیکن وہ بے اثر ہو جاتا تھا۔ اس بار انتہائی زہریلا قسم کا زہر دیا گیا جس سے آپ رات بھر تڑپتے رہے اور پھر آپ نے اپنے بھائی امام حسین علیہ السلام کو طلب کیا اور سارا واقعہ بیان فرمایا۔ یہ سن کر امام حسین نے فرمایا میں اسے ہرگز معاف نہیں کروں گا اور اسے قتل کر دوں گا آپ صرف اتنا فرمایئے کہ زہر کس نے دیا ہے۔

امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: جس کے بارے میں میرا گمان ہے اگر حقیقت میں وہی ہے تو خدائے ذوالجلال منتقم حقیقی ہے اور اس کی گرفت بڑی سخت ہے اور جس کے بارے میں میرا گمان ہے اگر وہ زہر دینے والا نہیں ہے تو میں نہیں چاہتا کہ کسی بے گناہ کو قتل کیا جائے امام حسن علیہ السلام کی اعلیٰ ظرفی پہ لاکھوں سلام، انتہائی تکلیف میں مبتلا ہونے کے باوجود جبکہ جگر اور آنتوں کے ٹکڑے کٹ کٹ کر حلق سے نکل رہے تھے اور نزع کا عالم طاری تھا لیکن اس وقت بھی اس حلیم الطبع اور انصاف پسند بادشاہِ دین نے اپنے انصاف اور بے پایاں وسعت قلبی کا نہ مٹنے والا نقش تاریخ کے صفحات پر ثبت کر دیا اور مورخین نے زہر

دینے والے کے بارے میں لکھا ہے لیکن اس کی کوئی مستند سند نہیں کہ زہر کس نے دیا۔ ظاہر ہے کہ کسی دشمن نے ہی یہ سازش کی تھی۔ بعض نے لکھا ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام خلافت سے دستبردار ہوکر کوفہ سے واپس مدینہ منورہ جارہے تھے تو راستے میں زہر دیا گیا۔ شواہد النبوت میں آپ کی شہادت کے بارے میں درج ہے کہ ماہ ربیع الاول کے اوائل میں ۵۰ ھ کو آپ کی شہادت ہوئی اس وقت عمر مبارک سینتالیس سال تھی۔

امیر المومنین سیدنا امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی اولادِ امجاد

امیر المومنین سیدنا امام حسن علیہ السلام کی ازواج کی تعداد دس بیان کی گئی ہے اور ان میں سے بارہ صاحبزادے اور پانچ صاحبزادیاں تولد ہوئیں۔ جسکی تفصیل شمیم رسالت میں دی گئی ہے۔

صاحبزادوں کے اسمائے گرامی

(۱) حضرت زید رضی اللہ عنہ (۲) حضرت حسن مثنیٰ رضی اللہ عنہ (۳) حضرت حسین الاثرم رضی اللہ عنہ (۴) حضرت طلحہ رضی اللہ عنہہ (۵) حضرت اسماعیل رضی اللہ عنہ (۶) حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ (۷) حضرت یعقوب رضی اللہ عنہ (۸) حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ (۹) حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ (۱۰) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ (۱۱) حضرت عمر رضی اللہ عنہ (۱۲) حضرت قاسم رضی اللہ عنہ

شہزادیوں کے اسمائے گرامی

(۱) حضرت فاطمہ بنت حسن رضی اللہ عنہا (۲) حضرت ام سلمہ بنت حسن رضی اللہ عنہا (۳) حضرت ام عبداللہ بنت حسن رضی اللہ عنہا (۴) حضرت ام الحسین رملہ بنت حسن رضی اللہ عنہا (۵) حضرت ام الحسن بنت حسن رضی اللہ عنہا۔

سیدنا امام حسن علیہ السلام کے چار فرزندوں نے اپنے عظیم چچا سید الشہداا امام حسین علیہ السلام کے ساتھ میدان کربلا میں بڑی بہادری سے لڑتے ہوئے یزیدی لشکر کے ہاتھوں جام شہادت نوش فرمایا ان شہزادوں کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

(۱) حضرت سیدنا ابوبکر بن امام حسن (۲) حضرت سیدنا عمر بن امام حسن (۳) حضرت سیدنا عبداللہ بن امام حسن (۴) حضرت سیدنا قاسم بن امام حسن رضوان اللہ علیہم اجمعین سیدنا امام حسن علیہ السلام کی نسل چار فرزندوں سے پروان چڑھی۔

(۱) حضرت زید بن حسن (۲) حضرت حسن مثنیٰ بن حسن (۳) حضرت حسین الاثرم بن حسن (۴) حضرت عمر بن حسن رضوان اللہ علیہم اجمعین

جبکہ حضرت حسین الاثرم اور حضرت عمر کی اولاد کا سلسلہ منقطع ہو گیا اور حضرت زید بن حسن اور حضرت حسن مثنیٰ کی اولاد میں سلسلہ ولایت کے چشمے پھوٹے جن میں حضرت سیدنا مخدوم علی بن عثمان ہجویری المعروف داتا گنج بخش قدس سرہ کا سلسلہ نسب حضرت زید بن حسن سے جا ملتا ہے اور حضرت محمد گیسو دراز بندہ نواز قدس سرہ عظیم صوفیا میں سے ہیں اور حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلی کے خلفاء میں سے ہیں۔ انکا سلسلہ نسب بھی حضرت زید بن حسن سے جا ملتا ہے۔ حضرت بندہ نواز گیسو دراز قدس سرہ کا مزار اقدس گلبرگہ شریف دکن میں مرجع خلائق ہے اور حضرت سیدنا حسن مثنیٰ رضی اللہ عنہ کی اولاد بھی بڑی کثیر تھی اور

انہی کی اولاد میں حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ ہیں جن سے سلسلہ طریقت قادریہ کا اجرا ہوا اور حضرت شیخ کی اولاد کا سلسلہ زمانے میں طول وعرض تک پھیلا ہوا ہے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز کا اولیاء اللہ میں بلند مقام ہے اور آپ اپنے زمانے اور بعد میں آنے والے تمام اولیاء عظام کے امام و پیشوا ہیں اسطرح امیر المومنین سیدنا امام حسن علیہ السلام کی اولاد آج بھی روئے زمین پر کثرت سے ہے اور فیض حسنی تا قیامت جاری رہے گا۔

وہ حسن مجتبیٰ سید الاسخیا
راکب دوش عزت پہ لاکھوں سلام

سیدنا امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کا اسم گرامی تاریخ اسلام میں انتہائی معزز اور معتبر ہے اور آپ کی طاہر واطہر حیات مبارک عفو و درگذر، ایثار وقربانی اور معاملہ فہمی سے عبارت ہے اسی لیے آپ کو فرزند اسلام کے عظیم لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

جھولیاں بھر بھر کے دان کرتے ہیں
علی کے لعل یہ شان رکھتے ہیں

شاہ است حسین پادشاہ است حسین
دین است حسین دیں پناہ است حسین
سرداد نداد دست دَر دست یزید
حقہ کہ بِنائے لا الٰہ است حسین

سید الشہداء امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام

اَلْحُسَیْنُ مِنِّیْ وَاَنَامِنَ الْحُسَیْنِ اَحَبَّ اللّٰهُ مِنْ اَحَبَّ حُسَیْنَا حُسَیْن سِبْطِ مِنَ الْاَسْبَاط۔ (تہذیب التہذیب۔ص ۳۴۶)

ترجمہ: حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں جو حسین سے محبت رکھتا ہے اللہ اس سے محبت رکھتا ہے۔ حسین سباط سے ایک سبط ہے اور (فرمانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہے سبط بیٹے اور نواسے کو کہتے ہیں۔

اور سبط کا ایک معنی گروہ اور جماعت بھی ہے نیز اس سے یہ بھی ثابت ہے کہ سیدنا امام حسین علیہ السلام کی کثیر اولاد بھی ہے جسکا ثبوت حسینی سادات کا کثرت سے ہونا ہے۔ جن میں بے شمار جلیل القدر آئمہ اہل بیت اطہار اور عظیم المرتبت اولیائے عظام جو کرامت اور استقامت میں اپنی مثال آپ ہیں جن کے ذکرِ خیر کے لیئے کئی دفتر درکار ہیں۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ (المتوفی ۲۴۱ھ) نے ابی سابط سے روایت کیا ہے کہ ایک دن سیدنا امام حسین علیہ السلام مسجد میں تشریف لائے تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے با آواز بلند کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ جو اہل جنت کے سردار کو دیکھنا چاہتا ہے تو وہ سیدنا امام حسین علیہ السلام کو دیکھے۔ آپ کے کمالات اور مقام عظمت کا احاطہ کسی بھی طرح ممکن نہیں اور اس سے بڑھ کر آپ کا رتبہ اعلیٰ کیا ہوگا کہ آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں جو حسین سے محبت رکھے اللہ تعالیٰ اس سے محبت رکھتا ہے سیدنا امام حسین علیہ السلام کی عظیم شہادت تاریخ انسانی کا سب سے منفرد باب ہے جس کی نظیر نہیں ملتی۔ سیدنا امام حسین علیہ السلام کی لافانی شہادت اور لاثانی استقامت پر اقوام عالم کے مسلم اور غیر مسلم دانشوروں ادیبوں اور شاعروں نے بھی انتہائی نیاز مندانہ خراج عقیدت

پیش کیا ہے کسی نے نظم میں اور کسی نے نثر میں اور انکی پر تاثیر تحریروں سے یہی تاثر ملتا ہے کہ انہوں نے بھی امام عالی مقام کو اپنا راہبر تسلیم کیا ہے۔ بقول جوش ملیح آبادی

اسلام کے دامن میں بس اس کے سوا کیا ہے
اک ضربِ یداللّٰہی اک سجدہ شبیری

کیونکہ پوری تاریخ عالم سیدنا امام حسین علیہ السلام کے صبر و استقامت اور بیمثال شجاعت و بہادری کی کوئی اور مثال دینے سے قاصر ہے۔

سر داد نداد دست در دست یزید
حقہ کہ بنائے لاالہ است حسین

ولادت باسعادت

مشکوۃ شریف مناقب اہل بیت میں درج ہے کہ حضرت سیدہ ام الفضل بنت حارث رضی اللہ عنہا جو کہ سید عالم پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چچی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ یعنی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا کی بیوی تھیں انہوں نے ایک پریشان کرنے والا خواب دیکھا تو اس پریشانی کے عالم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! میں نے کل رات ایک عجیب قسم کا خواب دیکھا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: گھبراؤ نہیں بیان کرو، ام الفضل رضی اللہ عنہا نے عرض کیا میں نے دیکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اطہر کا ایک ٹکڑا کاٹ کر میری گود میں رکھ دیا گیا ہے۔ یہ سن کر سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے چچی جان پریشان نہ ہوں یہ تو بڑا مبارک خواب ہے اس کی تعبیر یہ ہے کہ اللہ کریم میری بیٹی فاطمہ سلام اللہ علیہا کو بیٹا عطا کرے گا، اُم الفضل سیدہ فاطمۃ الزہرا کے ہاں بیٹے کی بشارت سن کر چلی گئیں۔ وقت گزرتا رہا یہاں تک کہ ماہ شعبان المعظم کی ۵ تاریخ ۴ھ کو سیدۃ النساء سلام اللہ علیہا کے ہاں مدینہ طیبہ میں حضرت سیدنا امام حسین علیہ

السلام کی ولادت باسعادت ہوئی۔ تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدہ سلام اللہ علیہا کے گھر تشریف لائے اور فرمایا کہ میرے جگر کے ٹکرے کو میرے پاس لاؤ۔ سیدنا امام حسین علیہ السلام کو نفیس قسم کے سفید کپڑے میں لپیٹ کر خدمت اقدس میں پیش کیا گیا گلشن زہرا کے اس نہایت حسین وجمیل پھول سیدنا حسین علیہ السلام کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں تکبیر کہی اور اپنا لعاب اقدس ان کے منہ میں ڈالا اور ان کے حق میں دعا فرمائی اور ان کا نام نامی اسم گرامی حسین تجویز فرمایا اور سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے فرمایا ساتویں روز سیدنا حسین کا عقیقہ کرو اور سر کے بالوں کو اتار کر ہم وزن چاندی صدقہ کرو۔ چنانچہ ساتویں روز یہ عمل کیا گیا۔

پرورش

جب حضرت امام حسین علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو انکے بڑے بھائی سیدنا امام حسن علیہ السلام کی مدت رضاعت یعنی دودھ پلانے کا زمانہ ابھی ختم نہ ہوا تھا۔ اس بنا پر سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی چچی ام الفضل رضی اللہ عنہا سے فرمایا آپ حسین کو اپنا دودھ پلایا کرو چنانچہ امام حسین علیہ السلام نے ابتدائی سال بھر ام الفضل رضی اللہ عنہا کا دودھ پیا۔ اسطرح ام الفضل رضی اللہ عنہا کے خواب کی تعبیر بھی پوری ہوگئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اطہر کا ٹکڑا یعنی سیدنا امام حسین علیہ السلام ان کی گود میں آ گیا۔ اس مبارک خواب کی تعبیر دیکھ کر حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا نے حضرت حسین سے ایسی محبت اور شفقت فرمائی جیسے حقیقی بیٹے سے ہوتی ہے اور انہوں نے ابتدائی سال میں آپ کی پرورش انتہائی والہانہ محبت سے فرمائی کہ حسین علیہ السلام کے لیے اپنا سکھ چین بھی قربان کر دیا جیسے ایک حقیقی ماں کرتی ہے۔

تربیت

سیدنا امام حسین علیہ السلام کے بچپن کے زمانہ کے چھ سال سات ماہ اپنے نانا جان حضور رسالت مآب امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک آغوش میں گزرے اور انہیں اپنے ساتھ رکھتے اور خود ہر چیز کے آداب سکھاتے تھے۔

ابن حجر عسقلانی نے ایک روایت لکھی ہے ایک مرتبہ دونوں شہزادوں حسنین کریمین کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کشتی لڑا رہے تھے تو سیدنا حسن علیہ السلام کو داؤ پیچ سکھا رہے تھے یہ دیکھ کر سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا نے عرض کیا کہ حسن کو ہی داؤ پیچ سکھا رہے ہیں جبکہ حسین تو کم سن ہے اسے بتائیں یہ سن کر سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حسین کو جبریل علیہ السلام داؤ سکھا رہے ہیں اسلئے میں حسن کو سکھا رہا ہوں۔

الاصابہ اور الاستیعاب میں لکھا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دن میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام حسین علیہ السلام کے ہاتھوں کو پکڑے ہوئے تھے اور حسین کے ننھے سے پاؤں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدمین پر تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے تھے، اے لخت جگر اور ننھے منے پاؤں والے اوپر چڑھ آ، چنانچہ امام حسین علیہ السلام اوپر چڑھتے گئے یہاں تک کہ اپنے قدم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینہ اقدس پر رکھ دیئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنا منہ کھول پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا لعاب دہن سیدنا حسین علیہ السلام کے منہ میں ڈالا اور منہ کو بوسہ دیا۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی سیدنا امام حسین علیہ السلام سے خصوصی اور والہانہ محبت اور شفقت کا انداز بھی سب سے جدا تھا۔

کشف المحجوب میں مخدوم سید علی بن عثمان ہجویری قدس اللہ سرہ العزیز لکھتے ہیں سید الشہدا امام حسین علیہ السلام میں سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کریمانہ کے بہت سے ایسے نشان تھے جو امام پاک کی ذات مقدس ہی ان نشانوں کے لیے مخصوص تھی۔

چنانچہ حضرت عمر بن الخطاب ﷺ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں کاشانہ نبوت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ رسالت مآب ﷺ نے سیدنا امام حسین علیہ السلام کو اپنی پشت پر سوار کر رکھا تھا اور ایک ڈوری اپنے دہن مبارک سے نکال کر امام حسین علیہ السلام کے دست مبارک میں دے رکھی تھی اور سیدنا امام حسین علیہ السلام جان کائنات ﷺ کو ہانک رہے تھے اور جانِ کائنات ﷺ گھٹنوں کے بل چل رہے تھے میں نے یہ شان دیکھی تو بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں عرض کیا۔

نِعْمَ الْجَمَلُ جَمَلُكَ يَا اَبَا عَبْدُ اللهِ ، اے ابو عبد اللہ! یعنی سیدنا حسین علیہ السلام آپ نے سواری تو بہت شان والی پائی ہے تو رسول کریم ﷺ نے فوراً فرمایا:

وَنِعْمَ الرَّاكِبُ يَا عُمَرُ ، اے عمر سوار بھی تو کیسا اچھا ہے۔

اس نسبت عالی پہ لاکھوں سلام

مستدرک میں لکھا ہے حضرت یعلی بن مرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا:

حُسَيْنٌ مِنِّي وَاَنَا مِنَ الْحُسَيْنِ اَحَبَّ اللهُ مَنْ اَحَبَّ الْحُسَيْنَ ، حُسَيْنٌ سِبْطٌ مِنَ الْاَسْبَاطِ۔

ترجمہ: ''حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں جو حسین سے محبت کریگا اللہ اس کے ساتھ محبت کریگا۔ حسین میری بیٹی کے بیٹے ہیں''۔

سید الانبیاء ﷺ کو سیدنا امام حسین علیہ السلام سے ایک خاص تعلق تھا۔ المعجم الکبیر میں لکھا ہے ایک دن رسول اللہ ﷺ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے نکلے تو آپ ﷺ کا گزر سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کے گھر کے دروازے سے ہوا تو آپ ﷺ نے حضرت حسین کے رونے کی آواز سنی تو فرمایا: اے فاطمہ کیا تم نہیں جانتی کہ حسین کے رونے سے میرے دل کو تکلیف ہوتی ہے۔

سیدنا امام حسین علیہ السلام کے فضائل و مناقب

سیدنا امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام کی عادات نہایت اعلی اور پاکیزہ تھیں، کیونکہ آپ نے ابتدائی سات سال جس آغوش رحمت میں تربیت پائی تھی، وہی عادات عالم شباب میں تھیں۔

تاریخ ابن عساکر میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت معاویہ نے دمشق سے ایک شخص کو امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں بھیجا تو اسے شناخت کے طور پر بتایا کہ جب تم مدینہ منورہ میں پہنچ کر مسجد نبوی میں داخل ہو گے تو وہاں لوگوں کا ایک حلقہ نظر آئیگا، جہاں لوگ بڑے ادب کے ساتھ بیٹھے ہوں گے تو سمجھ لینا کہ یہ حلقہ سیدنا امام حسین علیہ السلام کا ہے کیونکہ آپ کی اخلاقی اقدار نہایت بلند پایہ تھیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہین ایک دن میں امام عالی مقام سیدنا حسین علیہ السلام کے پاس حاضر تھا۔ اتنے میں ایک کنیز نے پھولوں کا گلدستہ پیش کیا آپ نے اسے سونگھا اور ارشاد فرمایا۔ جاؤ میں نے تمہیں اللہ کے لیے آزاد کیا، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے کہا کہ ایک گلدستہ پیش کرنے پر آپ نے کنیز کو آزاد کر دیا، یہ سن کر امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَإِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوهَا ۔ (النساء:۸۶۔۴)

ترجمہ: ''جب تمہیں اچھا تحفہ پیش کیا جائے تو تم بھی اس جیسا یا اس سے بہتر تحفہ دیا کرو''۔

تواضع وانکساری

ابن عساکر نے لکھا ہے کہ حضرت امام عالی مقام سیدنا حسین علیہ السلام میں نہایت عاجزی اور انکساری تھی تکبر سے سخت نفرت کرتے تھے آپ کو کوئی بھی کام کرنے میں یا کسی

بھی قسم کے لوگوں میں بیٹھنے میں کسی قسم کا عار نہ تھا۔ ایک مرتبہ انتہائی غریب لوگ کھانا کھا رہے تھے انھوں نے آپ کو دیکھا تو دوڑتے ہوئے خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا حضور آج ہمارے ساتھ کھانا تناول فرمائیں آپ بخوشی ان غربا و مساکین کے حلقہ میں تشریف فرما ہو گئے اور ان کے ساتھ چند لقمے تناول فرمائے یہ دیکھ کر وہ لوگ خوشی سے پھولے نہ سماتے تھے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ کُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ۔ (لقمان:۳۱۔۱۸)

ترجمہ: ''بے شک اللہ تکبر کرنے والوں کو ہرگز پسند نہیں فرماتا''۔

کیونکہ امام عالی مقام علیہ السلام کا تعلق انتہائی سخی اور سرور گھرانے سے تھا، سخاوت کرنا اور غربا و مساکین کی مدد کرنا اور ان سے محبت کرنا آپ کی وراثت تھی۔

حضرت سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں میرے والد بزرگوار سیدنا امام حسین یتیموں محتاجوں اور بے کسوں کے گھروں پر کھانا خود لے کر جاتے تھے اور اس کام میں کبھی کسی غلام یا خادم سے خدمت نہ لیتے تھے اسی لیے آپ کی پیٹھ پر نشانات پڑ گئے تھے، ابن عساکر نے ہی لکھا ہے ایک دن ایک سائل نے کاشانہ سادات کا دروازہ کھٹکھٹایا آپ اس وقت نماز میں مشغول تھے، نماز کو مختصر کر کے دروازہ پر تشریف لائے تو سائل محتاج نے اپنی حاجت بیان کی آپ نے فوراً خادم کو حکم دیا کہ اسوقت کتنی رقم موجود ہے خادم نے عرض کیا صرف دوسو درہم ہیں جو کاشانہ مبارک کا خرچ ہے، آپ نے فرمایا: اس محتاج کو دینا زیادہ افضل ہے۔ یہ تنگدست ہے آپ نے دوسو درہم اس سائل کو عطا فرمائے ایک مرتبہ بیت المال سے بڑی رقم آئی تو آپ اسے لیکر مسجد نبوی میں تشریف لائے اور ایک حاجت مند کا انتظار کرنے لگے، اس دن آپ کا جو لباس زیب تن تھا وہ پرانا ہو چکا تھا ایک خادم نے عرض کیا نیا لباس بھی تیار کروالیں فرمایا، اپنے آرام اور آسائش سے بہتر ہے کہ یہ رقم کسی

محتاج اور ضرورت مند کو دے دوں اتنے میں وہی حاجت مند آیا جس کا انتظار فرما رہے تھے چنانچہ تمام رقم اسے عطا کر دی۔ سیدنا امام حسین علیہ السلام کے فضائل ومناقب کا احاطہ کرنا ممکن نہیں آپ انتہائی سخی اور خدا ترس تھے تمام عمر مبارک اسی طرح گذری کہ اپنی ضرورت پر دوسروں کی ضرورت کو ترجیح دیتے۔ کیونکہ آپ علیہ السلام سخی ابن سخی تھے۔آپ کی بیمثال سخاوت اور دیانتداری اور اخلاص کا شہرہ سارے عرب میں تھا۔آپ کارخانہ قدرت کا عظیم شاہکار تھے۔

یزید ایک بدخصلت اور مشرکانہ عقائد رکھنے والا حکمران تھا

۶۰ھ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وصیت کے مطابق ان کا بیٹا یزید حکمران مقرر ہوا جس کے عادات واطوار کے بارے میں کتب معتبرہ میں لکھا ہے کہ اس خبیث نے اعلانیہ فسق وفجور میں مبتلا ہونے کا ارتکاب کیا شراب کا رسیا اور مشرکانہ عقائد رکھنے والا یہ بدبخت بڑا عیش وعشرت پسند اور شکاری جانوروں، کتوں، بندروں اور چیتوں کا دلدادہ تھا اس کے ہاں شراب خوری کی محفلیں سجتی تھیں گانے بجانے والی دوشیزاؤں کو اپنے گرد رکھتا تھا اور انتہائی بدچلن تھا، تاریخ الخلفاء، البدایہ والنہایہ، ابن اسیر کامل تذکرہ خواص الامہ، صواعق محرقہ اور دیگر مستند کتب میں اس پلید کی خباثتوں کے بارے میں بہت کچھ لکھا ہوا ہے، جب اس کی سیاہ کاریوں کا چرچا زبان زدعام ہوگیا تو اہل مدینہ اور مکہ کے معززین نے اس کے خلاف آواز بلند کی۔ کیونکہ یزید کا طریقہ تھا وہ اپنے خلاف بولنے والوں کے ضمیر خرید لیتا تھا، ان میں شامی اور عراقی پیش پیش تھے اسی طرح اس نے اہل مدینہ کے لیے بھی یہی طریقہ اپنایا۔لیکن ان میں امام حسین کے علاوہ بڑے جلیل القدر صحابہ اور تابعی تھے جن کی اسلام کی سربلندی کے لیے بے پایاں خدمات تھیں اور ان کے اجداد نے اپنی جانیں قربان کیں تھیں۔ انھوں نے یزید کے طرز حکمرانی کے خلاف سخت موقف اپنایا اور اسے

تنبیہ کی کہ وہ اپنے ان باطل اور خلاف شرع عقائد سے باز رہے لیکن طاقت واقتدار کے نشہ میں بدمست اس بدکردار نے طاقت کا راستہ اپنایا۔ اور اپنے غلیظ اور پلید عقائد اور ظالمانہ روش پر قائم رہا جس کی بنا پر واقعہ کربلا تاریخ انسانی کا المناک سانحہ رونما ہوا جو خالصتاً دین کی بقا کے لیے تھا۔ جس میں ایک طرف پاکیزہ اور منزہ اطوار کے حامل لوگ تھے۔ جنہوں نے سیدنا امام حسین علیہ السلام کی آواز پر لبیک کہا اور دوسری طرف بکاؤ اور ضمیر فروش لوگوں کا ٹولہ تھا جو اقتدار اور جاہ وحشمت کے بھوکے تھے یہ یزید پلید کے حواریوں کا ٹولہ تھا۔ اور چالیس ہزار کوفیوں کی بے وفائی بھی شامل تھی جنہوں نے امام حسین علیہ السلام کو خطوط بھیج کر آنے کی دعوت دی اور اپنی وفاداری کا یقین دلایا تھا اور پھر دھوکہ دیا۔

معرکہ کربلا

۶۱ھ میں پیش آنیوالا یہ معرکہ کربلا حق وصداقت کی سربلندی کے لیے وارث علم نبوت اور آغوش رحمۃ للعالمین میں پرورش پانے والے دین کی حفاظت پر مامور نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے جانثار اصحاب وانصار نے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر کے انجام دیا اور بقائے اسلام کی خاطر دشمنان دین وملت سے ٹکرا کر شر اور ظلم کے خلاف ایک ایسی تاریخ رقم کر دی جو اسلام کی بقا کے لیے ناگزیر تھی ورنہ آج اسلام اپنی حقیقی اساس سے محروم ہوتا۔

سیدالشہدا امام حسین علیہ السلام کی شہادت

سیدنا امام حسین علیہ السلام کی شہادت ۱۰ محرم الحرام ۶۱ھ میں یوم سعید جمعۃ المبارک کے دن میدان کربلا میں ہوئی اس وقت آپ کی عمر مبارک ۵۷ برس تھی اور آپ کے ساتھ جلیل القدر صحابہ اور تابعین نے بھی جام شہادت نوش کیا ان ۷۲ جانثاروں میں خاندان اہلبیت اطہار کے نوجوان حسین وجمیل شہزادے بھی تھے ابوالفضل عباس علمدار ابوموسیٰ

اشعری علی اکبر و علی اصغر قاسم و عون و محمد جیسے عظیم البرکت اور حضرت حر جیسے نیک بخت بھی شامل تھے سیدنا امام عالی مقام علیہ السلام کے وفاداروں نے شجاعت اور بہادری کے وہ جوہر دکھائے کہ اقتدار کے پجاریوں کو ورطہ حیرت میں مبتلا کر دیا۔ ان مٹھی بھر مجاہدوں نے دین وملت کی آبرو پر دیوانہ وار اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر کے وہ دائمی نعمت پائی ۔ جسکی آرزو ہر سچا مسلمان کرتا ہے ان بہشتیوں کے گروہ کو شہدائے کربلا کہتے ہیں یہ عظمت کے مینار تا قیامت پوری انسانیت کی راہنمائی کرتے رہیں گے اور ان کے نام کے ڈنکے عرش فرش پر بجتے رہیں گے۔

بوقت شہادت امام پاک علیہ السلام کے جسم اطہر پر ۳۳ زخم نیزوں کے اور ۳۴ زخم تلواروں کے لگے یزید پلید نے ابن زیاد لعنتی کے ذریعے خانوادہ رسول اللہ کو شہید کروایا، اور چند روزہ اقتدار کی خاطر آتش دوزخ کا ایندھن بننا قبول کیا۔ سید الشہدا کو شہید کرنیوالے یزید لعین کے ان کارندوں میں شمر ذی الجوشن ۔ سنان بن عمر بن انس، عمرو بن سعد جیسے شقی القلب اور دیگر بد بخت شامل تھے۔

حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ جب امام عالی مقام علیہ السلام دادِ شجاعت دیتے ہوئے شہید ہو گئے تو عمرو بن سعد نے دس گھوڑ سواروں کو بلا کر امام حسین علیہ السلام کے جسم اطہر پر گھوڑے دوڑانے کا کہا کہ جب تک آپ کا جسم اطہر ٹکڑے ٹکڑے نہ ہو جائے اس وقت تک گھوڑے دوڑاتے رہو پھر عمرو بن سعد نے خولی بن یزید اصمی لعنتی کو کہا کہ امام پاک کا سر مبارک کاٹ کر ابن زیاد بد نہاد کے پاس لے جاؤ خولی بن یزید لعنتی آپ کا سر کاٹ کر کوفہ میں ابن زیاد کے محل میں لے گیا اس وقت محل کے دروازے بند تھے۔

خولی لعنتی سر اقدس کو اپنے گھر لے گیا اور اپنی بیوی نوار بنت مالک سے کہا آج میں سارے زمانے کی عزت کو اپنے گھر لے آیا ہوں بیوی نے کہا کیا لائے ہو کہنے لگا، امام

حسین کا سر کاٹ کر لایا ہوں بیوی نے کہا کہ لوگ تو سونا اور چاندی لائے ہیں اور بد بخت تو رسول اللہ کی صاحبزادی کے صاحبزادے کا سر لایا ہے، اللہ کی قسم میں اور تو ایک جگہ نہیں رہ سکتے وہ اسی وقت اٹھی اور چلی گئی۔

ابن کثیر لکھتے ہیں کہ امام عالی مقام علیہ السلام کے تمام جانثاروں کے بھی سر کاٹ دیئے گئے اور ان عظیم المرتبت شہدا کے لاشے کربلا میں بے گور و کفن پڑے رہے۔ ۱۱ محرم الحرام یعنی اگلے روز بنو اسد مقام غافریہ سے آئے یہ عصر کا وقت تھا انھوں نے تمام شہدا کو اسی دشت کربلا میں دفن کیا اور سیدنا امام حسین علیہ السلام کے جسم اطہر کے ٹکڑے جمع کر کے اسی جگہ دفنا دیا جہاں آپ کا روضہ مبارک ہے، دنیا کے کونے کونے سے آنیوالے زائرین ٹھیک اسی جگہ زیارت کرتے ہیں جہاں آپ کو شہید کیا گیا چونکہ ابن زیاد لعین نے امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک یزید پلید کے پاس دمشق روانہ کر دیا تھا، اکثر و بیشتر مورخین نے اس بارے میں اختلاف کیا ہے کہ سیدنا امام عالی مقام علیہ السلام کا سر مبارک کہاں دفن کیا گیا ہے اس بارے میں علامہ شبلی نے متعدد اقوال لکھے ہیں جن میں ایک قول یہ ہے کہ سر مبارک مدینہ منورہ میں جنت البقیع میں مدفون ہے جہاں آپ کی والدہ ماجدہ سیدہ فاطمۃ النساء خاتون جنت اور امام حسن علیہ السلام کے مزارات مقدس ہیں جبکہ اہل نظر صوفیاء عظام کے قول کے مطابق سیدنا امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک بھی وہیں دفن ہے جہاں آپ کا جسد اطہر دفن کیا گیا کیونکہ سیدہ زینب سلام اللہ علیہا اور امام زین العابدین یہ تو نہیں کر سکتے تھے کہ امام پاک کا جسم اطہر کہیں اور دفن ہو اور سر مبارک کہیں اور دفن کیا جائے اس لئے صوفیاء کرام کا قول مبارک زیادہ معتبر ہے حسینی قافلہ جب دمشق سے امام زین العابدین علیہ السلام کی معیت میں واپس آرہا تھا تو وہ مقام کربلا میں رکا اور امام مظلوم سیدنا زین العابدین علیہ السلام نے اپنے پدر بزرگوار امام عالی مقام سید الشہدا امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک

کربلا میں ہی دفن کیا تھا جہاں دین متین کی بقا کے لیے امام عالی مقام نے تاریخ انسانی کی ایک لازوال قربانی پیش کی تھی اور یہ اسی قربانی کا ثمر ہے کہ آج پوری روئے زمین پر اسلام کے نام لیوا موجود ہیں ورنہ یزید پلید نے جس طرح اسلامی اقدار اور شریعت مطہرہ کی حدود کو پامال کر دیا تھا، آج اسلام اس طرح اپنی حقیقت کے ساتھ موجود نہ ہوتا یہ قیامت تک شہدائے کربلا کا امت پر احسان عظیم ہے کہ انھوں نے دین حق کی بقا کے لیے اپنی نایاب اور قیمتی جانوں کا نذرانہ پیش کر کے اسلام کو بقائے دوام عطا کر دی۔

حشر تک دیگی گواہی کربلا کی سرزمین
نانا کے دیں کا پاسبان حسین ابن علی
لعنت کا استعارہ ابد تک یزید ٹھہرا
تو ہر مومن کا ارمان حسین ابن علی

حسنین کریمین نوجوانان جنت کے سردار ہیں۔

صحیح ابن حبان میں ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ الْحَسن وَالْحُسَيْن سَيِّدَ الشَّبَابُ اَهْلِ الْجَنَّة۔

تحقیق: ”حسن اور حسین علیہم السلام جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں“۔

میدان کربلا میں

میدان کربلا میں مردوں میں زندہ بچ جانے والے امام زین العابدین علیہ السلام واحد مرد تھے اس وقت عمر مبارک ۲۳ سال تھی سخت بیمار ہونے کی وجہ سے جنگ میں جانے کی اجازت نہ ملی کربلا کا خون آشام منظر آپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اسقدر دردناک ظلم

وستم دیکھنے کے بعد مورخین لکھتے ہیں کہ کسی نے کبھی آپ کو مسکراتے نہ دیکھا یزیدی لشکر نے جب زندہ بچ جانے والے حسینی قافلے کو اسیر بنالیا تو آپ کے پاؤں میں بیڑیاں اور ہاتھوں میں ہتھکڑیاں لگا کر دمشق کی طرف روانہ کیا یہ سفر اسقدر اذیت ناک تھا کہ اس کی منظر کشی کرنا محال ہے۔

حسینی قافلہ کی عفت مآب عورتوں کو برہنہ سر لے جایا گیا حواس باختہ یزیدی فوج بھی خوفزدہ تھی لیکن اسیران کربلا کا یہ قافلہ جرات واستقامت کی ایک اور داستان رقم کر رہا تھا۔ جس پر مورخین بھی حیران وسشدر ہیں اس خانوادہ نبوت نے جہاں حق وصداقت کی سربلندی کے لیے بوڑھوں اور معصوم بچوں سمیت اپنی لازوال قربانی پیش کی وہیں عفت مآب خواتین میں سیدہ زینب سلام اللہ علیہا نے اس سفر میں متعدد مقامات پر خطبہ ارشاد فرمایا اور یزید پلید کے بدبخت حواریوں کے ظلم وستم سے لوگوں کو آگاہ کیا اور یزیدی دربار میں سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کا تاریخی خطاب تھا جس نے بہت سے درباریوں کو رلا دیا اور رائے عامہ خانوادہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں ہوتی گئی بعض ثقہ روایات میں ہے کہ یزید لعین بھی خوفزدہ ہوا لیکن تیر کمان سے نکل چکا تھا، واقعہ کربلا نے یزید مردود کے اقتدار کے ایوانوں کو بری طرح ہلا کر رکھ دیا تھا۔

اس دن کے بعد اسے اپنے عبرتناک انجام کی فکر لاحق ہوئی اور وہ تنہائی میں ڈرتا تھا لیکن اب اسکی پشیمانی اور ندامت بھی اسے سہارا نہ دے سکتی تھی اسے عجیب طرح کے خوف نے گھیر لیا تھا اور اسی خوف ووحشت میں ٹھیک تین سال سات ماہ کے اندر واصل جہنم ہوا۔ علیہ اللعنۃ۔

واقعہ کربلا سے پہلے رونما ہونیوالے واقعات

شواہد النبوت میں مولانا عبدالرحمن جامیؒ لکھتے ہیں حضرت سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب حسینی قافلہ مدینہ سے کوفہ کی طرف روانہ ہوا تو راستے میں

ہم نے جہاں بھی قیام کیا سیدنا امام حسین علیہ السلام نے ہر جگہ حضرت یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کا ذکر کیا ایک روز فرمایا کہ دنیا کی ذلت اور پستی کی یہ واضح دلیل ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے سر مبارک کو ایک عورت کی وساطت سے بنی اسرائیل کے نابکاروں کو ہدیۃً پیش کیا گیا۔

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل ہوئی اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے قتل کے بدلے ستر ہزار افراد کو ہلاک کیا اور آپ کے فرزند سیدنا حسین علیہ السلام کے بدلے دوگنا لوگوں کو ہلاک کریں گے۔

کیونکہ واقعہ کربلا سے بہت سال پہلے حضرت جبریل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو واقعہ کربلا کے بارے میں آگاہ کر دیا تھا ایک روز حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت امام حسین اور اپنے صاحبزادے حضرت ابراہیم دونوں کو دائیں اور بائیں بازو پر بٹھائے ہوئے تھے کہ جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور کہا کہ خداوند عالم ان دونوں کو آپ کے ہاں یکجا نہ رہنے دیگا ان میں سے ایک کو بلالے گا اب ان دونوں میں سے آپ جسے چاہے رکھ لیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر حسین رخصت ہو گئے تو ان کے فراق میں حضرت فاطمۃ الزہرا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور میری جاں سوزی ہوگی اور اگر ابراہیم وفات پا جائیں تو زیادہ رنج میری جان کو ہی ہوگا اس لیے مجھے اپنا غم ہی پسند ہے۔ اس واقعہ کے تین روز بعد حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا وصال ہو گیا۔ اب جب بھی حضرت امام حسین علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ ان کی پیشانی اور گردن مبارک کو بوسہ دیتے اور خوش آمدید اور مرحبا کہتے اور فرماتے حسین پر میں نے اپنے بیٹے ابراہیم کو قربان کر دیا۔

ام المومنین سیدہ ام سلمہ سلام اللہ علیہا اور خاک کربلا

سیدہ ام سلمہ سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں کہ ایک رات رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر سے باہر تشریف لے گئے اور کافی دیر بعد واپس تشریف لائے، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال مبارک غبار آلود اور بڑی پریشانی کے عالم میں دیکھا اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم آج میں آپ ﷺ کو کس حال میں دیکھ رہی ہوں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آج مجھے کارخانہ قدرت کے چند کارکنان ایک ایسے مقام پر لے گئے جو عراق میں ہے اور جسے کربلا کہتے ہیں یہی میرے فرزند حسین کی شہادت گاہ ہے۔ وہاں میں نے اپنی اولاد کا مشاہدہ کیا اور ان کے خون کو زمین سے اٹھالیا جو میرے ہاتھ میں ہے رسولِ مقبول ﷺ نے اپنی بند مٹھی کھولی اور فرمایا اسے حفاظت سے رکھ لو میں نے دیکھا وہ سرخ مٹی تھی پھر میں نے اسے بوتل میں ڈال دیا اور اسے اچھی طرح بند کر دیا۔

اب جب سیدنا امام حسین علیہ السلام نے مکہ سے کوفہ کا سفر اختیار کیا تو میں سمجھ گئی کہ اب وہ وقت آ گیا ہے جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہت پہلے فرمایا تھا میں روزانہ اس مٹی کو بڑے دُکھ اور کرب سے رو کر دیکھتی وہ مٹی اسی طرح تھی لیکن جب میں نے اسے عاشورہ کے روز دیکھا تو اس بوتل میں مٹی خون آلود تھی اور تازہ خون تھا میں شدت غم میں بہت روئی کہ آج امت کے امام کو شہید کر دیا گیا ہے جب آپ کی شہادت کی خبر آئی تو وہی دن تھا آپ کی شہادت عاشورہ کے روز ۶۱ھ میں ہوئی اس وقت امام حسین علیہ السلام کی عمر مبارک ستاون برس تھی۔

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ سلام اللہ علیہا

سیدہ عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ حضرت جبرئیل امین علیہ السلام کے پاس تھے اچانک حضرت حسین ان کے پاس آ گئے، جبریل علیہ

السلام نے پوچھا یہ کون ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ میرا فرزند ہے یہ فرما کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی گود مبارک میں بٹھالیا۔

حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا انھیں شہید کر دیا جائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: انھیں کون شہید کریگا جبریل علیہ السلام نے کہا آپ کی امت کے کچھ لوگ۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائیں تو وہ مقام بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتادوں جہاں انھیں شہید کیا جائیگا بعدازاں جبریل علیہ السلام نے کربلا کی طرف اشارہ کیا اور کچھ سرخ مٹی اٹھا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دکھائی اور کہا یہ مٹی حسین کی شہادت گاہ ہے۔

شواہد النبوت میں لکھا ہے جب مدینہ منورہ میں یزید پلید کے چند طرف داروں نے سید الشہدا امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی خبر سنی تو انھوں نے خطبہ دیتے ہوئے خوشی کا اظہار کیا تو اس شب مدینہ منورہ میں مندرجہ ذیل اشعار سنائی دینے لگے لیکن پڑھنے والا نظر نہیں آتا تھا۔

ایها القاتلون جهلا حسینا البشر و بالعذاب والتنکیل

کل من فی السماء یدعوا علیکم من نبی وملاك وقبیل

قد لعنتم علی لسان ابن دائود وعیسیٰ صاحب الانجیل

ترجمہ: اے حسین علیہ السلام کو جہالت سے قتل کرنیوالو تمہیں سخت اور رسوا کن عذاب کی خوشخبری ہو، آسمان میں جتنی بھی مخلوق ہے خواہ انبیاء ہوں یا ملائکہ وہ سب تم پر بددعا کرتے ہیں۔ تم پر لعنت ہو بزبان سلیمان بن داؤد اور عیسیٰ علیہم السلام جو صاحب انجیل ہیں۔

سرزمین روم کے غازیوں میں سے ایک بیان کرتے تھے کہ میں نے ایک کنیسہ میں

مندرجہ ذیل شعر لکھا ہوا دیکھا۔

اترجوا امة قتلت حسینا

شفاعة جده یوم المعاد

ترجمہ: کیا وہ قوم (گروہ) جس نے امام حسین علیہ السلام کو شہید کیا ہے ان کے جد امجد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بروز حشر شفاعت کی امید رکھتی ہے۔

قاتلان امام حسین علیہ السلام کا عبرتناک انجام

شہادت امام حسین علیہ السلام کے چھ سال بعد جب مختار ثقفی بن عبید نے کوفے پر تسلط پایا تو اس نے چن چن کر شہیدان کربلا کے قاتلوں کو ٹھیک اسی طرح واصل جہنم کیا جس طرح انھوں نے خانوادہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہید کیا تھا مختار ثقفی نے عمرو بن سعد کو طلب کیا لیکن اسکا بیٹا حفص نامی حاضر ہوا مختار نے پوچھا تیرا باپ کہاں ہے اس نے کہا کہ وہ خانہ نشین ہو گیا ہے مختار نے للکار کر کہا وہ بدبخت اس دن خانہ نشین کیوں نہ ہوا جب امام حسین علیہ السلام کو شہید کیا گیا پھر حکم دیا کہ عمرو بن سعد اور اس کے بیٹے کو طرح طرح کی اذیت دیکر انکا سر قلم کرو اور شمر ملعون کو بھی اسی طرح تڑپا تڑپا کر قتل کرو مختار کے لشکر نے ان بدبختوں کو اذیت ناک طریقہ سے قتل کیا اور انکے سر حضرت محمد بن حنیفہ جو کہ امام حسین کے سوتیلے بھائی تھے ان کے پاس بھیج دیئے اور ان کی لاشوں کو جلا دیا خولی بن یزید شقی جس نے امام پاک کا سر تن سے جدا کیا تھا مختار نے اس کے دونوں ہاتھ کٹوائے اور دونوں پاؤں کٹوا کر اس کو سولی پر چڑھایا اور پھر اسے بھی جلا ڈالا۔ مختار نے چھ ہزار کوفیوں کو جو شریک قتل حسین تھے انھیں عبرتناک سزا دیکر انکے سر تن سے جدا کروائے۔

جب مختار ثقفی عمر و سعد شمر اور خولی بن یزید اور انکے ساتھیوں کو واصل جہنم کر چکا تو اب اسے ابن زیاد بدکردار کے قتل کی فکر ہوئی جو ان دنوں موصل میں تھا اور اس کے ساتھ

چند ہزار کا لشکر بھی تھا مختار نے ابراہیم بن مالک اشتر کو جو مختار کی فوج کا سپہ سالار تھا نے ایک لشکر جرار کے ہمراہ روانہ کیا اور حکم دیا کہ ابن زیاد بدنہاد اور اس کے لشکریوں کو قید کر کے لائے یہ لشکر روانہ ہوا موصل میں ابن زیاد کے ساتھ سخت معرکہ ہوا آخر ابن زیاد کے لشکریوں نے بھاگنا شروع کر دیا ابراہیم نے اپنی سپاہ کو حکم دیا۔ ان کا پیچھا کرو اور جو بھی ہاتھ آئے اس کا سر کاٹ دو۔

اس طرح ابن زیاد کے ساتھیوں کا قتل عام ہوا اور خود ابن زیاد بدنہاد بھی مارا گیا اس کا ناپاک سر تیغ حیدری سے کاٹا گیا اور ابراہیم کے پاس حاضر کیا گیا اور اس نے برق رفتار سواروں کو اس کا سر دیکر مختار ثقفی کے پاس کوفے بھجوا دیا جب اس بدنہاد کا سر کوفہ لایا گیا تو مختار نے کوفے کے اسی محل کو آراستہ کیا جہاں سر مبارک امام حسین علیہ السلام کا لایا گیا تھا اور پھر مختار نے کوفیوں کو بلا کر کہا دیکھو یہ اسی شیطان مردود کا ناپاک سر ہے جس نے سید الشہدا امام عالی مقام علیہ السلام اور انکے جانثاروں کو قطرہ آب سے ترسا ترسا کر شہید کیا تھا اور خانوادہ رسول کو خاک وخون میں نہلایا تھا لوگوں کو مخاطب کر کے کہا دیکھو امام پاک کی شہادت کے صرف چھ سال بعد قدرت نے کس طرح ان ظالموں کو دنیا میں ہی عذاب میں مبتلا کر دیا تاریخی شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ مختار ثقفی نے ستر ہزار شامیوں کو شہادت حسین کے عوض قتل کیا اور یہ واقعہ ۶۷ھ میں ایک روایت کے مطابق ٹھیک عاشورہ کے دن پیش آیا۔

ترمذی نے روایت کیا ہے کہ جب ابن زیاد بدنہاد اور اس کے سرداروں کے سر کاٹ کر مختار کے پاس لائے گئے تو دارالامارت میں جمع ہونے والے لوگ اچانک خوفزدہ ہو کر پیچھے ہٹے اور کہنے لگے وہ آیا وہ آیا اتنے میں ایک خوفناک قسم کا سانپ نمودار ہوا اور وہ سب سروں میں سے گذر کر ابن زیاد کے سر کے پاس آ کر نتھنے میں گھسا اور تھوڑی دیر کے بعد منہ کے راستے نکلا اور یکا یک غائب ہو گیا پھر لوگوں نے کہا وہ آیا پھر وہی سانپ ابن زیاد

کے منہ میں داخل ہوا اور نتھنے سے باہر نکل گیا اسی طرح تین بار سانپ کی آمد و رفت ہوئی اور پھر غائب ہو گیا۔

جب ابن زیاد عمر و سعد شمر قیس خولی سنان عبداللہ بن قیس اور یزید بن مالک اور انکے مددگار مارے گئے تو مختار کے لشکر نے ان کی نعشوں پر گھوڑے دوڑائے یہاں تک کہ ان بدبختوں کے جسم ریزہ ریزہ ہو گئے اور ہڈیاں انکی چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں بکھر گئیں اس طرح منتقم حقیقی نے ان ظالموں کو نشان عبرت بنا دیا اور تاریخ کے اوراق میں اس بدبخت بدخصلت گروہ کا ذکر پوری انسانیت کے لیے قدرت کے انتقام کا واقعہ رقم ہو گیا گو کہ تاریخ میں مختار ثقفی کی شخصیت متنازعہ ہے اور یہ شخص اقتدار کا بھوکا تھا لیکن اس شخص نے قاتلان حسین علیہ السلام کو پوری شدت کے ساتھ عبرتناک انجام سے دوچار کیا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مختار نے یہ سب کچھ اقتدار کے لیے کیا۔

قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

شیر خدا کی صاحبزادی سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کا کوفیوں سے تاریخی خطاب

میدان کربلا میں آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب کچھ راہ خدا میں قربان کر دیا۔ جب بوڑھے جوان اور شیر خوار بچے بھی یزید پلید کے گماشتوں سے دین کی سربلندی کے لیے لڑتے ہوئے جام شہادت نوش فرما گئے۔ تو اہل بیت اطہار کی چند عفت مآب بیبیاں اور شہزادہ امام زین العابدین علیہ السلام کو قیدی بنا کر دمشق کی جانب یزید لعین کے دربار میں اس طرح لیجایا جا رہا تھا کہ شہدا کے سر نیزوں پر چڑھے ہوئے تھے۔ چشم فلک نے ایسا

دلدوز منظر پہلے کبھی نہ دیکھا تھا برہنہ سر شہزادیاں جن کے نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کاشانہ نبوت پر کبھی جبریل امین بھی بلا اجازت نہ آتے تھے آج یہ عترت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس حال میں غریب الوطنی سے دوچار تھیں کہ اہل آسمان انکے نوحے پڑھ رہے تھے۔ یہ قافلہ جب کوفہ کے بازار سے گذر رہا تھا تو دغاباز اور مکار کوفیوں کی بے وفائی پر سیدہ زینب سلام اللہ علیہا غضبناک ہوگئیں۔ عورتوں اور مردوں کا بہت بڑا ہجوم جمع ہوگیا تھا۔ جن میں سے کچھ لوگ آہ وزاری بھی کررہے تھے اور کچھ یزیدی انہیں گھور گھور کر دیکھ رہے تھے۔

سیدہ زینب نے کوفیوں کو مخاطب کر کے فرمایا:

تمام تعریفیں اللہ وحدہ لاشریک کو زیبا ہیں اور درود وسلام میرے نانا جان محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور ان کی طیب وطاہر اولاد پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو۔

اے کوفہ والو! اے عہد شکنو، اے اپنی زبان سے پھر جانے والو۔ میرے بھائی کو خطوط لکھ کر کوفہ آنے کی دعوت دینے والو اور پھر اپنی وفاداری کا پاس نہ کرنیوالو۔ آج تم رو رہے ہو۔ تم روتے ہی رہو گے اور تمہارے آنسو خشک نہ ہوں گے اور تمہاری آہیں اور سسکیاں ہمیشہ کے لیے رہیں گی تمہاری مثال اس بدنصیب عورت کی سی ہے جو رات بھر سوت کاتتی (کپڑا بنتی) ہے اور پھر اسے خود ہی ادھیڑ ڈالتی ہے (ٹکڑے ٹکڑے) کر ڈالتی ہے تم سب جھوٹے اور شیخی خور ہو تم میں ایسا کون ہے جس کے من میں کھوٹ نہ ہو تم لومڑی کی طرح مکار اور چاپلوسی کرنے والے خوشامدی ہو اور تم حق کو چھوڑ کر بے دینی پر جھگڑنے والے ہو یاد رکھو تم نے اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دھوکے سے بلا کر اُنکا ساتھ چھوڑا ہے جو تم نے اپنے لیے بہت برا کیا ہے تم پر خدائے قہار کا غضب نازل ہو کر رہے گا اور تم لوگ اسی میں مبتلا رہو گے۔ اے جھوٹے کوفیو آج تم میرے بھائی حسین کی شہادت پر آنسو بہا رہے ہو لیکن تمہارے یہی آنسو کبھی تمہارے داغدار دامن کو پاک وصاف نہیں کرسکیں

گے۔ بتلاؤ تم خاتم النبیین اور معدن رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند سیدنا حسین ابن علی کے قتل کے داغ کو کیسے دھو سکتے ہو اور جنت کے نوجوانوں کے سردار کے قتل کا دھبہ کیونکر صاف کر سکتے ہو جبکہ وہ تمہاری آپس کی لڑائیوں میں تمہاری پناہ گاہ تھے اور تمہاری جماعتوں کے محافظ تھے اور تمہاری سلامتی کے ضامن تھے اور تمہارے کلمہ کی اساس اور بنیاد تھے اور مصیبت کی گھڑی میں وہ تمہاری جائے پناہ تھے اور تمہاری بگڑی ہوئی معاشی حالت کو درست کرنیوالے تھے۔

حسرت اور جفا نے تمہارے چہرے بگاڑ دیئے ہیں تم خدا کے غیض وغضب کا نشانہ بن گئے ہو۔ کوفہ والو تمہیں معلوم ہے کہ تم نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کون سے جگر گوشہ کو پھاڑا ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کونسی بیٹی کی بے حرمتی کی ہے اور کونسے خون کو تم نے بہایا ہے، تم ایک ایسے جرم کے مرتکب ہوئے ہو جو تمہارا منہ بگاڑ دینے والا ہے یاد رکھو آخرت کا عذاب تم کو رسوا کرنے والا ہے اور ایسے لوگوں کی مدد نہ کی جائے گی کوئی خدائی طاقت کے کاموں میں دخل اندازی نہیں کر سکتا اور نہ خدا کو انتقام لینے سے کوئی طاقت روک سکتی ہے۔

آہ! تم نے وہ جرم کیا ہے کہ آسمان گر پڑے زمین پھٹ جائے پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں۔ سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کا یہ خطبہ مولائے کائنات باب مدینۃ العلم کے لب ولہجہ کی یاد تازہ کر رہا تھا آج سیدہ کا انداز خطابت ایسا تھا کہ جیسے مولائے کائنات بول رہے تھے یہ خطبہ سن کر اہل بیت رسول کے دشمن بھی حیرت زدہ تھے عرب کے مشہور فصیح مذلم بن کثیر جو کہ عمر رسیدہ تھے سیدہ کا خطبہ سن کر زار وقطار رو رہے تھے اور کہہ رہے تھے میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ کے بزرگ سب سے بہتر اور آپ کے جوان سب جوانوں سے افضل اور آپ کی عورتیں سب عورتوں سے اشرف اور آپ کی نسل سب نسلوں سے اعلیٰ ہے جو نہ باطل سے ڈرتی ہے اور نہ باطل کے سامنے جھکتی ہے۔

بشیر بن خزیم اسدی کا بیان ہے کہ سیدہ زینب کے خطبہ کے دوران سینکڑوں ہزاروں لوگوں کے مجمع میں ایسا سکوت طاری تھا کہ سانس لینے کی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ یزید پلید کے دربار میں پیش آنیوالے واقعات اور قافلہ حسینی کے باقی ماندہ نفوس کے بارے میں سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام کے ذکر میں احوال شامل ہیں۔

سیدنا امام حسین علیہ السلام کی ازواج اور اولاد

نواسہ سید الابرار سیدنا امام حسین علیہ السلام کی ازواج واولاد امجاد کے بارے میں روایات مستند ہیں آپ کی ازواج کی تعداد پانچ تھی اور اولاد امجاد کی تعداد چھ ہے۔

	ازواج	اولاد
۱	حضرت شہر بانو رضی اللہ عنہا	ان کے بطن اطہر سے سیدنا امام زین لعابدین علیہ السلام تولد ہوئے
۲	حضرت رباب رضی اللہ عنہا	سیدہ سکینہ اور سیدنا علی اصغر کی والدہ ماجدہ تھیں
۳	حضرت ام لیلیٰ رضی اللہ عنہا	حضرت سیدنا امام علی اکبر علیہ السلام کی والدہ محترمہ تھیں
۴	حضرت ام اسحاق رضی اللہ عنہا	سیدہ فاطمہ صغریٰ کی والدہ ماجدہ تھیں
۵	حضرت قفاعیہ رضی اللہ عنہا	سیدنا جعفر کم سنی میں انتقال فرما گئے تھے

امام عالی مقام سیدنا امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد کربلا میں زندہ بچ جانے والے اکلوتے شہزادے سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام سے حسینی نسل پوری دنیا میں موجود ہے اور یہ مشیت ایزدی کے سبب سے ہے اور شہزادی سیدہ فاطمہ صغریٰ سلام اللہ علیہا سے بھی نسل حسینی سادات موجود ہے۔

جبکہ یزید پلید کی بہت سی اولاد تھی بعض محققین کے نزدیک چودہ لڑکے تھے لیکن عربی

فارسی کی قدیم کتب اور جدید کتب میں انکا کہیں کوئی ذکر نہیں ملتا۔ اور انتہائی تحقیق کے باوجود یزید لعین کی اولاد کا کوئی ذکر نہیں ملتا اتنی کثیر اولاد ہونے کے باوجود پتہ نہیں چل سکا۔ شاید قدرت کاملہ نے اس کی نسل بھی منقطع کر کے یزیدیوں کو پیغام عبرت دیا ہے۔

اور سیدنا امام حسین علیہ السلام کے ایک صاحبزادے کی اولاد میں اللہ تعالیٰ نے اتنی برکت عطا فرمائی ہے کہ پوری روئے زمین پر نسل حسین پھیلی ہوئی ہے۔

حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

قلندر لاہور علامہ محمد اقبال علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

غریب و سادہ و رنگین ہے داستان حرم
نہایت اس کی حسین ابتدا ہے اسماعیل

نذرانہ عقیدت بحضور سید الشہداء امام حسین علیہ السلام

صداقتوں کا کاروان حسین ابن علی
شجاعتوں کی داستان حسین ابن علی

کس شان سے مقتل کو سجایا تو نے
محوِ حیرت اہل آسمان حسین ابن علی

سر کٹاتے ہیں تیرے نام پہ دیوانے
تو عشق کا عنوان حسین ابن علی

علی اکبر و علی اصغر و قاسم و عون و محمد
ہوئے تجھ پر قربان حسین ابن علی

وفا بھی کرتی ہے رشک عباس کی وفا پر
کیسا ہے تیرا شبستان حسین ابن علی

آج بھی شرمندہ ہیں شمس و قمر اور فلک
شب عاشور بھی حیران حسین ابن علی

مٹ گئے مٹ جائیں گے تیرا نام مٹانے والے
سر بلند ہے تیرا آستان حسین ابن علی

عرش والے بھی کرتے ہیں مدحت تیری
کیا نرالی ہے تیری شان حسین ابن علی

حشر تک دے گی گواہی کربلا کی سرزمین
نانا کے دیں کا پاسبان حسین ابن علی

لعنت کا استعارہ ابد تک یزید ٹھہرا
تو ہر مومن کا ارمان حسین ابن علی
دنیا کے بادشاہ تیرے در کے ہیں گدا
تو ہر دور کا سلطان حسین ابن علی
حیدر کے لخت جگر زہرا کے نور نظر
اے مصطفیٰ کی جان حسین ابن علی
بس یہی عقیدہ ہے عاصی نعیم چشتی کا
میرا دین اور ایمان حسین ابن علی

غیر مسلموں کی نظر میں امام عالی مقام علیہ السلام کی عظمت

معروف رائٹر: مسٹر جیمس کارکرن

ان میں سے چند غیر مسلموں کے خیالات لکھے جارہے ہیں جنہیں کامران اعظم نے ترتیب دیا ہے تاریخ چین اور دیگر کئی کتب کا معروف لکھاری مسٹر جیمس کارکرن۔ مسٹر جیمس کارکرن نے امام حسین علیہ السلام کو ان الفاظ میں زبردست خراج عقیدت پیش کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ دنیا میں بہادری کے لیے رستم کا نام ضرب المثل ہے لیکن دنیا میں ایسے لوگ بھی ہوئے ہیں جن کے سامنے رستم کا نام لینا ایسے ہی ہے جیسے سورج کو چراغ دکھانا ہے۔ بہادری اور شجاعت میں میری نظر میں حضرت حسین ابن علی رضی اللہ عنہ کا نام اول درجہ میں ہے جنہوں نے میدان کربلا میں تپتی ریت پر بھوک اور پیاس کی شدید حالت میں ایسی قربانی پیش کی کہ ان کی بہادری کے سامنے رستم کا نام وہی شخص لے گا جو تاریخ سے ناواقف ہے۔

پروفیسر رگھوپتی سہائے فراق گھورکھپوری کی نظر میں

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی بلند اور پاکیزہ سیرت محسوس کرنے کی چیز ہے ایسے الفاظ کا استعمال آسان نہیں جو ان کے بلند کردار کی عظمت کے لیے مکمل مظہر ہوں یوں تو ان کی سیرت روحانیت اور آنسوؤں کی سب سے زیادہ تابناک روشنی (کرب وبلا) کے اندر چمکتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ لیکن جو لوگ حسین رضی اللہ عنہ کے واقعہ کربلا سے پہلے کی زندگی سے واقفیت رکھتے ہیں ان کے لیے حسین رضی اللہ عنہ کی زندگی بے داغ پاکیزگی پر استوار ہے ان کی بشریت ان کا خلوص اور وقار، صداقت کی چٹان اور سخت ترین مقابلے کی طاقت یہ باتیں اتنی نمایاں ہیں کہ بلا امتیاز مذہب وملت ہر فرد انھیں خراج عقیدت پیش کرتا ہے۔

کیا صرف مسلمان کے پیارے ہیں حسین
چرخ نوعِ بشر کے تارے ہیں حسین
انسان کو ذرا بیدار تو ہو لینے دو
ہر قوم پکارے گی ہمارے ہیں حسین

مجھ سے گنہگار انسان کے لیے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے کمالات کی صحیح قدر و قیمت کا اندازہ لگانا اپنی قابلیت سے بڑھ کر جرأت آزمائی کے مترادف ہوگا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا نام اور انکا کام ان کی زندگی اور شہادت کے واقعات ان نسلوں کی روحوں کو بیدار کریں گے جو ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے۔

پروفیسر آتمارام ہوشیار پوری

حضرت حسین رضی اللہ عنہ جنہیں میں خراج عقیدت پیش کر رہا ہوں یہ اپنی منفرد شخصیت اولوالعزمی اور بلند مقاصد کی وجہ سے اپنے کردار اور اپنی ہمت و حوصلہ کے سبب تاریخ اسلام ہی نہیں بلکہ تاریخ عالم میں بے نظیر حیثیت کے مالک ہیں۔

سردار کرتار سنگھ (ایم۔اے۔ایل۔ایل۔بی)
(ایڈووکیٹ ہائی کورٹ) پٹیالہ

بظاہر مسلمان غریب نظر آتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ مسلمان سب سے زیادہ امیر ہیں کیونکہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ جیسی شخصیت انھیں ورثے میں ملی ہے اگر آپ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بھول جائیں تو اس کا نتیجہ نقصان ہی نقصان ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے دنیا اس نکتہ سے نا آشنا اور بیگانہ محض اس لیے تھی کہ جذبہ شہادت مسلمانوں نے دنیا کے سامنے پیش ہی نہیں کیا بلکہ اسے عملی جامہ پہنایا اور اس سلسلے میں بہترین نمونہ شہادت کربلا کا

ہے حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنی قربانی اور شہادت سے مسلمانوں کو زندہ کر دیا اوران پر ہدایت کی مہر لگادی۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے جو قلعہ تیار کیا ہے اسے کوئی گرا نہیں سکتا کیونکہ یہ قلعہ پتھر اور چونے سے نہیں بلکہ انسانی زندگی اور خون سے تیار کیا ہے حضرت حسین رضی اللہ عنہ زمانہ کے سیاسی نشیب وفراز کے نبض شناس تھے انھوں نے کربلا کے میدان میں انصاف وقربانی اور محبت کا جو سبق دیا ہے بلاشبہ حسین رضی اللہ عنہ کا کردار برتر و بالا ہے اور وہ انصاف پریم اور قربانی کا دیوتا ہے۔

مسٹر آرتھر اینھ وسٹن۔ سی آئی اے

حضرت حسین رضی اللہ عنہ میں صبر واستقلال طاقت اور اخلاق کے وہ اعلیٰ جوہر اور کمالات موجود تھے جو عام انسانوں میں نہیں پائے جاتے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ذات خود ایک معجزہ ہے حسین کی بہادری اور شجاعت کی مثال شائد ہی دنیا کبھی پیش کر سکے دنیا کی تمام قوموں کی تاریخ ایسا سورما پیش نہ کر سکی جو ہزاروں سے تن تنہا لڑا ہو اور برضاو رغبت اپنی شہادت پیش کرنے پر آمادہ ہو گیا ہو۔

ڈاکٹر جواہر لال روہتکی (ایم۔ایل۔اے)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ جیسے بہادر انسان کسی ایک مذہب یا کسی ایک ملک کے ہیرو نہیں سمجھے جاسکتے۔ میدان کربلا میں حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء کی قربانیاں اور وہ بلند مقاصد جن کے لیے انھوں نے اپنی جانیں دیں ہر زمانے کی نسل ان سے سبق حاصل کرسکتی ہے مجھے امید ہے ہمارے ملک کا ہر آدمی کربلا کی تاریخ کے ایک ایک ورق کا مطالعہ کر کے حسین رضی اللہ عنہ کی قربانیوں کی تقلید اپنے ملک وقوم کے مفاد کے لیے کرے گا۔

مہاراجہ جگجیت سنگھ بہادر۔ والی کپورتھلہ

انسانی تاریخ میں شہیدوں کا مرتبہ بہت بلند ہے اور شہدا چاہے کسی بھی ملک وقوم کے ہوں ہر مذہب میں قابل احترام اور لائق عزت ہوتے ہیں کوئی بھی انسان باقاعدہ ہرگز یہ نہیں کہہ سکتا کہ شہید کسی خاص قوم یا کسی خاص زمانے کے لیے راہنما ہوتے ہیں بلکہ شہیدوں کی روشن مثالیں ہر فرد اور ہر بشر کے لیے ہر زمانے میں سبق آموز ہیں اور اسی نقطہ نظر سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے واقعات ساری دنیا کے لیے قابل مطالعہ ہیں میں یقین سے کہتا ہوں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شجاعت کی یاد تازہ رکھنے کے لیے سکھ ہندو مسلمان اور عیسائی سب دل سے شامل ہوں گے میرا یہ پیغام معمولی یا رسمی نہیں بلکہ میرے خیالات کی صحیح عکاسی کرتا ہے۔

پروفیسر سردار خزاں۔ لدھیانہ کالج

سکھ قوم کی روایات ہمیشہ سے بہادری اور شجاعت سے وابستہ رہی ہیں اس لیے کوئی وجہ نہیں کہ دوسرے مذاہب کے بہادروں کی عزت نہ کریں۔ جبکہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی عزت وتکریم کرنا سکھ مذہب میں بھی لازمی امر ہے۔ انھوں نے کربلا کے میدان میں اپنے مٹھی بھر ساتھیوں کے ساتھ ہزاروں کے لشکر کا جس جوانمردی سے مقابلہ کیا اور بڑی بڑی مشکل اور مصیبت کو جس طرح خندہ پیشانی سے برداشت کیا اس نے ان کا مرتبہ اتنا بلند کر دیا ہے کہ وہ بہادروں کے عالم میں بڑی ممتاز جگہ پر فائز ہیں۔

کنور مہندر سنگھ بیدی

گلشنِ صدق و صفا کا لالہء رنگین حسین
شمع عالم مشعل دنیا چراغ دیں حسین
سر سے پا تک سرخی افسانہ حسین
جس پہ شاہوں کی خوشی قربان وہ غمگین حسین

اُم المعارف سیدہ زینب سلام اللہ علیہا
بنت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ

حضرت سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کا شمار عالم اسلام کی عظیم ترین مستورات عالیہ میں ہوتا ہے آپ عزم واستقلال اور زہد وورع میں بلند مقام رکھتی تھیں، مدینۃ العلم سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی صاحبزادی ہونے کے ناطے آپ سلام اللہ علیہا علم وحکمت کے خزانوں سے آراستہ تھیں اس کی ایک جھلک آپکے خطبات کی فصاحت وبلاغت سے ظاہر ہوتی ہے۔ معرکہ کربلا میں آپ سلام اللہ علیہا نے جس جرات اور عزم وہمت کا مظاہرہ کیا وہ تاریخ اسلام کا سنہری باب ہے۔

ولادت

سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کی ولادت سن چھ ۶ھ جمادی الآخر میں مدینۃ المنورہ میں ہوئی اور آپ کا نام ولادت سے کئی روز بعد رکھا گیا۔ کیونکہ آپ کے نانا جان سید الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم ان دنوں سفر پر تشریف لے گئے تھے۔ جب واپس تشریف لائے تو حسب معمول اپنی صاحبزادی سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے گھر رونق افروز ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے نومولود بچی کو آغوش رحمت میں لیا۔ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بچی کا نام تجویز فرمائیں آپ کریم صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کے کاشانہ اقدس کی اس بہار کا نام زینب رکھا اور اپنے سینہ اقدس سے لگا کر پیار فرمایا۔

تعلیم وتربیت

پوری کائنات میں اعلیٰ ترین نسبت رکھنے والی اس معصومہ کی کیا شان ہے جن کے نانا جان سرور کائنات صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور والد نامدار سیدنا علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم والدہ معظمہ طیبہ طاہرہ سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا اور بھائی حسنین کریمین ہوں بلاشبہ اس گھرانے میں تربیت حاصل کرنے والی اس شہزادی کے اوصاف جمیلہ کتنے بلند وبالا ہوں گے اور یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کی فہم وفراست اور دانشمندی علم وادب زہد وتقویٰ سادگی وپاکیزگی عبادت وریاضت تواضع اور مہمان نوازی استقامت وصداقت ایثار وقربانی یعنی ہر اعلیٰ اوصاف کا آپ کی شخصیت میں ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ خاندان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پرورش پانے والی اس عظیم خاتون میں انہی صفات کا ہونا اس گھرانے کی پہچان ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو اپنی اس نواسی کے ساتھ بہت محبت اور شفقت کا تعلق تھا اور اسی آغوش نبوت کی تربیت کا رنگ نمایاں تھا کہ سیدہ زینب سلام اللہ علیہا میں جو خصوصیات تھیں۔ یہ سایہ نبوت کی برکات کا اثر تھا۔ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سونے کا ایک ہار تحفہ کے طور پر آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ ہار اس کو پہناؤں گا جس سے میں سب سے زیادہ پیار کرتا ہوں چنانچہ ہار لیکر سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کے پاس تشریف لائے اور انکے گلے میں پہنا دیا جب رحمت دوعالم ﷺ نے آخری حج فرمایا تو اس وقت سیدہ زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا بھی کم سنی کی عمر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھیں یہ واقعہ ۱۰ھ کا ہے۔

سیدہ زینب کی شباہت

آپ سلام اللہ علیہا کا چہرہ اقدس بڑا پرنور تھا اور ام المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا سے بڑی شباہت تھی ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے کہ میری اس نواسی کی شکل وشباہت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کی طرح ہے عصمت وحیاء میں اپنی کریم النفس والدہ ماجدہ سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے مثل تھیں فصاحت وبلاغت میں اپنے والد بزرگوار سیدنا علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ کی طرح تھیں تمام خوبیاں اور کمالات اپنے اعلیٰ نسب پر تھے۔

نکاح مبارک

سیدہ زینب بنت علی کا نکاح حضرت عبداللہ ابن جعفر طیار رضی اللہ عنہ سے ہوا جو آپ کے چچازاد تھے یہ رسم نکاح بڑی سادگی سے مسجد میں ادا ہوئی اور دوسرے روز حضرت عبداللہ نے دعوت ولیمہ کا اہتمام کیا جس میں تمام قریبی عزیز واقرباء شامل ہوئے سیدہ سلام اللہ علیہا کو گھریلو امور میں خاص مہارت تھی کیونکہ شادی سے قبل آپ نے شیر خدا کرم اللہ وجہہ کے گھر کا نظم ونسق سنبھالا ہوا تھا اور پھر سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا جیسی خاتون جنت کے زیر سایہ تربیت ہوئی تھی، غریبوں اور مسکینوں کی امداد فرمایا کرتی تھیں حضرت عبداللہ ابن جعفر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے کہ زینب سلام اللہ علیہا کو گھر داری میں پوری مہارت ہے اور لذیذ کھانے پکانے میں انکا کوئی ثانی نہیں اور شرم وحیاء ایسی کہ ملائکہ بھی رشک کرتے تھے غرضیکہ اللہ تعالیٰ نے سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کو خاندان نبوت میں ایک خاص مقام عطا فرمایا تھا۔ اور ازدواجی زندگی نہایت مثالی تھی۔

ایمان وایقان

سیدہ کے صبر وشکر اور اللہ کریم پر کامل ایمان وایقان کا اندازہ اس وقت ہوتا ہے جب میدان کربلا میں شہادت امام حسین علیہ السلام کے بعد آپ نے خانوادہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی عفت مآب مستورات کی بہادری اور جرات سے حفاظت فرمائی اور اسیر ہونے کے باوجود جس استقامت کا مظاہرہ کیا اس کی مثال تاریخ میں ملنا محال ہے اہل کوفہ اور یزید کے دربار میں آپ کے خطبات کی فصاحت و بلاغت نے شامیوں اور یزیدیوں کے پتھر دلوں پر ایسے گھاؤ لگائے کہ رہتی دنیا تک آپ کے خطبات جرات و بہادری کی مثال بنے رہیں گے۔ سیدہ کے جوش خطابت میں رنگ علی نمایاں نظر آتا تھا جنھیں سن کر شامی اور یزیدی لرزہ براندام ہو گئے اور ان بدبختوں کے پاس سوائے ندامت اور پچھتاوے کے اور کچھ ہاتھ نہ آیا اور سیدہ کے ایمان اور توکل نے ثابت کر دیا ظلم اور جبر کے خلاف ڈٹ جانا اور جابر سلطان کے سامنے کلمہ حق کہنا ہی اسلام کی روح ہے جسے سیدہ نے اپنے عمل و کردار سے ثابت کر دیا۔ اسلام کی تاریخ میں جن بے مثال اور بلند حوصلہ خواتین کا ذکر ملتا ہے ان میں سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کا اسم گرامی سرفہرست ہے۔ آپ کے دونوں صاحبزادے بھی حضرت عون و حضرت محمد کربلا میں شہید ہوئے۔

القابات

سیدہ زینب بنت علی کو ام المصائب۔ شریکۃ الحسین عابدہ زاہدہ، عالمہ، معلمہ کے القابات سے یاد کیا جاتا ہے اور ان تمام القابات کے حق ہونے کا ثبوت آپ نے اپنے کردار و عمل سے ثابت کیا اور تاریخ کی کتابوں میں آپ سلام اللہ علیہا کی سیرت پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے کیونکہ آپ کی ساری زندگی ایثار و قربانی صداقت و جرات دانشمندی زہد و تقویٰ سادگی اور پاکیزگی کا نمونہ ہے اور مورخین نے آپ سلام اللہ علیہا کے شمائل و فضائل پر جو کچھ بھی لکھا ہے آپ کی عظمت اس سے بھی کہیں بڑھ کر ہے۔ اہل اسلام کو آپ سلام اللہ علیہا پر نا صرف فخر ہے بلکہ آپ کا نام نامی جرات و استقامت کا استعارہ بن چکا ہے جو مسلمان عورتوں کے لیے مشعل راہ ہے اور تا قیام قیامت سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کا ذکر خیر باعث افتخار اور حصول خیر و برکت ہوتا رہے گا اللہ تعالیٰ آپ سلام اللہ علیہا کی قبر انور پر

کروڑوں رحمتوں کا نزول فرمائے۔

وصال مبارک

سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کے وصال کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے، لیکن بعض معتبر روایات کے مطابق آپ اپنے شوہر حضرت عبداللہ ابن جعفر رضی اللہ عنہ کے ساتھ شام کے سفر پر جارہی تھیں راستہ میں دمشق کے قریب آپ کا وصال ہو گیا یہ پندرہ رجب ۶۲ھ تھا اور وہیں آپ کو دفن کیا گیا۔ آپ سلام اللہ علیہا کے مزار اقدس کی نسبت سے اس جگہ کا نام مقام زینبیہ مشہور ہے۔ اور مزار اقدس پر گنبد مبارک ہے جو دور سے نظر آتا ہے اہل دل اس عظیم الشان گنبد کا دور سے ہی نظارہ کر کے بے اختیار آبدیدہ ہو جاتے ہیں اور سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کے مزار مقدس کی زیارت کرنیوالوں پر ایک خاص گریہ طاری ہو جاتی ہے کیونکہ اس عظیم المرتبت خاتون جنت کی مبارک زندگی مصائب وآلام میں گذری لیکن آپ نے انتہائی صبر وشکر اور جرات وہمت سے ہر مصیبت اور رنج والم کو برداشت کیا جو اہل بیت اطہار کا خاصہ ہے۔

یقین وایمان کا نام ہے زینب
عزم و استقلال کا نام ہے زینب
ازل تا ابد یہ ذکر ہوتا رہیگا
جرات و ایثار کا نام ہے زینب

سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کا شمار تاریخ اسلام کی عظیم ترین خواتین میں صفِ اول پر ہوتا ہے وہ ماں جو اپنے صاحبزادوں کو جرأت و بہادری سے یزیدی لشکر سے لڑنے کی ترغیب دیکر میدان میں روانہ کرتی ہے جبکہ یہ بھی جانتی ہے کہ میرے لخت جگر زندہ واپس نہیں آئیں گے ایسی عظیم ماں کی عظیم جرأت پہ لاکھوں سلام۔

عرش فرش پہ تیرا احترام زین العابدین
پارسائی بھی کرتی ہے سلام زین العابدین
اے گلشنِ زہرا کے لعل بے مثال گوہر بار
سرمدی رنگ تیرا بلند مقام زین العابدین

وارث کمالات نبوت چراغ امت امام مظلوم

کاشف رموز و اسرار زینت اہل بیت اطہار

سیدنا علی بن حسین الملقب امام زین العابدین علیہ السلام

سیدنا علی بن حسین بن علی (علی اوسط) الملقب سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام آں وارث کمالات نبوت چراغ امت سید مظلوم خلف الراستین حضرت خاتم النبیین شاہِ صبر واستقامت امام الامت ابو محمد علی بن حسین بن علی بن ابوطالب سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام آپ آئمہ اہل بیت اطہار کے چوتھے امام ہیں آپ کی کنیت ابو محمد، ابوالحسن اور ابو بکر ہے۔

القاب

سید العابدین، زین العابدین۔ سجاد۔ زکی، امین اور ذو الثقنات ہیں۔

ولادت باعظمت

ولادت باسعادت کے بارے میں مختلف روایات ہیں۔ ۱۵ جمادی الاول ۳۸ھ یا ۳۶ھ ایک روایت میں ۵ شعبان ۳۸ھ مدینہ منورہ میں ولادت ہوئی زین العابدین کے لقب سے عالم اسلام میں معروف ہوئے اہلبیت اطہار میں ایسا نسب کہ ملائکہ بھی رشک کرتے ہیں۔ والد بزرگوار نوجوانان جنت کے سردار سید الشہدا سیدنا امام حسین علیہ السلام فرزند رسول مقبول ﷺ اور دادا شہسوار ہدایت منبع ولائت کان کرامت سیدنا علی المرتضی شیر خدا وجہہ الکریم دادی کانِ حلم وحیا سیدۃ النساء، سیدہ فاطمۃ الزہرا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور والدہ محترمہ شہزادی شہر بانو بنت یزدجرد شہریار بن خسرو پرویز بن ہرمز بن کسریٰ نوشیرواں عادل بادشاہ روضۃ الصفا میں لکھا ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے

زمانہ خلافت میں مال غنیمت میں یزدجرد شہریار کی تین بیٹیاں قیدی بنا کر مدینہ منورہ لائی گئیں صاحب اقتباس الانوار نے لکھا ہے کہ یہ تینوں شہزادیاں سیدنا علی المرتضیٰ شیر خدا نے اس لیے اپنے پاس رکھ لیں کہ سلاطین عجم کی بیٹیاں ہیں انھیں فروخت کرنا مناسب نہیں چنانچہ ایک شہزادی محمد بن ابوبکر اور ایک عبداللہ بن عمر کے عقد نکاح میں آئیں اور ایک شہزادی شہر بانو سیدنا امام حسین علیہ السلام کے عقد نکاح میں آئیں اسی عفت مآب شہزادی کے بطن اطہر سے امام زین العابدین علیہ السلام تولد ہوئے آپ حسب ونسب کے لحاظ سے انتہائی اعلیٰ وارفع مقام رکھتے ہیں ایسا عظیم الشان نسب کسی اور کو نصیب نہ ہوا۔ حسینی سادات کو امام زین العابدین علیہ السلام سے دوام ملا کیونکہ میدان کربلا میں سیدالشہداء شہید کربلا سیدنا امام حسین علیہ السلام کی اولاد مقدس میں مردوں میں زندہ رہنے والے فقط آپ ہی تھے اور آپ ہی سے سلسلہ نسب حسینی سادات پروان چڑھا اس لحاظ سے سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام کی شخصیت بڑی اہمیت کی حامل ہے اور آپ کے اوصاف وکمالات عبادت وریاضت سخاوت وایثار استقامت وکرامت صبر ورضا میں آپ کا کوئی ثانی نہیں تاریخ آپ کا ثانی تلاش کرنے سے قاصر ہے یزید پلید کے دربار میں آپ کا خطبہ آپ کی جرات اور شان حیدری کا آئینہ دار ہے۔ آپ لڑکپن سے ہی بڑے ذہین فطین اور معاملہ فہم تھے۔ میدان کربلا میں پیش آنے والے واقعات کے عینی شاہد تھے۔ اگر آپ بھی شربت شہادت نوش فرمالیتے تو آج دنیا کو واقعہ کربلا کی حقیقت بھی معلوم نہ ہوتی اور اہل اسلام اس دردناک اور المناک سانحہ کی حقیقت سے ناآشنا رہتے اور میدان کربلا میں کون کس طرح مقام شہادت عظمیٰ پر فائز ہوا کسی کو معلوم نہ ہوتا آپ نے قافلہ حسینی کے ایک ایک جانثار کو اپنی آنکھوں کے سامنے شہید ہوتے دیکھا اور خون جگر پیتے رہے کیونکہ آپ کربلا تک پہنچنے تک سخت بیمار ہوگئے تھے اور کمزوری اور نقاہت کے سبب آپ کے والد بزرگوار سیدنا امام حسین علیہ السلام نے جنگ میں شریک نہ ہونے دیا اور یہی قدرت کاملہ کی حکمت تھی کہ نسل

حسینی نے آگے چل کر امام زین العابدین علیہ السلام سے ہی پروان چڑھنا تھا ورنہ چھ ماہ کا شہزادہ علی اصغر تک جام شہادت نوش کر چکا تھا امام زین العابدین علیہ السلام کا زندہ رہنا صرف اور صرف مشیت ایزدی کا مظہر تھا۔ یزید پلید کے دربار میں آپ کا تاریخی خطبہ جس نے وہاں پر موجود لوگوں کو رلا یا وہیں یزید پلید کو بھی لرزا یا اور وہ بد باطن آپ کا خطبہ سن کر خوفزدہ ہوا اور وہ لٹے ہوئے قافلہ حسینی کو باعزت واپس مدینہ منورہ بھجوانے پر مجبور ہوا اور یہ امام زین العابدین علیہ السلام کی جرات اور حمیت تھی جسکی بدولت یزید پلید ایسا کرنے پر آمادہ ہوا ورنہ اس بدبخت کے ارادے کچھ اور تھے۔

اے امت کے امام اور اسلام کی شان سیدنا امام زین العابدین آپ کی جرات اور عظمت و رفعت پر کروڑوں درود وسلام جہاں آپ عبادت گذاروں کی زینت ہیں وہیں آپ کا کردار و عمل پوری امت کے لیے مشعل راہ ہے اور صبح قیامت تک اہل ایمان آپ کی سیرت سے راہنمائی حاصل کرتے رہیں گے۔

مفاہمت نہ سکھا جبر ناروا سے مجھے
سربکف ہوں لڑا دے کسی بلا سے مجھے

امیر المومنین امام المسلمین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شہادت کے وقت امام زین العابدین علیہ السلام کی عمر مبارک دو سال تھی اور واقعہ کربلا کے وقت تیئس (۲۳) سال تھی اور واقعہ کربلا کے بعد یزید کے دربار میں دخترانِ اہل بیت اطہار اور امام زین العابدین علیہ السلام کو قیدی بنا کر لایا گیا۔

سیدہ زینب بنت علی کا یزید کے دربار میں تاریخی خطبہ

جب مظلوم کربلا کا قافلہ یزید کے دربار میں پہنچا تو اس مردودِ زمانہ نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی طرف دیکھ کر اپنے سفاک فوجیوں سے پوچھا یہ نوجوان کون

ہے انہوں نے کہا یہ علی بن حسین ہے۔ یہ سنکر اس بد باطن نے کہا کہ میں نے تو سنا ہے کہ علی بن حسین بھی مارا گیا ہے اور اس کا سر بھی تن سے جدا کر دیا گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ حسین کے تین بیٹوں میں سے دو مارے گئے ہیں اور یہ تیسرے علی اوسط ہیں جو بیمار تھے اس لیے ہم نے اسے نہیں مارا پھر یزید پلید نے امام زین العابدین سے مخاطب ہو کر کہا اے لڑکے تو جانتا ہے کہ تیرا باپ مسند خلافت چاہتا تھا تا کہ ان کے ناموں کا خطبہ منبروں پر پڑھا جائے مگر تمہارے باپ کی مراد پوری نہ ہوسکی اور دیکھ آج اسکا کیا انجام ہوا اور ساتھ ہی اس کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی جسے اس لعین مردود نے امام حسین علیہ السلام کے سر اقدس پر رکھا اور پھر ان کے چہرہ انور پر ہلکی سی ضرب لگائی۔ یہ دیکھ کر امام زین العابدین کے ضبط اور صبر کا پیمانہ لبریز ہوا آپ نے انتہائی نقاہت اور کمزوری کے باوجود بڑی جرأت سے جواب دیا اے یزید کیا تو نہیں جانتا مسجدوں میں جو منبر و محراب ہیں یہ تیرے باپ دادا کے ہیں۔ یا میرے باب داد کے یاد رکھ خلافت و امامت ہمارے خاندان کو ہی زیبا ہے جنہوں نے کفار اور مشرکین سے جہاد کر کے مسلمانوں کے شہر آباد کیے اور تیرے آباؤ اجداد تو کفر و شرک میں مبتلا تھے اور دنیاوی طلب وجاہ کے لیے لڑتے مرتے تھے صبر کر عنقریب قیامت کے دن حق تعالیٰ تیرا اور ہمارے معاملہ کا بڑی اچھی طرح فیصلہ کرے گا یہ سن کر یزید پلید لال پیلا ہو گیا اور اپنے ضمیر فروش جلاد کو حکم دیا اس کو باہر لے جاؤ اور اسکا بھی سر کاٹ دو۔ یہ سن کر سیدہ زینب بنت علی نے یزید کو للکار کر کہا اے یزید کیا اتنے سر کاٹ کر تیرا کلیجہ ٹھنڈا نہیں ہوا۔ جو خانوادہ رسول کی اس آخری نشانی کو بھی مارنا چاہتا ہے اب اسکے سوا ہمارا کوئی محرم نہیں رہا اور اگر قتل کرنا ہے تو پہلے ہمیں کر یہ کہہ کر سیدہ زینب امام زین العابدین سے لپٹ گئیں اور فرمایا

اَنَا دِيكَ يَا جَدَّاهُ يَا خَيْرَ مُرْسَلٍ حُسَيْنُكَ مَقْتُوْلٌ نَسْلِكَ ضَائِعٌ

ترجمہ: ”میں پکارتی ہوں اپنے نانا کو اے بہتر رسولوں سے خبر لیجیے کہ آپ کے حسین تو

شہید ہو گئے اور اب آپ کی نسل کو بھی منقطع کیا جارہا ہے۔اے یزید پہلے ہمیں قتل کر پھر علی
بن حسین کو قتل کرنا اے ظالم تو نے ہم پر زمین اور آسمان تنگ کر دیے اور ہمیں قیدی بنا کر لایا
گیا اور یہ گمان کرتا ہے کہ ہم ذلیل اور تو جلیل ہے۔اس چندروز کی سلطنت واقتدار پر اتنا
گھمنڈ کر رہا ہے جس پر تو نے قبضہ کیا ہوا ہے یہ حقیقت میں ہمارا ہے اور آج تو ناک چڑھا کر
بات کرتا ہے اور اس کام پر بہت خوش ہے جو تو نے کربلا میں اہل بیت رسول کے ساتھ کیا
ہے ذرا ٹھہر جا جلدی نہ کر کیا تو خدائے ذوالجلال کے اس فرمان کو نہیں جانتا کہ کافر لوگ یہ
گمان کرینگے کہ ہم نے ان کو مہلت دے رکھی ہے ہم نے محض اس لیے ان کو ڈھیل دے
رکھی ہے تاکہ وہ دل کھول کر گناہ کرلیں اور ان کے لیے رسوا کرنے والا عذاب ہے تو نے
عبدالمطلب کی اولاد کا مقدس خون بہا کر ان کی جڑ کاٹنے کی کوشش کی ہے عنقریب تو اس
کے انجام سے دوچار ہوگا اور میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارا حق ہم کو دے اور ہم پر ظلم وستم
ڈھانے والوں سے انتقام لے۔جن لوگوں نے ہمارا خون بہایا ہے اور ہمارا ساتھ دینے
والوں کو قتل کیا ہے اے اللہ تو ان پر اپنا قہر وغضب نازل فرما اللہ کی قسم۔اے یزید تو نے اپنا
ہی چمڑا کاٹا ہے اور اپنے گوشت کے ہی ٹکڑے کیے ہیں۔عنقریب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی
بارگاہ میں حاضر ہوگا۔جب قیامت کے دن ان شہدا کو اللہ ایک جگہ جمع کرے گا اور ان کے
دشمنوں سے انتقام لے گا۔جو اللہ کی راہ میں شہید ہو گئے اے یزید تیرے لیے اللہ کا حاکم
ہونا اور نبی کا دشمن ہونا اور جبریل کا تمہارے برخلاف ہمارا مددگار ہونا کافی ہے۔جن لوگوں
نے تیرے اقتدار کی راہ ہموار کی ہے اور تجھے مسلمانوں کی گردنوں پر مسلط کیا ہے ان سب کو
معلوم ہو جائیگا کہ ظالموں کا انجام کس قدر بُرا ہے اور یہ بھی معلوم ہو جائیگا کہ کس کا لشکر کمزور
ہے اور کس کا طاقتور۔کس قدر تعجب کی بات ہے کہ ایک شیطانی گروہ نے خدا کے چنے ہوئے
لوگوں کو شہید کیا ہے اور تو سوائے اپنے کرتوتوں کے کچھ نہ پائے گا اور قیامت کے دن یہی

تیرا تاوان ہوگا۔ ڈر اس وقت سے جب تو بے یار و مددگار ہوگا۔ جس قدر چاہے تنگ و تاگ کر لے اللہ کی قسم تو ہمارے ذکر جمیل کو نہیں مٹا سکتا اور نہ ہماری بلندی کو چھو سکتا ہے اور نہ اپنے کرتوت چھپا سکتا ہے اور تیری یہ حکومت گنتی کے چند دن کی ہے اور تیری پراگندہ جماعت کا وقت بھی قریب ہے۔ اور وہ وقت بھی قریب ہے جب ایک منادی کرنیوالا ندا کریگا۔ لعنت ہو ایسی قوم پر جس نے آل رسول پر یہ ستم ڈھایا ہے۔

سیدہ زینب بنت علی کا یہ خطاب سن کر یزید کے دربار میں ہر طرف سے آہوں اور سسکیوں کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں اور دربار یزید میں سناٹا چھا گیا تھا۔ سیدہ نے جس جرأت اور بہادری کا مظاہرہ کیا تھا یہ حیدر کرار کی بیٹی ہی کر سکتی تھی۔ یزید پلید نے گھبرا کر اور خوف زدہ ہو کر جو اسکے مکروہ چہرے سے عیاں ہو رہا تھا فوراً جلاد کو حکم دیا علی بن حسین کو چھوڑ دو اب درباری یزید کو گھور گھور کر دیکھ رہے تھے اور اسکے ظلم سے آگاہ ہو رہے تھے۔

سیدہ زینب نے فرمایا تو جنگ بدر کے مقتولوں کا انتقام نواسۂ رسول سے لینے کا اقرار کر رہا ہے تیرے سینے میں خاندانی عداوت اور کینہ پروری کی آگ بھڑک رہی ہے جو تو نے میرے بے گناہ بھائی کو قتل کر کے ٹھنڈی کر لی ہے اور تو نے پرانی عداوت کا بدلہ لیا ہے یاد رکھ تو نے اپنے بوڑھے مقتولوں کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے خون حسین بہا کر اپنے بڑوں کے کفر کو تقویت دی ہے اور اس پر اپنی بہادری کا اعلان بھی کر رہا ہے۔ تجھے اپنے کیے کی سزا بھگتنا پڑے گی میرے بھائی کا خون تیرے محلات کی دیواروں پر بجلی بن کر گرے گا اور پھر تیرے لیے آگ ہی آگ ہوگی۔ یزید اپنے اطراف میں لوگوں کے رونے کی آوازیں سن کر پریشان ہو رہا تھا۔ اسی دوران ایک شامی حرامی اٹھا اور اس نے کم سن سیدہ سکینہ کی طرف اشارہ کر کے یزید کو کہا امیر یہ لڑکی مجھے دے دو جناب سیدہ سکینہ جناب سیدہ زینب سے چمٹ گئیں تو سیدہ بنت حیدر کرار نے اس شامی حرامی کو پکار کر کہا کمینے تیری یہ جرأت کہ

ناموس رسالت پر اپنی گندی آنکھ اٹھاتا ہے بے شرم، اسکا حق نہ تجھے ہے اور نہ تیرے امیر کو یزید نے غصے میں جل کر کہا تم جھوٹ بولتی ہو مجھے اسکا حق ہے اگر چاہوں تو ایسا کر سکتا ہوں۔ سیدہ زینب نے فرمایا غلط کہتے ہو تمہیں اس کا حق خدا نے ہرگز نہیں دیا کہ نبی زادیوں کو مال غنیمت سمجھ کر تقسیم کردو اپنا یہ حق جتانے کے لیے تجھے برسرعام یہ اعلان کرنا ہوگا کہ تم دین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نکل گئے ہو اور تم نے دین محمدی کو چھوڑ کر دوسرا دین اختیار کر لیا ہے تمہاری گفتگو سے صاف کفر کی بو آرہی ہے اب یہ اعلان بھی کر سکتے ہو تو کردو۔ یہ سن کر یزید پلید آگ بگولا ہو گیا اور کہنے لگا کہ دین سے تیرا باپ اور بھائی بھی نکل چکا ہے۔

سیدہ زینب نے فرمایا اللہ کا دین میرے نانا، میرے باپ اور میرے بھائی نے ہی تو دنیا کو دیا ہے۔ اے ظالم تو زبردستی حاکم بن بیٹھا ہے اور طاقت کے نشے میں گالیاں بکتا اور جبر و تشدد سے اللہ کی مخلوق اور صدائے حق کو دباتا ہے۔ سیدہ کے حق و صداقت پر مبنی خطاب نے یزید کو ایک بار پھر کاری ضرب لگائی اور اس شامی حرامی کو غصے میں کہنے لگا دفع ہو جاؤ میری نظروں سے دور ہو جاؤ۔ یہی یزید پلید کی شکست تھی لیکن اقتدار کی طاقت اور رعونت کب دبنے دیتی ہے اس نے لوگوں کے ذہن بدلنے کے لیے کہا میں تخت و حکومت کا مالک ہوں خدا نے مجھے لاکھوں لوگوں پر حاکم بنا رکھا ہے۔

امام زین العابدین کا یزید سے مکالمہ

اسی دوران مؤذن نے اذان دینا شروع کی۔

اَللهُ اَكْبَرُ اَللهُ اَكْبَرُ، اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا الله۔ جب مؤذن نے کہا اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَسُوْلُ الله۔ تو سید نام امام زین العابدین نے فرمایا: اے یزید! اب بتا حکومت کس کی ہے شہر تیرا ہے تخت تیرا ہے لیکن نام میرے باپ کے نانا کا گونج رہا ہے۔ یا تیرے باپ کے نانا کا۔ یا کسی اور کے باپ کے نانا کا۔ اب بتا حکومت کس کی ہے تمہاری یا ہماری

تیری شاہی نوبت پانچ روزہ ہے جبکہ ہماری نوبت پنج وقتی ہے جسے سن کر لوگ کام ترک کر کے اللہ کے حضور سر بسجود ہو جاتے ہیں، یاد رکھ، قیامت تک خطیب لوگ منبروں پر خطبہ امامت اور فضیلت ہماری بیان کرتے رہیں گے بتا جبریل امین ہمارے گھر آتے تھے یا تمہارے گھر آتے تھے مسلمان کلمہ ہمارا پڑھتے ہیں یا تمہارا۔ قرآن پاک میں آیات تطہیر ہمارے حق میں نازل ہوئی ہیں یا تمہارے حق میں۔ مسلمانوں پر ہماری محبت فرض ہے یا تمہاری۔

اے یزید تو کیا سمجھتا ہے ہمیشہ زندہ رہے گا اور اسی طرح مونچھوں کو تاؤ دیتا رہے گا۔ ذرا اس وقت سے جب قدرت کا کھیل شروع ہوگا۔ اور عجیب تماشا ہوگا۔ امام زین العابدین علیہ السلام کی زبان اقدس سے نکلے ہوئے الفاظ نے یزید پلید کے دل پر نشتر کا کام کیا اور اس کا سر شرم سے جھک گیا اور ایک انجانے خوف نے اسے گھیر لیا تھا اور رائے عامہ کو بھی اپنے مخالف دیکھ کر اس نے فوراً دربار کی کارروائی کو معطل کر دیا۔

اور سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام کو ایک الگ کمرے میں لے گیا اور ان کا دل بہلانے کے لیے خود کو واقعہ کربلا سے بے خبر ہونے کا تاثر دینے لگا اور کہنے لگا یہ سب کچھ ابن زیاد نے کیا ہے میرا اس واقعہ سے کوئی تعلق نہیں۔ یہاں بھی امام زین العابدین نے فرمایا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ تیرا ملازم بغیر تیری اجازت اور رضا مندی کے اتنے جلیل اور عظیم لوگوں کا قتل عام کرے۔ اب یزید ابن زیاد کو برا بھلا کہہ کر اپنی بے گناہی ثابت کرنے کی کوشش کر رہا تھا جبکہ یزید لعین اپنے ایمان پر خاک ڈال چکا تھا اور اس نے یہ بھی بھانپ لیا تھا کہ اب قافلہ حسینی کا یہاں زیادہ دیر تک ٹھہرنا مناسب نہیں کہیں لوگ بغاوت نہ کر دیں۔ اور اب اس نے خاندانِ رسالت کے ان مظلوموں کو حرم شاہی میں رات بسر کرنے کا بندوبست کر دیا۔

اگلے دن صبح یزید پلید نے امام زین العابدین علیہ السلام سے کہا اگر آپ کی کوئی

حاجت ہوتو میرے روبرو بیان کریں تا کہ میں اسے پورا کروں آپ نے فرمایا بس میں یہی چاہتا ہوں کہ ہمارے مدینہ منورہ جانے کا بندوبست کر دے تا کہ ہم واپس جا کر اپنے نانا جان کے روضہ منورہ پر حاضری دیں اور یاد الٰہی میں باقی زندگی بسر کروں۔ یزید نے فوراً قبول کیا۔ اور نعمان بن بشیر کو طلب کیا جو کربلا میں امام حسین علیہ السلام سے جنگ کرنے والے لشکر میں جانے سے انکار کر چکا تھا اور اہل بیت اطہار کا بہت احترام کرتا تھا۔ یزید پلید نے نعمان بن بشیر کو تین سو سواروں کے ساتھ اہل بیت کے قافلہ کی حفاظت کے لیے مقرر کر دیا اور سامان سفر کا بھی بندوبست کر دیا اور نعمان کو کہا کہ اس قافلے کو بحفاظت مدینہ منورہ پہنچادے۔ امام نے شہدا کے سر مبارک بھی اپنے ساتھ لے جانے کا کہا۔ تمام شہدا کے سر بھی امام زین العابدین علیہ السلام کے حوالے کر دیئے۔ چنانچہ شہدا کے سروں کے ساتھ یہ قافلہ مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوا۔ امام پر گریہ زاری کا عالم طاری تھا۔ کہ جب مدینہ منورہ سے چلے تھے تو کتنا بڑا قافلہ تھا۔ سیدنا حسین، عباس علمدار، علی اکبر و علی اصغر، عون ومحمد، قاسم اور کتنے انصار اور وفادار ساتھی ساتھ تھے اب چند عفت مآب بیبیوں کے ساتھ امام واپس مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جبکہ بچھڑنے والوں کا غم قیامت سے کم نہ تھا۔ دمشق سے یتیم پدر ہو کر چلے۔ نعمان بن بشیر قافلہ اہل بیت اطہار سے سارے راستے میں کمال تعظیم و تکریم سے پیش آیا۔ اور سر مو اطاعت سے انؑ کی منہ نہ موڑا رات کو جہاں قافلہ شب باش ہوتا تو تمام سوار اور بشیر قافلہ سے دور چلے جاتے اور قافلہ کو بغرض حفاظت چاروں طرف سے حصار میں لے لیتے۔ جبکہ امام زین العابدین سید الشہدا کو یاد کر کے روتے رہتے۔

جب قافلہ واپس کربلا میں پہنچا تو شہدا کی قبروں کو دیکھ کر ایک بار پھر کہرام برپا ہوا۔

جنہیں قبیلہ بنو اسد کے لوگوں نے دفنا دیا تھا۔ ایک روایت کے مطابق امام زین العابدین نے اپنے پدر بزرگوار کا سر مبارک انکی قبر اطہر کے ساتھ دفنا دیا اور پھر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے۔

قافلہ حسینی کی مدینہ منورہ میں واپسی

جب ان مظلوموں کا قافلہ مدینہ منورہ میں داخل ہوا تو ہر طرف ایک کہرام برپا ہو گیا۔ ہر گلی اور محلے میں لوگوں کے رونے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ رسول اللہ کے خانوادہ کو اس بے بسی کے عالم میں دیکھ کر لوگ تڑپ تڑپ کر بے ہوش ہو رہے تھے یہ منظر اتنا دلدوز تھا کہ پھر کبھی چشم فلک نے نہ دیکھا ہو گا۔ حضرت سیدہ ام سلمہ امام زین العابدین کو گلے لگا کر آہ و زاری اور بے قراری میں غش کھا کر گر گئیں ہوش آنے پر ایک ایک کو گلے لگا کر روتیں سیدہ زینب، ام کلثوم، شہر بانو، سکینہ سے گلے مل کر نڈھال ہو گئیں دیکھنے والوں کا کلیجہ پھٹا جا رہا تھا جب یہ روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حاضر ہوئے تو آہ و زاری سے زمین لرز گئی اس سے آگے کا احوال لکھنا محال ہے۔

لعنت اللہ یزید پلید لعنت اللہ

سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام کے مدینہ منورہ میں معمولات

تذکرہ شہادت حضرات حسنین میں لکھا ہے کہ واقعہ کربلا کے بعد جب سالار قافلہ حسینی امام زین العابدین علیہ السلام مدینہ منورہ میں واپس تشریف لائے تو دنیا کی لذتوں سے کلی طور پر منہ موڑ لیا دن رات یاد الٰہی میں مشغول رہتے کربلا کے المناک سانحہ اور مصائب اہلِ بیت کو یاد کرتے اور گریہ زاری ایسی تھی کہ تھمنے میں نہ آتی تھی آپ واقعہ کربلا کے بعد عمر بھر اسطرح زندہ رہے کہ ہر دم غم پدر میں خون جگر پیتے رہے اور زندگی کا زیادہ حصہ گوشہ نشینی میں گزرا اکثر مدینہ منورہ سے باہر صحرا میں خیمہ زن رہتے بھوک اور پیاس کی حالت میں

زیادہ وقت گزرتا تھا، ایک دن آپ مدینہ منورہ کے بازار میں چلے جارہے تھے راستہ میں ایک قصاب بکری کو ذبح کرنے کے لیے اسے زمین پر پچھاڑ کر پتھر پر چھری تیز کررہا تھا یہ منظر دیکھ کر آپ کی طبیعت بگڑ گئی اور ہچکیاں بندھ گئیں پھر اس قصاب سے فرمایا: تم نے اس بکری کو دانہ گھاس کھلایا ہے یا نہیں پانی بھی پلایا ہے یا نہیں۔ قصاب یہ سن کر چھری کو ایک طرف پھینک کر ہاتھ باندھ کر عرض کرنے لگا حضور اس غلام نے تین دن سے بکری کو معمول سے زیادہ دانہ گھاس کھلایا ہے اور آب شیریں بھی وقت پر پلایا ہے اب بھی اسے سیر شکم کر کے ذبح کرنے کے لیے لایا ہوں قصاب کی باتیں سن کر آپ کی حالت غیر ہوگئی پھر ایک سرد آہ بھری اور فرمایا کوفہ کے بے وفا اور سنگدل لوگوں نے میرے بابا جان کو اس بکری سے بھی کم تر جانا جو تین دن تک انہیں بھوکا پیاسا رکھا اور پھر تیروں کی بارش کر دی اور پھر سر کاٹ کر جسد اطہر پر گھوڑے دوڑائے یہ سن کر اس قصاب اور آپ کو دیکھ کر جمع ہونے والے لوگوں کے دل بھی آتش غم سے جل بھن گئے کیونکہ جیسا رنج والم امام زین العابدین علیہ السلام نے اٹھایا ایسا صدمہ کسی نبی یا عام انسان نے آدم علیہ السلام سے لیکر آج تک نہیں اٹھایا۔ دشت کربلا میں ایک ہی پہر میں ساری کمائی لٹ گئی، والد نامدار عزیز اقارب بھائی اور جانثار و غلاموں کی سنگت چھوٹ گئی۔ ایک معصوم نوجوان نے کیسے بھاری صدمات اٹھائے۔ پدر نامدار کی شہادت سے لیکر بعد میں رونما ہونیوالے رنج والم کے کتنے مراحل سے گذرنا پڑا کربلا کے شہدا کے سرہائے مبارک کے ساتھ آپ کو زنجیروں میں جکڑ کر قیدی بنا کر کربلا سے کوفہ تک لے جایا گیا۔ ابن زیاد بدنہاد کا انتہائی توہین آمیز سلوک اور پھر کوفہ سے دمشق تک یزیدیوں کا ہتک آمیز رویہ خانوادہ رسول کی پاکباز اور عفت مآب خواتین کو بازاروں میں پھرایا گیا۔ دمشق میں یزید پلید کی عترت رسول اللہ کی اہانت یہ وہ

بدترین اور المناک واقعات ہیں کہ کسی ذی روح میں اتنی طاقت نہیں کہ وہ سامنا کر سکے لیکن اہل بیت کے اس سالار نے صبر واستقامت جرات وعزم اور ناقابل یقین حوصلہ کے ساتھ نا صرف یہ صدمے اٹھائے بلکہ ظلم و جبر کی قوتوں کے سامنے ڈٹے رہے آپ کی جرات اظہار نے انہیں ذلیل ورسوا کر دیا۔ یزید لعین پلید جو طاقت کے نشے میں اور اقتدار کی حوس میں شیطان کا روپ دھار چکا تھا اور اپنے اقتدار کو طوالت دینا چاہتا تھا لیکن سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام کا خطبہ سن کر خون حیدری کی جرات دیکھ کر دم بخود رہ گیا یزید پلید اور اسکے اقتدار کے زوال کی ابتدا بھی اسی دن شروع ہو گئی تھی اور ٹھیک تین سال سات ماہ کے بعد وہ اور اسکا اقتدار خس وخاشاک کی مانند بہہ گیا اور وہ اپنی پیشانی پر ایسا بدنما داغ اور ظلم و جبر کی داستان رقم کر گیا کہ پوری انسانیت کے لیے نشان عبرت بن گیا۔ اور قدرت کاملہ کے غیض وغضب کا شکار ہوا اور اس کا چند روزہ غرور وتکبر ذلت و نامرادی کی آخری حدود تک جا پہنچا اور ایسی بدترین ذلت ورسوائی اسکا مقدر بن گئی کہ شائد ہی دنیا میں کوئی اور ایسا انسان ہوگا۔

ظلم پھر ظلم ہے بڑھتا ہے تو مٹ جاتا ہے
خون پھر خون ہے گرتا ہے تو جم جاتا ہے

لقب زین العابدین کی وجہ تسمیہ

شواہد النبوت میں لکھا ہے آپ کے لقب زین العابدین کا سبب یہ ہے کہ ایک رات آپ نماز تہجد میں مشغول تھے کہ شیطان مردود نے اژدھا کی شکل میں ظاہر ہو کر آپ کو عبادت سے روکنے کی کوشش کی لیکن آپ کے پایہ استقامت میں ذرہ بھر لغزش نہ آئی اور نہ آپ اس طرف چنداں متوجہ ہوئے۔ حتی کہ اژدھا نے قریب آ کر آپ کے پاؤں کی

انگلی پکڑ لی آپ پھر بھی متوجہ نہ ہوئے پھر اس نے انگلی کو زور سے کاٹا اور آپ کو شدید درد محسوس ہوا لیکن اسکے باوجود آپ نماز میں مشغول رہے، اسکے بعد حق تعالیٰ نے آپ کو مطلع فرمایا کہ یہ شیطان ہے چنانچہ آپ نے اس کے منہ پر زوردار تھپڑ رسید کیا اور فرمایا ملعون دور ہو جا شیطان خوفزدہ ہو کر بھاگ گیا اس وقت غیب سے ندا آئی کہ اَنْتَ زَيْنُ الْعَابِدِيْنَ۔ یعنی تو عبادت گزاروں کا زیور ہے یہ ندا متعدد بار آئی ایک مرتبہ آپ گھر میں نماز کی حالت میں سر بسجود تھے کہ گھر میں آگ لگ گئی لوگوں نے پکار پکار کر کہا یا ابن رسول آگ لگ گئی ہے آگ لگ گئی ہے لیکن آپ بدستور سجدے میں رہے جب آگ بجھ گئی تو لوگوں نے عرض کیا اے ابن رسول آخر کس چیز نے آپ کو آگ سے غافل کیا آپ نے فرمایا آتش دوذخ اس آگ سے کئی گنا زیادہ حرارت رکھتی ہے آپ کی زبان اقدس سے یہ جواب سن کر لوگ رو پڑے اہلبیت اطہار میں آپ کے کمالات عبادات اور ریاضت کا انداز بالکل مختلف نظر آتا ہے۔

سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام کی امامت کا فیصلہ

سانحہ کربلا کے بعد آپ مسند امامت پر متمکن ہوئے تو حضرت محمد بن حنیفہ بن علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اختلاف کیا اور کہا کہ میں آپ کا چچا ہوں اور عمر میں بڑا ہوں لہٰذا امامت پر میرا حق زیادہ ہے یہ سن کر امام زین العابدین نے فرمایا: چچا اگر آپ مناسب سمجھیں تو کیوں نہ حجر اسود سے فیصلہ کروالیں محمد بن حنیفہ کو بڑا تعجب ہوا اور وہ بطور آزمائش اس پر رضا مند ہو گئے۔ دونوں حضرات حجر اسود کے پاس آئے تو امام زین العابدین علیہ السلام نے حجر اسود سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ شہادت امام حسین علیہ السلام کے بعد امامت کا کون اہل ہے ،حجر اسود میں جنبش پیدا ہوئی اور قدرت کاملہ کے اذن سے اس نے زبان فصیح سے جواب دیا کہ حسین بن علی کے بعد علی بن حسین (امام زین العابدین) اس وقت امت کے امام ہیں۔

یہ عجیب اور عظیم فیصلہ سن کر محمد بن حنیفہ کے دل میں امام زین العابدین علیہ السلام کی قدر و منزلت میں بے پناہ اضافہ ہوگیا اور انہوں نے بسر و چشم آپ کی امامت کو تسلیم کرنے کا اعلان کر دیا اور پھر تمام عمر اس فیصلے کا احترام کرتے رہے اور دل و جان سے اس پر مستقیم رہے کیونکہ امام پاک کے حق میں حجر اسود کی گواہی ایک نا قابل یقین اور عقل و فکر سے ماورا تھی یہ واقعہ امت مسلمہ کے لیے ایک نادر و نایاب قسم کا واقعہ ہے جس سے اہل ایمان تقویت پاتے ہیں اور امام زین العابدین علیہ السلام کے عظیم مرتبہ و مقام کا پتہ چلتا ہے اور منصب امامت کی عظمت بھی آشکار ہوتی ہے۔ سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام عالم اسلام کے ایسے جلیل القدر امام ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ نے منصب امامت کے لیے منتخب فرمایا تھا یہ فیصلہ میدان کربلا میں ہی ہو گیا تھا جب چھ ماہ کا شہزادہ علی اصغر تک شہید ہو گیا اور اللہ کریم نے اپنی حکمت کے تحت امام زین العابدین کو یزیدی درندوں سے محفوظ رکھا جبکہ آپ بھی شہادت کی از حد خواہش رکھتے تھے اور بوجہ سخت بیمار ہونے کے سید الشہدا امام حسین علیہ السلام نے آپ کو جنگ میں حصہ لینے کی اجازت نہ فرمائی کیونکہ قادر مطلق کو بھی یہی منظور تھا کہ آپ کو امت کا امام مقرر فرمانا تھا ورنہ کہاں حجر اسود ایک پتھر اور کہاں آپ کی امامت کی گواہی یہ سب کچھ مشیت ایزدی ہی تو تھی۔

امام زین العابدین کے خصائل

مستند اور مقبول روایات سے پتہ چلتا ہے واقعہ کربلا کے بعد امام زین العابدین علیہ السلام کی مبارک زندگی کا بیشتر حصہ گوشہ نشینی میں بسر ہوا اکثر مدینہ منورہ کے صحراؤں میں خیمہ زن رہتے اور عبادت الٰہی میں ہمہ تن مشغول رہتے اگر کسی نے آپ کو تلاش کرنا ہوتا تو مدینہ کے صحراؤں میں تلاش کرتے اور آپ کو رکوع و سجود میں مشغول پاتے شہادت حسین علیہ السلام کے بعد امام الامت آپ کو یاد کر کے بہت گریہ زاری کرتے کسی نے آپ کو کبھی

مسکراتے نہ دیکھا تھا اور نہ کوئی آپ کی حیدری نگاہ کی تاب لا سکتا تھا اس حسینی فرزند کے چہرہ اقدس کی زیارت کرنیوالا مبہوت ہو جاتا فیضان نبوت کے آثار نمایاں تھے انداز گفتگو ایسا دلنشین کہ زبان اقدس سے نکلنے والا ایک ایک لفظ دل کی گہرائیوں میں اتر جاتا حیدری وجاہت کا مرقع تھے سوز و گداز کا یہ عالم تھا کربلا کی جانب سے آنیوالی ہوائیں بھی آپ کے ساتھ گریہ زاری کرتی تھیں ایسا حسن و جمال کہ حسن بھی آپ پر نازاں تھا دوست تو دوست دشمنوں کی بھی دل آزاری نہ کرتے ذہانت، متانت اور فصاحت ایسی کہ جب لب کشائی فرماتے تو علم و حکمت کے دریا بہا دیتے انتہائی دقیق اور عمیق سوالات کے جواب اس انداز سے دیتے کہ سمندر کو کوزے میں بند کر دیتے کریم النفسی آپ کا شعار تھا بلا امتیاز انسانوں اور حیوانوں پر شفقت کرتے۔

چڑیوں کا غول

شواہد النبوت میں ہے کہ ایک شخص کہتا ہے کہ ایک دن میں امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا میں نے دیکھا کہ چڑیوں کا ایک جھنڈ آپ کے اردگرد منڈلا رہا ہے اور گھوم گھوم کر کچھ پکار رہا ہے آپ نے فرمایا اے فلاں کیا تم جانتے ہو کہ یہ چڑیاں کیا کہہ رہی ہیں میں نے عرض کیا نہیں امام پاک نے فرمایا یہ حق تعالیٰ کا ذکر کر رہی ہیں اور آج کی روزی طلب کر رہی ہیں۔

ہرنی کو کھانے کی دعوت دینا

اسی کتاب میں ہے کہ ایک دن آپ اپنے چند خدام کے ساتھ صحرا میں سفر کر رہے تھے کہ کھانے کا وقت ہو گیا دستر خوان لگایا گیا اتنے میں ایک جنگلی ہرنی آپ کے قریب آ کر کھڑی ہو گئی۔ آپ نے اس سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ میں علی بن حسین بن علی کرم اللہ وجہہ

الکریم ہوں اور میری والدہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں آؤ میرے ساتھ مل کر کھانا کھاؤ ہرنی آپ کے قریب بیٹھ گئی اور خوب پیٹ بھر کر کھایا اور چلی گئی۔

اسی طرح ایک اور مقام پر صحرا میں تشریف فرما تھے اور کچھ اصحاب خاص بھی آپ کے ہمراہ تھے ایک ہرنی آ کر آپ کے پاس کھڑی ہوگئی اور پاؤں زمین پر مارنے لگی اور کچھ آواز نکالی اصحاب بڑے متعجب ہوئے اور عرض کیا اے ابن رسول یہ ہرنی کیسی آوازیں نکال رہی ہے آپ نے فرمایا یہ ایک قریشی زادہ کی شکایت کر رہی ہے کہ کل اسکا بچہ پکڑ کر لے گیا ہے اور اس نے ابھی تک اسے دودھ نہیں پلایا آپؑ نے اسی وقت ایک خادم کو بھیج کر اس قریشی زادہ کو طلب کر کے فرمایا یہ ہرنی تمہاری شکایت کر رہی ہے کہ اسکا بچہ تم نے پکڑ لیا ہے اور اسے دودھ نہیں پلایا اب یہ درخواست کر رہی ہے کہ اسکا بچہ واپس کر و تا کہ یہ اسے دودھ پلا کر پھر واپس کر دے اس قریشی زادہ نے فوراً بچہ لا کر حاضر کر دیا ہرنی نے دودھ پلایا امام زین العابدین علیہ السلام نے اس قریشی زادہ سے فرمایا کہ یہ بچہ مجھے دے دو آپ نے بچہ لیکر ہرنی کو واپس کر دیا اور وہ آوازیں نکالتی ہوئی بخوشی اپنا بچہ ساتھ لیکر چلی گئی۔ اصحاب نے پوچھا اے ابن رسول ہرنی کیسی آوازیں نکال رہی تھی آپ نے فرمایا دعا دے رہی تھی اور کہہ رہی تھی جزاکم اللہ خیرا۔

اندازِ سخاوت

امام عبداللہ یافعی کہتے ہیں کہ امام زین العابدین علیہ السلام کا سخاوت کا انداز بھی بڑا نرالا و اعلیٰ تھا مدینہ منورہ کے بہت سے لوگ ایسے بھی تھے جنہیں اپنے ذریعہ معاش کے بارے میں کچھ معلوم نہ تھا کہ کہاں سے آتا ہے یہ راز اس وقت فاش ہوا جب آپ کا وصال پُر ملال ہوا سینکڑوں گھروں میں جب فاقہ کشی تک نوبت آ گئی تو اس وقت لوگوں کو معلوم ہوا کہ کتنے عرصے سے رات کی تاریکی میں ان غربا کے گھروں میں معاش پہنچایا کرتے تھے

ایسے گھروں کی تعداد سینکڑوں میں تھی۔ امام پاک کا یہ معمول تمام عمر رہا کہ آپ کے پاس اپنی زمینوں سے جو بھی غلہ اور نقد آمدن اور بیت المال سے جو بھی مقرر وظیفہ آتا آپ اسے ضرورتمندوں میں تقسیم کر دیتے۔

ایک مرتبہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے محمد بن اسامہ سخت بیمار ہوئے تو آپ انکی بیمار پرسی کے لیے ان کے مکان پر تشریف لائے امام پاک کی تشریف آوری پر محمد بن اسامہ رو پڑے۔

امام نے فرمایا میرے بھائی کیوں روتے ہو۔

محمد بن اسامہ نے عرض کیا مجھ پر ایک بھاری قرض ہے اس سے سبکدوشی کی فکر مجھے دن رات رلا رہی ہے کہ یہ کیسے ادا ہوگا۔

امام پاک نے فرمایا آپ پر کتنا قرض ہے محمد بن اسامہ نے عرض کیا پندرہ ہزار درہم یہ سن کر امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا آپ فکر مند نہ ہوں میں آپ کا بھائی ہوں یہ قرض میں ادا کروں گا بس آپ اس فکر سے اپنے آپ کو آزاد کر لیں۔

آپ کی سخاوت کے چرچے عرش فرش پر تھے اور آپ کے انداز سخاوت پر مورخین نے بھی بڑی حیرت کا اظہار کیا ہے۔ کیوں کہ آپ کی دنیاوی امور میں کسی بھی قسم کی کوئی دلچسپی نہ تھی۔ لیکن خلق خدا کے لیے فکر دامنگیر رہتی تھی لوگوں کی تکالیف دیکھ کر آزردہ ہو جاتے تمام عمر یہی معمول رہا مخلوق خدا کی دامے درمے سخنے مدد فرماتے رہے لوگوں کا کاشانہ اہل بیت پر تانتا بندھا رہتا ایک لفظ جسے ناں کہتے ہیں کسی نے آپ کی زبان اقدس سے نہ سنا تھا۔ سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام زیادہ تر روزہ رکھتے تھے اور افطار بھی بڑی قلیل فرماتے تھے غلاموں کو حکم تھا کہ روزانہ ایک بکرا ذبح کیا جائے۔

جب گوشت پکا لیا جاتا تو بڑے بڑے پیالے منگوا لیا کرتے اور فرماتے اس میں فلاں

خاندان کے لیے ڈال دو اور یہ فلاں خاندان کے لیے ڈال دو اور پھر خدام کے ذریعے ان کے گھروں میں بھجوا دیتے یہاں تک کہ سب کچھ تقسیم ہو جاتا پھر آپ کے لیے روٹی اور کھجور لائی جاتی آپ وہی تناول فرما لیتے۔ آپ کا معمول تھا کہ جب تک یتیموں اور مسکینوں کو کھانا نہ کھلاتے اس وقت تک خود نہ کھاتے اور اپنے دستر خوان پر غربا و مساکین کو کھلا کر بہت خوش ہوتے الغرض کہ سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام سخاوت اور فیاضی میں بھی اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔

غلاموں اور کنیزوں کے ساتھ ایسا مشفقانہ سلوک کرتے کہ ان کو آزاد کرنے کا حکم فرماتے تو وہ رونے لگ جاتے اور آزاد ہو کر بھی اپنی خوشی سے آپ کی خدمت میں رہنا پسند کرتے کیونکہ عرب میں سب سے بڑا صدقہ اور گناہوں کا کفارا غلاموں کو آزاد کرنا سمجھا جاتا تھا آپ نے سارے عرب میں غلاموں اور کنیزوں کو آزاد کرنے میں بھی سبقت کی اس میں بھی آپ کی مثل پورے عرب میں کوئی نہ تھا۔

غرضیکہ کونسا ایسا عمل ہے جس میں کوئی آپ کی برابری کو پہنچے آپ نے اپنے جد امجد کی ہر سنت کو اسکی انتہا تک پہنچایا اور ان کی ہر سنت مبارکہ سوائے خیر و برکت اور ایثار و قربانی کے اور کیا ہے یہ صبر و شکر اور تسلیم و رضا کی بلندی پر فائز خانوادہ رسول ہی ہے جن کو اللہ کریم نے یہ توفیق و عنایت عطا کی تھی جہاں بڑے بڑے نیکو کاروں اور زاہدوں عابدوں کی انتہا ہوتی ہے۔ وہاں اس خاندانِ رسالت مآب کی ابتدا ہوتی ہے کہ پارسائی اور پرہیز گاری بندہ نوازی ان پر ختم ہو جاتی ہے دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ نے اہلبیت اطہار کو پاکیزگی اور بزرگی کے ایسے مرتبے پر فائز فرمایا ہے کہ جن وانس اور ملائکہ بھی انکا احترام واکرام کرتے ہیں قرآن پاک میں ان کی پاکیزگی اور بزرگی پر آیات ربانی گواہ میں آیات تطہیر میں ان کی پاکیزگی اور بزرگی پر آیات ربانی گواہ ہیں اور ان پاکیزہ نفوس کی پاکیزگی اور کریم النفسی کو بیان کیا گیا ہے۔

دمشق کے ایوان اقتدار میں ہلچل

سید الشہدا امام عالی مقام سیدنا امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد جوں جوں اہل مکہ اور مدینہ کو سانحہ کربلا میں پیش آنیوالے المناک واقعات کے بارے میں علم ہوا۔تو ساکنان مکہ اور مدینہ میں یزید پلید کے خلاف نفرت اور غم وغصہ کی ایسی لہر اٹھی کہ یزید کے ایوان اقتدار میں کھلبلی مچ گئی یزید پلید اور اسکے زرخرید حواریوں کو تشویش لاحق ہوئی کہ کہیں بغاوت نہ ہو جائے اور ہمیں اقتدار سے ہاتھ نہ دھونا پڑیں اہل مدینہ نے یزید سے بیعت توڑنے کا اعلان کر دیا یہ وہ لوگ تھے جن سے یزید کے وفاداروں نے دھوکے سے بیعت کروائی تھی۔ مدینہ منورہ میں یزید پلید کے لیے جاسوسی کرنیوالوں نے اسے لوگوں کے غم و غصہ اور بیعت توڑنے کے بارے میں اطلاع کر دی اور یہ بھی بتا دیا کہ حالات روز بروز تمہارے خلاف ہوتے جا رہے ہیں۔ یزید مردود یہ اطلاع پا کر گھبرایا کیونکہ یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ واقعہ کربلا کے بعد یزید کو کبھی خوشی اور سکون نصیب نہ ہوا۔اور یہ خوف بھی اس کے دل میں بیٹھ گیا تھا کہ سانحہ کربلا ایک دن رنگ لائے گا۔اس نے مدینہ کے حالات کا سن کر فوراً ولید کو معزول کر دیا اور محمد بن عثمان کو مدینہ کا گورنر بنا دیا تا کہ حالات بہتر ہو جائیں لیکن یزید پلید سے لوگوں کی نفرت میں اضافہ ہوتا گیا اور اہل مدینہ پر امام حسین علیہ السلام اور ان کے جانثاروں کی شہادت کا گہرا اثر ہوا اور یہ بھی لوگوں پر واضح ہو گیا کہ یزید پلید نے شراب سود اور فسق وفجور کو عام کر دیا تھا اور عیاشیوں میں غرق رہتا غیر محرم عورتوں کو محرم سمجھتا تھا اور اپنے اقتدار کو دوام بخشنے کے لیے اپنے پالتو فوجیوں اور خاص مصاحبوں کو انعام وکرام سے نوازتا رہتا اور اسکے ہم خیال لوگ بھی اس کے اقتدار کا تحفظ کرنے میں پیش پیش تھے کیونکہ یہ ضمیر فروشوں کا گروہ تھا۔اس صورت حال کے پیش نظر یزید پلید نے اپنے ہم نواؤں اور وفاداروں کا اجلاس بلا کر یہ فیصلہ کیا کہ اہل مدینہ کے اس

رویے پر سخت اقدامات کیے جائیں۔ پیشتر اس کے کہ حالات زیادہ خراب ہوں۔ اس معرکہ آرائی کے لیے اس نے ایک انتہائی سنگدل اور عمر رسیدہ مسلم بن عقبہ کا انتخاب کیا جو اپنی سفاکی کی بنا پر شہرت رکھتا تھا اور اہل بیعت اطہار سے بغض اور عناد رکھتا تھا مورخین نے مسلم بن عقبہ کو مسرف بن عقبہ لکھا ہے مسلم کے بجائے مسرف یعنی شیطان کہا ہے یزید پلید اور اسکے پالتو وفاداروں نے مسرف بن عقبہ کو بیس ہزار کا لشکر دے کر پہلے مدینہ منورہ اور پھر مکہ معظمہ جہاں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے یزید کی غلط پالیسیوں کے خلاف علم بغاوت بلند کیا ہوا تھا روانہ کیا۔ اور اہل مدینہ اور اہل مکہ کے لیے سخت احکامات دیے اور مسرف بن عقبہ کو یہ بھی اختیار دیا کہ اہل مدینہ کی بغاوت کو کچلنے کے لیے ہر ظلم روا رکھنا اور ان پر فتح اور غلبہ حاصل کرنے کے لیے سب کچھ کر گزرنا تاکہ آئندہ کسی کو یزید کے خلاف آواز اٹھانے کی جرأت نہ ہو۔ اور یزید نے مسرف کو ایک خاص تاکید بھی کی کہ اگر امام زین العابدین جنگ پر آمادہ ہوں تو ان کا مقابلہ کرنا ورنہ انہیں اور ان کے خاندان کو کسی بھی قسم کی گزند نہ پہنچے کیونکہ سانحہ کربلا کے بعد یزید کے دل میں خانوادہ رسالت یعنی اہل بیت اطہار کا خوف بیٹھ چکا تھا جبکہ امام زین العابدین علیہ السلام نے دنیاوی معاملات سے یکسر کنارہ کشی اختیار کر لی تھی اور دن رات عبادت الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔

مدینہ منورہ میں قتل و غارت

جب مسرف بن عقبہ دنیا و آخرت کی لعنت کا طوق گلے میں ڈال کر مدینۃ الرسول میں اپنے لشکر کے ساتھ داخل ہوا تو اہل مدینہ نے ڈٹ کر اس شیطان کا مقابلہ کیا جبکہ یزیدی لشکر عددی اعتبار اور سامان حرب کے لحاظ سے اہل مدینہ پر برتری رکھتا تھا۔ پھر یزیدی لشکر نے قتل و غارت گری کا وہ بازار گرم کیا کہ الامان الحفیظ کم وبیش سات سو اصحاب مکرم اور ان کی اولادوں کو شہید کیا جو زیادہ تر عمر رسیدہ تھے اور بوڑھوں عورتوں اور بچوں سمیت

دس ہزار کے قریب لوگوں کو شہید کیا گیا اور ان کے گھروں کو لوٹ لیا گیا کئی نوجوانوں کو قیدی بنالیا مسرف بن عقبہ نے تین دن تک ہر قسم کے ظلم اور زیادتی کو مباح قرار دیا یزیدی لشکر نے ظلم وستم اور بربریت کی انتہا کردی پاکدامن عورتوں کی عصمت دری کی گئی اور کم وبیش ایک ہزار معصوم اور پاکیزہ صفت عورتوں کو یزیدی درندوں نے حاملہ کیا۔ مسجد نبوی کی سخت بے حرمتی کی اس میں گھوڑے باندھے ان کی لید اور پیشاب کے چھینٹے منبر اطہر پر پڑتے تھے اور تین دن تک نہ مسجد نبوی میں اذان ہوئی اور نہ نماز ہو سکی۔ واقعہ کربلا کے بعد ایک بار پھر یزیدی لشکر نے وحشت وبربریت کا ایک اور گھناؤنا باب رقم کیا اس شیطانی لشکر نے مسجد نبوی کی بہت بےحرمتی کی وہ مسجد نبوی جس کی تعظیم ملائکہ بھی کرتے ہیں جہاں جبریل امین بھی بلا اجازت قدم نہیں رکھتے تھے اور مدینہ پاک کی وہ پاکباز خواتین جن کی حیا ملائکہ بھی کرتے تھے یزیدی کتوں نے خود کو جہنم کا ایندھن بنایا ان عزت وحرمت والی خواتین کے ساتھ ایسا ناروا سلوک اور مظالم کیے گئے کہ مورخین بھی انہیں احاطہ تحریر میں لانے سے گریز کرتے آ رہے ہیں۔ یزیدی لشکر نے ایک بوڑھی ماں کے اکلوتے بیٹے کو گرفتار کر لیا تو وہ مسرف بن عقبہ کے پاس آئی اور اپنے بیٹے کی رہائی کیلئے منت سماجت کی مسرف نے اس لڑکے کو اپنے سامنے بلا کر اس کی گردن تن سے جدا کر دی اور اسکا سر اس بوڑھی ماں کے حوالے کر دیا وہ آہ وبقاء کر رہی تھی تو مسرف نے اسے کہا یہ غنیمت جان کہ میں تجھے زندہ چھوڑ رہا ہوں۔ وہ روتی چلاتی ہوئی چلی گئی۔ اور اس نے قسم کھائی اگر قدرت نے موقعہ دیا تو درندہ صفت مسرف کو زندہ یا مردہ جلائے گی۔ جب ام الخبائث مسرف مدینہ منورہ میں خون کی ہولی کھیل کر مکہ کی طرف روانہ ہوا تو تا کہ عبداللہ بن زبیر اور ان کے وفاداروں کا مقابلہ کرے جونہی یہ درندہ مدینہ منورہ سے باہر نکلا تو اس پر فالج کا شدید حملہ ہوا اور وہ وہیں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر واصل جہنم ہوا اور اسکے لشکریوں نے اسے وہاں دفن کر دیا اور اس کی جگہ حصین بن نمیر یزید کے حکم سے لشکر کا سالار بنا اور وہ مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جب اس

بوڑھی ماں کو پتہ چلا کہ مسرف بن عقبہ واصل جہنم ہو چکا ہے تو وہ عورت زندہ بچ جانے والے چند مردوں کو ساتھ لیکر اس شیطان کی قبر پر آئی تا کہ اپنی قسم پوری کر سکے اور اس کی لاش کو جلائے جب مسرف کی قبر کو کھودا گیا تو ایک خوفناک اژدھا اس کی گردن پر بیٹھا ہوا تھا یہ دیکھ کر سب لوگ ڈر گئے اور انہوں نے کہا کہ اس کو اپنے مظالم کی سزا مل رہی ہے لیکن اس عورت نے کہا خدا کی قسم میں اپنی قسم کو ہر صورت پورا کروں گی اور اسے جلا کر اپنا کلیجہ ٹھنڈا کروں گی۔ ان لوگوں نے اس کی قسم کو پورا کرنے کے لئے ایک لکڑی اژدھا پر پھینکی تو وہ غائب ہو گیا اسطرح مسرف کی لاش کو باہر نکال کر اسے جلایا گیا پھر اس بوڑھی عورت نے وضو کر کے دو رکعت نماز ادا کی اور گڑ گڑا کر اللہ کے حضور دعا کی اے رب تو جانتا ہے کہ میرا غصہ محض تیری رضا کے لیے تھا اور اس ظالم درندے کا یہی انجام دیکھنا میری خواہش تھی جسے تیرے فضل نے پورا کر دیا اب میں تیرا شکر ادا کرتی ہوں۔

مدینہ منورہ کی حرمت پر احادیث مبارکہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو اہل مدینہ پر ظلم ڈھائے یا ان کی برائی کا ارادہ کرے تو خداوند عالم اسے جہنم کی آگ میں جلائے گا اور اسکی کوئی عبادت قبول نہ ہوگی۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص اہل مدینہ سے مکر وفریب یا جنگ کرے تو وہ اسطرح پگھل جائے گا جیسے پانی میں نمک پگھلتا ہے۔

(مسلم شریف ص۔ ۱۴۴۔ جلد۔ ۱)

حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے جو مدینہ منورہ والوں کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے گا خدا تعالیٰ اس کو دوزخ کی آگ میں رانگا کی طرح جلائے گا۔

(بخاری شریف ص۔ ۲۵۲۔ جلد۔ ۱)

حضرت سائب بن خلاد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے جس نے اہل مدینہ کو اپنے ظلم سے خوفزدہ کیا تو اللہ تعالیٰ اسے خوف میں مبتلا کر دیگا اور اس پر اللہ تعالیٰ اور ملائکہ اور سب لوگوں کی طرف سے لعنت ہے اور قیامت کے دن اسکی نماز و نوافل اور کوئی نیکی اللہ تعالیٰ قبول نہ فرمائے گا۔

(کنزالعمال۔ص ۲۱۴۔جلد ۱۳)

مکہ مکرمہ کی بیحرمتی

مسرف بن عقبہ کے جہنم واصل ہونے کے بعد حصین بن نمیر یزیدی لشکر کا سالار مقرر ہوا اس غلیظ لعین نے مکہ مکرمہ پہنچتے ہی اس کا محاصرہ کرلیا اور یزید پلید کی بیعت توڑ کر عبداللہ بن زبیر سے بیعت کرنیوالوں پر زبردست حملہ کر دیا۔ صبح سے شام تک گھمسان کی جنگ ہوئی مگر فتح وشکست کا فیصلہ نہ ہوسکا کیونکہ حضرت عبداللہ بن زبیر اور انکے جانثار بیت اللہ میں محصور ہوکر مقابلہ کررہے تھے۔ دوسرے روز حصین بن نمیر نے منجنیق جو کہ پتھر برسانے والی توپ نما مشین تھی اسے کوہ ابوقبیس پر نصب کر کے پتھر برسانا شروع کر دیئے اس سنگ باری سے مسجد الحرام کا صحن پتھروں سے بھر گیا اور پتھروں کی ضرب سے مسجد الحرام کے ستون ٹوٹ گئے اور بیت اللہ شریف کی دیواروں کو بھی شدید نقصان پہنچا اور چھت بھی گر گئی۔ اب یزیدی لشکر نے پتھر برسانے کے ساتھ روئی اور گندھک کی آمیزش کے گولے بھی حرم میں پھینکنا شروع کر دیئے جس سے خانہ کعبہ کے غلاف کو آگ لگ گئی اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے فدیہ کے لیے جو دنبہ قربان کیا گیا تھا اس کا ایک سینگ تبرک کے طور پر خانہ کعبہ کے اندر محفوظ تھا وہ بھی جل گیا اور قرب و جوار میں رہنے والے لوگوں کو بھی بڑے مصائب کا سامنا رہا اور یزیدی لشکر اسطرح کعبۃ اللہ کی بیحرمتی کرتا رہا اور کئی دن تک یہ جنگ اسی طرح جاری رہی۔ اس دوران شہر حمص سے خبر آئی کہ یزید پلید ایک موذی مرض میں

مبتلا ہو کر ہلاک ہو گیا ہے یہ خبر سب سے پہلے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو ملی انہوں نے باآواز بلند یزیدی لشکریوں کو پکار کر کہا بدبختو تمہارا گمراہ حاکم یزید ہلاک ہو گیا ہے اب کیوں لڑتے ہو انہوں نے سمجھا عبداللہ بن زبیر ہمیں دھوکہ دے رہے ہیں لیکن اگلے ہی دن ثابت بن قیس نخعی نے کوفہ سے آ کر یہ اطلاع حصین بن نمیر کو دی کہ یزید اپنے انجام کو پہنچ گیا ہے یہ سنتے ہی یزیدی فوج نے بھاگنا شروع کر دیا۔ عبداللہ بن زبیر اور ان کے ساتھیوں کے حوصلے بلند ہو گئے اور انہوں نے یزیدی فوج کا پیچھا کیا اور بہت سے شامیوں کو واصل جہنم کیا اسطرح اہل مکہ کو یزیدی فوج کے ظلم وستم سے نجات ملی۔ اور یزید پلید دنیا و آخرت کی لعنت کما کر جہنم واصل ہوا۔ جس نے مسجد نبوی اور اہل مدینہ پر ظلم و بربریت کی انتہا کر دی تھی اور پھر اللہ کے گھر کی سخت بےحرمتی کا مرتکب ہوا اور مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی اور اہل بیت اطہار سے کربلا میں تاریخ عالم کا بدترین ظلم کیا جو درندگی اور سفاکی کی بدترین داستان ہے۔

یزید پلید کا مختصر دور اقتدار نشان عبرت ہے

صوفی باصفا اور عظیم مفسر قرآن حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ نے اپنی مشہور زمانہ تفسیر مظہری میں لکھا ہے۔ یزید اور اسکے حواریوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے ساتھ کفر کیا اور آل نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دشمنی کو اپنا نصب العین بنایا سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو ظلماً شہید کیا اور یزید (خبیث) نے دین کے ساتھ کفر کیا حتی کہ یزید نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کے بعد اشعار پڑھے جن کا مفہوم یہ ہے کہ میرے آباؤ اجداد کہاں ہیں آج آ کر دیکھ لیں میں نے آل محمد اور بنی ہاشم سے بدلہ لے لیا ہے۔ (یعنی جنگ بدر میں جہنم واصل ہونے والے عتبہ۔ شیبہ، اور ولید، یزید کے آباؤ اجدا تھے) نیز قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ یزید نے شراب کو حلال کیا اور یزیدیوں نے آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو برسر منبر

گالیاں دیں آخر خداوند عالم نے ان سے انتقام لیا اور اب انکا نام ونشان بھی باقی نہیں رہا۔

یزید علیہ اللعنتہ ٦٠ ھ میں حکمران بنا اور ٦١ ھ میں کربلا میں آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیدردی سے بھوکا پیاسا رکھ کر شہید کروایا۔ جو تاریخ انسانی کا سب سے المناک واقعہ ہے ٦٣ ھ میں واقعہ حرارونما ہوا یعنی مدینہ منورہ میں قتل عام کروایا مسجد نبوی جہاں جبریل امین بھی حاضر ہوتے تھے اسکی بے حرمتی کی اور یزید پلید کے پروردہ حواریوں نے مسجد نبوی میں گھوڑے باندھے جو وہاں لید اور پیشاب کرتے تھے اور تین دن تک مباح کا اعلان کیا اور اس کے بے غیرت اور بے دین فوجیوں نے ایک ہزار کے قریب نیک اور صد قابل احترام عورتوں کو حاملہ کیا جن میں کئی صحابیات بھی تھیں اور تین دن تک مسجد نبوی میں نہ اذان ہوئی اور نہ نماز ادا ہوسکی اور قتل وغارتگری کا بازار گرم رکھا۔

٦٤ ھ میں یزیدی گماشتوں نے مکہ معظمہ پر حملہ کیا اور منجنیقوں سے کعبہ شریف پر پتھر برسائے اور آگ لگا دی اللہ تعالیٰ کے گھر کی سخت بیحرمتی کی اور حرم شریف میں بھی قتل و غارت ہوئی اور بڑے جید صحابہ اور انکی اولادوں کو قتل کیا گیا۔ اسی حملہ کے دوران یزید پلید ایک مہلک بیماری کے سبب جہنم واصل ہوا یہ خبر ملتے ہی اسکے فوجی بھاگنے لگے جن کا پیچھا حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور انکے وفاداروں نے کر کے انہیں راستے میں ہی تہہ و تیغ کیا۔ یزید پلید نے اپنے مختصر دور حکمرانی میں شراب جواز نا کاری اور سود کو عام کیا اور کونسا ایسا قبیح فعل ہے جو اس بد بخت کے دور میں نہ ہوا صرف تین سال سات ماہ حکومت کرنے کے بعد ٦٤ ھ میں اپنے انجام کو پہنچا اور اس مختصر عرصہ اقتدار میں اس پلید نے خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدود کو بری طرح پامال کیا اور یہ سب کچھ اس نے اپنے اقتدار کو دوام بخشنے کے لیے کیا لیکن صرف انتالیس سال کی عمر میں یہ ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرا اور چیخ و پکار کرتا ہوا سسک سسک کر جہنم واصل ہو گیا۔ دمشق کے پرانے قبرستان باب الصغیر سے کچھ فاصلے پر

اسکی قبر کا نشان تھا۔ جس پر کئی سال پہلے تک لوگ اینٹیں اور پتھر مارا کرتے تھے اور اکثر اینٹوں کا ڈھیر اس کی قبر کے قریب لگا رہتا تھا۔ اب ٹھیک اس کی قبر کے اوپر ایک کارخانہ شیشہ کانچ اور لوہا پگھلانے والی بھٹی بن گئی ہے گویا یزید پلید کی قبر پر ہر وقت آگ جلتی رہتی ہے جو چند روزہ بادشاہت کے نشہ میں یہ بھول گیا تھا کہ حقیقی بادشاہت تو خدائے ذوالجلال کی ہے جو ذرے ذرے کا مالک و خالق ہے۔ یزید کے مرنے کے بعد اس کے وفادار یعنی مفاد پرست ٹولے نے زبردستی اسکے بیٹے معاویہ بن یزید کو تخت پر بٹھا دیا۔ وہ نوجوان اقتدار اور اپنے باپ دونوں کو اچھا نہ سمجھتا تھا اور اس نے اپنے باپ کی پالیسیوں سے برسر عام اختلاف کیا اور صرف چالیس دن اقتدار میں رہنے کے بعد اقتدار کو ٹھوکر مار کر گوشہ نشین ہو گیا۔ راوی لکھتے ہیں کہ اسے اپنے باپ کی زندگی میں ہی اس سے اختلاف پیدا ہو گیا تھا اور وہ اپنے باپ کے کرتوتوں پر سخت نالاں تھا اور راوی یہ بھی کہتے ہیں کہ معاویہ بن یزید کے دل میں خوف خدا پیدا ہو گیا تھا اسی لئے اس نے گوشہ نشینی اختیار کی ورنہ اقتدار کون چھوڑتا ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ بھی گوشہ نشینی کے دوران جلد ہی انتقال کر گیا تھا۔ مقام حیرت یہ ہے کہ آج بھی ایک ایسا گروہ موجود ہے جو یزید پلید کو (معاذ اللہ) رضی اللہ عنہ تک کہتا ہے اور اسے خلیفۃ المسلمین سمجھتا ہے ایسے لوگوں کے علم اور عقل پر صرف ماتم ہی کیا جا سکتا ہے راقم کا ان لوگوں سے ایک سوال ہے اگر تم لوگ یزید سے اتنا متاثر ہو اور اسے اپنا پسندیدہ راہنما سمجھتے ہو اور اس سے اپنی محبت کا اظہار کرتے ہو تو پھر اس محبت کا تقاضا تو یہ ہے کہ تم اپنے بیٹوں پوتوں اور نواسوں کے نام یزید کے نام پر رکھو جبکہ حسین علیہ السلام سے محبت کرنے والے پورے عالم اسلام میں لاکھوں کروڑوں حسین نام کے مسلمان موجود ہیں۔ اور یزید نام کا کبھی کوئی ایک مسلمان بھی نظر نہیں آتا اور نہ کوئی اس نام کو اس قابل سمجھتا

ہے کہ وہ اپنے کسی بچے کا نام یزید رکھے لیکن محبانِ یزید کو ایسا ضرور کرنا چاہیے جو یزید پلید کو جنتی تک سمجھتے ہیں۔ ان کے لیے شرم اور ڈوب مرنے کا مقام ہے۔ جو ایسی گھٹیا اور گندی سوچ رکھتے ہیں جبکہ عالم اسلام کے عظیم المرتبت فقیہہ اور محدث امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ اور دیگر آئمہ محققین نے یزید کو کافر کہا ہے اور اس پر لعنت کی ہے اور اس کے حواریوں پر بھی لعنت کی ہے۔ اہلسنت و جماعت کے نزدیک یزید لعین کو کافر کہنا جائز ہے جس نے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں انتہائی سفا کانہ انداز میں قتل و غارت کروائی اور اصحاب رسول اور ان کی اولاوں کو قتل کروایا اور آل نبی پر ایسا ظلم و ستم کیا کہ کوئی کافر بھی ایسا نہ کر سکتا تھا۔ ثابت ہوا کہ یزید کے پیروکار بھی ایسی سفا کانہ ذہنیت رکھنے والے ہیں جو اسے جنتی اور رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جبکہ عالم اسلام کے جید ترین فقہا، علماء اور صوفیاء عظام جو کہ صاحب باطن یعنی روشن ضمیر ہوتے ہیں انہوں نے یزید پلید کو اقتدار کی بری حوس رکھنے والا اور تاریخ عالم کا بدترین حکمران اور اسلام دشمن قرار دیا ہے اور اسلام کے دشمن کو کافر کہنا اور اس پر لعنت کرنے کو جائز کہا ہے اور آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت رکھنا فرض قرار دیا ہے کہ ان کی محبت کے بغیر ایمان ہی کامل نہیں ہوتا۔

جنت جسے کہتے ہیں وہ کربل کی گلی ہے
اس دشت کی آغوش میں تقدیر چلی ہے
انسان کی شہ رگ میں خدا ڈھونڈنے والو
توحید کی شہ رگ میں حسین ابن علی ہے

امام زین العابدین علیہ السلام اور قیامت کا دن

حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ابوالزبیر کہتے ہیں کہ ہم حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں تھے اتنے میں وہاں علی بن حسین (امام زین العابدین) تشریف لائے تو جابر بن عبداللہ نے بڑی تعظیم کی اور کہا کہ ہم ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ "ذی جاہ" میں حاضر تھے سیدنا امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام حاضر ہوئے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بڑی شفقت کے ساتھ ان کی پیشانی کا بوسہ لیا اور پھر منہ چوما اور کم سن امام حسین کو اپنے سینہ اقدس سے لگایا اور اپنی بائیں جانب بٹھالیا اور فرمایا میرے فرزند حسین کے ہاں اللہ تعالیٰ ایک بیٹا دے گا جسکا نام علی ہوگا اور روزِ قیامت عرش کے ملائکہ میں سے ایک فرشتہ آواز دیگا سید العابدین کہاں ہیں تو امام زین العابدین علیہ السلام امام حسین علیہ السلام کے پیچھے بیٹھے ہوں گے اور اٹھ کر کھڑے ہوجائیں گے اور رحمت حق جوش میں آئے گی اور سید العابدین پر انوار وتجلیات الٰہی کا ایسا نزول ہوگا کہ ہر آنکھ خیرہ ہوجائے گی۔

خشیت الٰہی

امام مالک فرماتے ہیں کہ امام زین العابدین علیہ السلام جیسا عبادت میں یکتا شائد ہی کوئی اور ہوگا آپ رات اور دن میں کم وبیش ایک ہزار رکعت نماز نفل ادا کرتے تھے ابن کثیر کہتے ہیں کہ جب آپ وضو کرتے تو چہرہ اقدس زرد ہوجاتا اور جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو خوف الٰہی سے آپ کے جسم اطہر کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے اور گریہ طاری ہوجاتی ایک کنیز سے آپ کی عبادت کے بارے میں سوال کیا گیا تو اس نے کہا کہ امام زین العابدین علیہ السلام کے لیے دن کو کبھی کھانا نہیں لائی آپ ہمیشہ روزے سے ہوتے ہیں اور کبھی رات کو آپ کے لیے بستر نہیں لگایا آپ تمام رات عبادت میں مشغول رہتے ہیں۔

ایک روایت کے مطابق ایک مرتبہ آپ کا ایک بیٹا کنویں میں گر گیا لوگ بہت گھبرائے آخر کوشش کر کے لوگوں نے اسے کنویں سے نکال لیا اس دوران آپ نماز میں مشغول رہے بعد فراغت نماز کے لوگوں نے سارا ماجرا بیان کیا تو آپ نے فرمایا مجھے کیا معلوم میں تو اپنے رب کی بارگاہ میں نیازمندی پیش کر رہا تھا۔

امام زین العابدین کی مقبول دعائیں

طاؤس ابوعبدالرحمن تابعی سے مروی ہے ایک رات کو میں نے امام زین العابدین علیہ السلام کو حجر اسود کے قریب نماز میں مشغول پایا میں بھی قریب بیٹھ گیا آپ نے طویل سجدہ کیا میرے دل نے کہا کہ امام پاک علم نبوت سے آراستہ ہیں اور اہلبیت کے مظہر ہیں طویل سجدے میں آخر آپ کیا تسبیح کر رہے ہیں میں اور قریب ہوا تو میرے کانوں تک یہ کلمات پہنچے جنہیں سن کر میرے جسم پر کپکپی طاری ہوئی۔ وہ کلمات یہ ہیں۔

عَبْدِكَ وَ بِغَنَائِكَ مِسْكِنِيكَ وَ بِغَنَائِكَ سَائِلِكَ وَ بَغْنَائِكَ وَ فَقِيْرِكَ بَغَنَائِكَ

طاؤس کہتے ہیں خدا کی قسم مجھے جب کبھی کوئی مشکل یا پریشانی ہوتی تو میں ان کلمات کو صدق دل سے ادا کرتا تو اللہ کریم میری مشکل کو آسان کر دیتا۔

امام زین العابدین اور جابر بن عبداللہ انصاری

صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کو نماز میں مشغول پایا میں نے عرض کیا اے امام آپ کو تو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کو اہل بیت اطہار کے لیے اور آپ سے محبت و نسبت رکھنے والوں کے لیے مخصوص فرمایا ہے تو پھر آپ

پے در پے عبادت میں کیوں مشغول رہتے ہیں اور ایسی بے جا مشقت میں اپنے آپ کو کیوں ڈال رکھا ہے۔ اگر آپ اعتدال یعنی میانہ روی اختیار فرمائیں تو تب بھی کوئی مضائقہ نہیں یہ سن کر سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا اے میرے نانا کے صحابی آپ کو تو یاد ہوگا کہ میرے جد اعلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنی عبادت کرتے کہ پاؤں میں ورم آجاتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں عرض کیا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ عبادت میں اتنی مشقت کیوں اٹھاتے ہیں انبیاء معصوم ہوتے ہیں تو پھر آپ کو اتنی عبادت کی کیا ضرورت پیش آتی ہے۔ یہ سن کر اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَفَلَا اَکُوْنَ عَبْدًا شَکُوْرًا

''کیا میں اپنے رب کا شکر گزار بندہ نہ بنوں''

پھر سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا اے جابر بن عبداللہ میں بھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کرتے ہوئے اپنے کریم رب کا شکر گزار بندہ بننا چاہتا ہوں اور میں اس معاملہ میں میانہ روی اختیار نہیں کر سکتا۔

امام زین العابدین جیسا زہد و تقوئی اور عبادت کسی اور کو نصیب نہ ہوا مولانا عبدالرحمن جامیؒ لکھتے ہیں کہ ایک رات کو ایک سائل کو یہ کہتے سنا گیا

اَیْنَ الزَّاھِدُوْنَ فِی الدُّنْیَا اَلرَّاغِبُوْنَ فِی الْآخِرَۃ

یعنی وہ دنیا کے زاہد کہاں ہیں جو آخرت کی رغبت رکھتے ہیں

جنت البقیع کی طرف سے ایک نظر نہ آنیوالے شخص کی آواز سنائی دے رہی تھی کہ وہ علی بن حسین (امام زین العابدین) ہیں۔

سعید بن مسیب کہتے ہیں کہ میں نے امام زین العابدین علیہ السلام سے بڑھ کر کسی کو اتنا متقی اور پرہیزگار نہیں دیکھا جتنے آپ تھے سفیان بن عینیہ سے روایت ہے کہ سیدنا امام

زین العابدین علیہ السلام نے ایک بار جب حج کے ارادے سے احرام باندھا تو آپ کا چہرہ مبارک زرد ہو گیا اور جسم پر ایسا لرزہ طاری ہوا کہ آپ کی زبان مبارک سے لبیک نہ نکل سکا یہ حالت دیکھ کر آپ سے عرض کیا گیا کہ آپ لبیک کیوں نہیں کہتے فرمایا کہ مجھے یہ خوف ہے کہ میرے لبیک کہنے پر کہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ آواز نہ آ جائے ولا لبیک۔ اس ڈر سے لبیک نہیں کہہ رہا آپ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ اے امام لبیک کہنا تو ضروری ہے اس اصرار پر آپ نے جونہی لبیک کہا تو غش کھا کر سواری سے نیچے گر پڑے۔ اس خشیت کے عالم میں حج کے دوران رہے۔ یہاں تک کہ حج کا موسم بھی ختم ہو گیا۔ سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام جیسا زہد و تقویٰ اور عبادت کا منفرد مقام کسی اور کو حاصل نہ تھا ابھی پہلے سجدے سے سر مبارک نہ اٹھتا تھا کہ دوسرے سجدے میں چلے جاتے اسی سبب سے آپ کو امام سجاد بھی کہا جاتا ہے۔ یعنی بہت زیادہ سجدے کرنے والا۔

امام زین العابدین علیہ السلام واقعہ کربلا کے عینی شاہد

واقعہ کربلا کے بارے میں تمام روایات میں امام زین العابدین علیہ السلام سے مروی روایات ہی سب سے مستند اور معتبر ہیں کیونکہ اول تا آخر آپ نے تاریخ انسانی کے اس اندوہناک سانحہ کو اپنے سامنے ہوتے دیکھا اور اس سانحہ جانکاہ میں سب سے زیادہ متاثر ہونے والے بھی آپ ہی تھے اور اس واقعہ کے وقوع پذیر ہونے کے بعد آپ کو تمام عمر کسی نے مسکراتے نہ دیکھا۔ ایک شخص نے عرض کیا اے ابن رسول آپ ہر وقت غمگین رہتے ہیں اور نہ آپ کے آنسو خشک ہوتے ہیں۔ آخر کب اس کیفیت سے باہر آئیں گے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا حضرت یعقوب علیہ السلام کا ایک بیٹا یوسف علیہ السلام گم ہو گیا تھا جبکہ وہ زندہ تھا صرف آنکھوں سے اوجھل تھا تو یعقوب علیہ السلام نے اس کے فراق میں رو رو کر آنکھوں کی بینائی ختم کر لی تھی۔ جبکہ میں نے اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے گھرانے

کے اٹھارہ افراد سمیت بہتر سرتن سے جدا ہوتے دیکھے تو میں کیسے غمگین نہ ہوں اور کیسے میرے آنسو رک سکتے ہیں مخدوم علی بن عثمان ہجویری لکھتے ہیں کہ میدان کربلا میں جب حسین بن علی اور انکے فرزندوں اور جانثاروں کو شہید کر دیا گیا تو خانوادہ رسول میں سوائے امام زین العابدین علیہ السلام کے عفت مآب خواتین کا کوئی پرسان حال نہ تھا جبکہ آپ اس وقت سخت بیمار تھے یہاں تک کہ سواری پر بھی نہ بیٹھ سکتے تھے جب یزیدی گماشتے ان پاکیزہ سیرت خواتین کو برہنہ سر کوفہ اور دمشق لے کر آئے تو کسی نے امام زین العابدین سے کہا: آج تمہاری صبح کیسی ہوئی آپ نے فرمایا آج ہماری صبح ہماری قوم کے ہاتھوں ایسی ہوئی جیسے قوم موسیٰ کی صبح فرعون اور اسکی قوم کے ہاتھوں ہوئی تھی قوم موسیٰ کے مردوں کو قتل کیا جاتا اور ان کی عورتوں کو قیدی بنا کر زندہ رکھا جاتا تھا۔ اب ہمارے لیے صبح و شام کی تفریق ختم ہو چکی ہے۔

سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام سے ہشام بن عبدالملک کا حسد

کشف المحجوب میں سید علی بن عثمان ہجویریؒ لکھتے ہیں ہشام بن عبدالملک بن مروان مکہ مکرمہ میں ایک سال حج کے لیے آیا اور طواف بیت اللہ سے فارغ ہو کر حجر اسود کا بوسہ لینے کے لیے آگے بڑھا لیکن لوگوں کی کثیر تعداد ہونے سے اسے حجر اسود تک پہنچنے کا راستہ نہ ملا خدام نے ایک طرف اس کے لیے کرسی لگا دی اور وہ اس پر بیٹھ کر خطبہ پڑھنے لگا اسی اثناء میں سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام بھی بیت اللہ میں تشریف لائے تو آپ کے رخ انور سے چاند کی مانند روشنی پھیل رہی تھی اور رخسار مبارک نور تاباں تھے اور معطر لباس سے راستہ مہک اٹھا اول آپ نے طواف بیت اللہ فرمایا پھر حجر اسود کا بوسہ لینے کی غرض سے تشریف لائے تو لوگوں نے فوراً تعظیماً راستہ چھوڑ دیا اور آپ باآسانی حجر اسود کو بوسہ دینے کے لیے آگے بڑھے اور لوگوں کی والہانہ محبت اور عقیدت کا دلنشین انداز بھی نرالا تھا۔ ہشام

آپ کی یہ ہیبت اور عظمت وجلال دیکھ رہا تھا اس کے ساتھ اسکے وزرا اور امرا بھی تھے ان میں سے ایک شامی نے ہشام سے پوچھا اے امیر المومنین یہ عزت واکرام والا کون ہے جسے لوگوں نے بسر وچشم حجر اسود کا بوسہ لینے کے لیے راستہ دے دیا ہے حالانکہ امیر المومنین تو آپ ہیں اور یہ جوان رعنا جو سراپا حسن وجمال ہے آخر کون ہے کہ صرف اس کے لیے لوگوں نے حجر اسود کا راستہ خالی کر دیا اور ایک طرف ہٹ گئے ہیں ہشام اگر چہ امام زین العابدین کو جانتا تھا مگر محض اس خیال سے کہ شامی لوگ انہیں پہچان کر کہیں ان کے ساتھ عقیدہ نہ کر لیں۔ اور اسطرح میری امارت اور ریاست میں فتنہ نہ پیدا ہو جائے کہنے لگا میں نہیں جانتا کہ یہ شخص کون ہے جبکہ صحرائے عرب کا نامور شاعر فرزدق ابوفراس بھی وہاں کھڑا تھا کہنے لگا ہشام اگر تو نہیں جانتا تو میں انہیں خوب جانتا ہوں شامیوں نے فوراً کہا اے ابوفراس ہم کو بتاؤ تا کہ ہمیں معلوم ہو کہ اس شان وشوکت والا یہ جوان رعنا آخر کون ہے ہمیں بھی پتہ چلے کہ یہ عظیم ہستی کون ہے۔ فرزدق نے برجستہ ایک عالی شان قصیدہ سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام کی مدح میں پڑھ ڈالا یہ عربی قصیدہ فرزدق طویل ہے فرزدق کو شاعر اہلبیت اطہار کا عظیم لقب اسی قصیدہ پر عطا ہوا جس پر فرزدق تمام عمر فخر کرتا رہا اور اسے اپنی بخشش کا ذریعہ سمجھتا رہا کشف المحجوب سے قصیدہ کے چند اشعار کا ترجمہ

سیدنا امام زین العابدین کی مدح میں شاعر فرزدق کا قصیدہ

فرزدق نے ہشام کو مخاطب کر کے یہ اشعار سنائے تو سارا ماحول بدل گیا عربی اشعار کا ترجمہ

☆ یہ وہ ہستی ہیں جن کے قدموں کی عزت سرزمین بطحا جانتی ہے۔

☆ اور ان کے منصب جلیلہ کو کعبہ جانتا ہے اور حل و حرم واقف ہے۔

☆ یہ لخت جگر اس پاک ہستی کا ہے جو اللہ کے بندوں میں سب سے افضل ہے۔

☆ اچھی طرح پہچان لے یہ نور نظر سیدہ فاطمۃ الزہرا کا ہے اگر تو ان سے بے خبر ہے۔

☆ اور یہ وہ ہے جس کے جد امجد کی بعثت پر اللہ تعالیٰ کے تمام انبیاء کی تشریف آوری ختم ہے۔

☆ انہوں نے وہ بلند مقام حاصل کیا ہے جس کے برابر عرب و عجم کے تمام مسلمان عزت حاصل کرنے سے قاصر ہیں۔

☆ جب قبائل قریش ان کی رفعت و شان دیکھتے ہیں تو پرکھنے والا کہہ دیتا ہے

☆ ان کے منصب جلیلہ کے سامنے تمام اعزاز و مناصب ختم ہو جاتے ہیں

☆ یہ وہ ہیں جن کے جد امجد کے سامنے تمام انبیاء نیچے ہیں

☆ یہ وہ ہیں کہ ان کے امتیوں کی فضیلت سے تمام امتوں کی فضیلت کم ہو گئی ہے

☆ ان کی وجہ منیر کے ظہور سے ہدایت کے انوار پھیل گئے

☆ جیسے سورج کی روشنی سے ظلمتیں دور ہو جاتی ہیں

☆ شائد ان کے دستِ اقدس کی ہتھیلی کی خوشبو نے پہچان جمع کر لی ہے

☆ رکن حطیم نے جب وہ حجر اسود کو چومنے آئے تو آپ کی دست بوسی کی ہے۔

☆ یہی وجہ ہے کہ کلام ہی نہیں فرماتے مگر جب کلام فرماتے ہیں تو تبسم ریز لہجہ میں

☆ ان کے نوری ہاتھ میں خیزران کی چھڑی ہے اور اس سے مہک اڑ رہی ہے

☆ اور وہ ایسے ہاتھ میں ہے جو بہت اونچی ناک والا سردار ہے

☆ یہ اللہ کے رسول کی ذات سے شباہت رکھتے ہیں اور ان کی تعریف جہان کر رہا ہے

☆ ان کا عنصری وجود ہی پاک ہے اور انکی خصلتیں اور عادتیں بھی پاک ہیں

(فرزوق کا ہشام کو مخاطب کر کے کہنا)

☆ تیرا یہ کہنا کہ یہ کون ہیں ان کو کوئی نقصان نہیں دے سکتا

☆ اس لئے کہ انہیں عرب جانتا ہے اور جس سے تو نے تجاہل عارفانہ کیا (یعنی جانتے ہوئے بھی کہا کہ میں نہیں جانتا) اسے تو عجم بھی جانتا ہے۔

☆ انکے دونوں ہاتھ ایسے برستے ہوئے بادل ہیں جن سے عام نفع ہے

☆ ہر ایک کی وہ ہاتھ اعانت کرتے ہیں اور انکی اس صف میں کوئی کمی نہیں آتی

☆ دنیا کا کوئی سخی ان کی انتہائے سخاوت کی طاقت نہیں رکھتا

☆ اور کوئی قوم کا بڑا ان کی برابری نہیں کر سکتا اگر چہ وہ اپنی قوم میں کتنا ہی معزز ہو

☆ نہایت نرم دل ہیں حتی کہ انکے غصہ سے بھی خوف نہیں ہوتا بہ سبب اسکے کہ

☆ یہ دو صفتوں حسن خلق اور حسن خصلت سے مزین ہیں

☆ یہ اس گھرانے سے ہیں جس کی محبت عین دین ہے اور ان سے بغض رکھنا

☆ کفر اور ان کا قرب مقام نجات اور قلعہ محافظت ہے۔

☆ اگر زمانہ کے متقی گنے جائیں تو سب ان کی تابعداری کرنے والے ہیں

☆ اگر پوچھا جائے کہ روئے زمین میں سب سے افضل کون ہے تو کہا جائیگا یہی ہیں

☆ ان کا ہاتھ کبھی عطا کرنے سے نہیں رکتا خواہ تنگی ہو

☆ برابر ہے ان کے لیے خواہ دولت ہو یا نہ ہو

☆ اللہ نے انہیں فضیلت بخشی ہے ہمیشہ سے اور شرف نام عطا فرمایا ہے

☆ اور انکے اعزاز و اکرام کا حکم لوح و قلم میں جاری ہو چکا ہے

☆ اللہ کے ذکر کے بعد ان کا ذکر ہی ہے ہر دن اور اسکے علاوہ ہر کلام پر مہر لگ گئی ہے

☆ جو اس ہستی الٰہی کو جانتا ہے انکی فضیلت کو بھی جانتا ہے

☆ اور حقیقت یہ ہے کہ دین انکے گھر سے امت نے حاصل کیا ہے

☆ عرب کا کونسا قبیلہ ہے جس کی گردن میں نہ ہو انکی بزرگی کا قلادہ

☆ یا اسکے لیے ان کے گھر سے نعمتیں نہ پہنچی ہوں

فرزدق نے اسی طرح کے چند بیت اور بھی کہے ہیں اہل بیت اطہار کی اتنی تعریف سن کر ھشام غضبناک ہوا اور حکم دیا کہ فرزدق کو عسفان میں قید کر دیا جائے عسفان مکہ اور مدینہ کے پاس ایک مقام ہے (جہاں ایک کنواں ہے اس میں قیدی بند کیے جاتے تھے)

امام زین العابدین اور ابوافراس فرزدق

اس واقعہ کی خبر لوگوں نے سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام تک پہنچائی تو آپ نے اسی وقت بارہ ہزار درھم بطور عطیہ فرزدق کو بھیجے اور فرمایا اسے کہنا اے ابوفراس ہمیں معاف کرنا کہ ہم لوگ اس وقت امتحان و ابتلا میں ہیں اس ہدیہ سے زائد ہمارے پاس کچھ نہ تھا ورنہ اور بھی عطا کرتے جب یہ ہدیہ فرزدق تک پہنچا تو اس نے وہ درہم واپس بھیج دیے اور پیغام بھیجا کہ حضور قسم بخدا میں نے یہ اشعار ہدیہ کے لیے نہیں کہے سیم وزر کے لالچ میں بادشاہ اور امراء کے دربار میں بہت شعر کہے ہیں لیکن وہ سب دروغ گوئی اور فضول کام تھا آپ کی شان میں جو قصیدہ میں نے ھشام کے سامنے کہا ہے خدا کی قسم محض اپنے گناہوں کا کفارہ ادا کیا ہے اور یہ تو صرف اور صرف اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کیا ہے۔

جب یہ پیغام حضور زین العابدین علیہ السلام کو پہنچا تو آپ نے حکم دیا کہ یہ درھم واپس فرزدق کو پہنچا دو اور کہنا کہ اے ابوفراس اگر ہمیں دوست رکھتا ہے تو ہمارا بھیجا ہوا عطیہ واپس نہ کر ہم کسی کو کچھ دے دیتے ہیں تو واپس نہیں لیتے بس تو ہمارے اس قلیل سے عطیہ کو قبول کر یہ پیغام ملتے ہی فرزدق نے حکم کی تعمیل کی۔ دراصل حقیقت یہ ہے کہ فرزدق نے سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام کے جو فضائل اس قصیدہ میں بیان کیے ہیں اس سے بھی کہیں بڑھ کر آپ کے فضائل و کمالات ہیں کہ جن کا احاطہ کرنا ممکن ہی نہیں۔

اہلبیت اطہار میں آپ کا مرتبہ اسقدر اعلیٰ و بالا ہے کہ الفاظ بھی بیان کرنے سے عاجز ہیں آپ کے شایان شان الفاظ کو ڈھونڈنا بھی ممکن نہیں۔ آپ کی طاہر و اطہر مبارک زندگی امت کے لیے کسی بھی طرح نعمت الہیہ سے کم نہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی صورت اور سیرت کا مرقع بنایا تھا کہ جس کا کوئی بدل نہیں تاریخ انسانی میں کوئی مثال بھی ایسی نہیں ملتی کہ کسی ذی روح نے ایسے صدمات اور رنج والم سے دوچار ہونے کے باوجود بھی ایسی اعلیٰ ظرفی اور آسمان تک بلند استقامت کا مظاہرہ کیا ہو اور عمر بھر پایۂ استقلال میں کبھی کوئی لغزش نہ آئی ہو راقم السطور کا نذرانہ عقیدت بحضور سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام

تو قدرت کا شاہکار ہے تو امت کا سردار ہے

تیرا نام ہے وجہہ تسکین تو تسکین کا بحر بے کنار ہے

تیری مدح کی کوئی حد نہیں تیرے کلام کا کوئی رد نہیں

واللہ عاصیوں کو بس تیری ایک نظر درکار ہے

جب فرزدق شاعر اہلبیت اطہار قید و بند سے دوچار ہوا تو اسکا عزم اور پختہ ہو گیا اور اس نے ایک طویل نظم ہشام بن عبدالملک کی مذمت میں لکھی جس کے دو اشعار کا ترجمہ یہ ہے۔

اگرچہ تو نے مجھے مکہ اور مدینہ کے درمیان قید کر ڈالا ہے یہ وہی مقدس مقامات ہیں جن کی

طرف لوگوں کے دل جھکتے ہیں اور وہ جو انہیں پھیرنا چاہتا ہے وہ پھیر دیتا ہے جو ایک سر کو جو کہ سردار کا سر نہیں ہے۔ اور اسکی دونوں آنکھیں بھینگی ہیں جنکا بھینگا پن ظاہر ہو گیا ہے۔ فرزدق شاعر کے مقدر نے یاوری کی اور امام زین العابدین علیہ السلام کی مدح میں قصیدہ لکھ کر سابقہ زندگی کے تمام گناہوں کا کفارہ ادا کرنے کا برملا اظہار کر کے تاریخ کے اوراق میں محترم اور معزز ٹھہرا اور جس والہانہ انداز سے اپنی عقیدت اور نیاز مندی کا اظہار کیا ہے یہ اسی کا نصیب ہے ہشام جیسے جابر سلطان کے سامنے کلمہ حق کا حق ادا کر کے اس نے اپنے لیے قید و بند کی صعوبت کو بخوشی قبول کیا، باقی ساری عمر اسی محبت میں گزار کر امر ہو گیا اور اس کی جرات اظہار نے اسے اہلبیت اطہار سے دلی وابستگی کی بدولت اعلیٰ مقام پر فائز کر دیا کیونکہ اہلبیت اطہار کی محبت کے بغیر ایمان کامل نہیں ہوتا یہی ایک سچے مسلمان کا عقیدہ ہے جو اس سے انحراف کرتا ہے وہ کبھی حق پر مستقیم نہیں رہ سکتا اور نہ دارین کی فلاح پا سکتا ہے اللہ تعالیٰ تمام امت کو اہلبیت اطہار اور جلیل القدر اصحاب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور ادب سے آراستہ فرمائے اور دین متین کے نام پر فرقہ واریت کو ہوا دینے والے عناصر کو جو دشمنانِ دین کے زمرے میں آتے ہیں انہیں ذلت و رسوائی سے دو چار فرمائے جو اسلام کے نام پر قتل و غارت کر رہے ہیں اور غلط عقائد کا پرچار کر رہے ہیں جس سے اقوام عالم میں اسلام کی تعلیمات کا غلط تاثر قائم ہو رہا ہے جبکہ اسلامی تعلیمات میں نا صرف سروں کو جوڑا جاتا ہے بلکہ دلوں کو بھی جوڑا جاتا ہے۔

اخلاق حسنہ

امام زین العابدین علیہ السلام کے اخلاق حسنہ دیکھ کر دشمن بھی معترف تھے آپ کے عادات واطوار میں ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلق عظیم کا رنگ غالب تھا آپ انتہائی اعلیٰ اخلاق واطوار کا عظیم پیکر تھے اور اخلاق حسنہ کی تمام اصناف آپ میں بدرجہ اُتم موجود تھیں دشمنوں کی سخت ترین باتوں پر بھی درگزر فرماتے علم و حلم عفو و درگزر سخاوت مہمان نوازی ایثار و قربانی

صبر و شکر قناعت پسندی تواضع اور عجز و انکسار غرضیکہ اپنے جد اعلی کے تمام اوصاف حسنہ سے کلی طور پر مزین تھے خیر و بھلائی کا ایسا کونسا عمل ہے جو آپ کی ذات ستودہ میں نہ تھا۔ دنیاوی لذات سے منہ موڑ چکے تھے عبادت میں سخت مشقت اٹھانا آپ کا مشغلہ بن چکا تھا۔

لوگ آپ کے چہرہ اقدس کی زیارت سے مستفیض ہو کر تسکین قلب حاصل کرتے تھے انتہائی مشکل سے مشکل اور کٹھن سے کٹھن حالات میں بھی آپ کے پایۂ استقلال میں لغزش دیکھنے کو نہیں ملتی ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا اے امام فلاں شخص آپ کو برا بھلا کہتا رہتا ہے یہ سن کر آپ نے فرمایا مجھے اس شخص کے پاس لے چلو تا کہ اگر اسے مجھ سے کوئی گزند پہنچی ہے تو بتائے جب آپ اس کے پاس تشریف لے گئے تو فرمایا: اے بندہ خدا جو کچھ تم میرے بارے میں کہتے ہو اگر سچ ہے تو خداوند عالم مجھے معاف کر دے اور اگر تم غلط کہتے ہو تو وہ غفور الرحیم تجھ پر رحم فرمائے۔ یہ سن کر وہ شخص انتہائی شرمسار ہوا اور قدم بوسی کے لیے جھک گیا۔

نور الابصار میں لکھا ہے ایک مرتبہ امام زین العابدین علیہ السلام مسجد سے باہر نکلے تو ایک شخص آپ کو دیکھ کر اول فول بکنے لگا آپ کے غلام اور دیگر لوگ اسے پکڑنے کے لیے آگے بڑھے تو آپ نے فرمایا اسے چھوڑ دو پھر اس شخص سے مخاطب ہوئے اور فرمایا کیا تمہیں میرے ساتھ کوئی کام تھا جو پورا نہیں ہو سکا اگر ایسا ہے تو بتا تیری کیا حاجت ہے یہ سن کر اس شخص نے مارے شرمندگی کے سر جھکا لیا۔ امام زین العابدین علیہ السلام نے اس شخص کو ایک قیمتی چادر اور پانچ ہزار درہم عطا کیے آپ کے اس حسن خلق سے متاثر ہو کر وہ شخص بے اختیار پکار اٹھا اے امام میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ مصطفی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد سے ہیں۔

حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ایک دن آپ کی خدمت میں چند مہمان حاضر ہوئے تو آپ نے غلام سے کھانا تیار کرنے کا کہا۔ غلام نے تنور پر روٹیاں پکانا شروع کیں اس کے

ہاتھ میں ایک سیخ تھی جس سے وہ روٹیاں نکال رہا تھا۔ وہ بہت گرم ہو چکی تھی اس کے قریب ہی امام زین العابدین علیہ السلام کا ایک کم سن صاحبزادہ کھیل رہا تھا وہ سیخ اس کے سر پر پڑی جس کی تاب نہ لا کر وہ فوت ہو گیا۔ غلام اس واقعہ سے لرزہ براندام ہو گیا جب آپ کو پتہ چلا تو غلام کو فرمایا تو راہ خدا میں آزاد ہے کیونکہ تو نے یہ کام جان بوجھ کر نہیں کیا اور اپنے صاحبزادے کی تجہیز و تکفین میں لگ گئے۔

اسی طرح ایک دن ایک کنیز امام زین العابدین علیہ السلام کو وضو کروا رہی تھی اچانک اس کے ہاتھ سے لوٹا گرا جو آپ کے سر پر لگا شدید تکلیف کے عالم میں آپ نے سر اٹھا کر کنیز کی طرف دیکھا تو کنیز سہم گئی اور لرزتی ہوئی آواز میں کہنے لگی **الکاظمین الغیط** آپ غصہ کو پینے والے ہیں آپ نے فرمایا ہاں میں نے غصہ پی لیا پھر اس کنیز نے عرض کیا **والعافین عن الناس** اور آپ لوگوں کو معاف کرنے والے ہیں آپ نے فرمایا میں نے تجھے معاف کیا اس کنیز نے عرض کیا ارشاد ربانی ہے۔ **واللہ یحب المحسنین** اللہ تعالیٰ احسان کرنیوالوں کو دوست رکھتا ہے آپ نے فرمایا جا میں نے تجھے اللہ کے واسطے آزاد کیا۔

طبقات ابن سعد میں لکھا ہے کہ جب ہشام بن اسماعیل مدینہ منورہ کا گورنر مقرر ہوا تو اس بدطینت نے عام لوگوں کے ساتھ امام زین العابدین کو بھی ستانا شروع کر دیا لیکن آپ نے کمال صبر سے کام لیا اور کوئی شکوہ نہ کیا جب ولید بن عبدالملک نے زمام اقتدار سنبھالا تو ہشام بن اسماعیل کے کالے کرتوں سے آگاہ ہوا تو اس نے اسے فوراً معزول کر دیا اور ایک حکم نامہ جاری کیا کہ اسے ان لوگوں کے سامنے کھڑا کر دیا جائے جن سے اس نے زیادتیاں کی ہیں اور ظلم روا رکھا ہے تاکہ وہ لوگ اس سے اپنا انتقام لے سکیں۔ ہشام بن اسماعیل کو جب لوگوں کے سامنے کھڑا کیا گیا تو اس نے کہا کہ سوائے امام زین العابدین علیہ السلام

کے مجھے کسی کا ڈر نہیں اس بات کا علم جب امام زین العابدین علیہ السلام کو ہوا کہ ہشام بن اسماعیل کو معزول کر دیا گیا ہے اور اسکے لیے سخت احکامات جاری ہو چکے ہیں اور وہ مصیبت میں گرفتار ہے تو آپ نے اپنے اقربا اور عقیدت کیشوں سے فرمایا کہ کوئی ہشام بن اسماعیل کے ساتھ زیادتی نہ کرے پھر حسن سلوک کے اس تاجدار اور اہل محبت کے سردار سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام نے ہشام کو پیغام بھیجا کہ ہم نے سنا ہے کہ حاکم وقت ولید بن عبدالملک نے تمہارا محاسبہ کیا ہے اور تم سے مال ومتاع بھی واپس لیا جا رہا ہے اگر تم اس کی ادائیگی کرنے سے معذور ہو تو ہم تمہیں ادائیگی کے لیے اپنا مال اسباب بھجوا دیتے ہیں تاکہ تم سے یہ برا وقت ٹل جائے اور میں نے اپنے تمام اقربا اور عقیدت مندوں سے کہا ہے کہ وہ تم سے اچھا سلوک کریں اور تمہیں کوئی گزند نہ پہنچائیں جب یہ پیغام ہشام بن اسماعیل تک پہنچا تو وہ رو پڑا اور کہنے لگا۔

اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ

اللہ خوب جانتا ہے جہاں اپنی رسالتیں رکھے

امام زین العابدین علیہ السلام کے اخلاق کریمانہ اور اطوار عارفانہ کی بے شمار روایات ملتی ہیں آپ کی اعلیٰ ظرفی اور اعلیٰ نسبی آپ کے اخلاق حسنہ اور بلند کردار پر گواہ ہے اور آپ کے مکارم اخلاق کا اعتراف آپ کے دشمن بھی برملا کرتے تھے آپ کی پاکیزہ اور معطر ومبارک زندگی ایسی روایات سے بھری ہوئی ہے جسے عقل و دانش کے پیمانے بھی جانچنے سے قاصر ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو سراپا حسن عمل بنایا تھا جس کی نظیر ملنا محال ہے راقم السطور یہ کہنے میں حق بجانب ہے۔

جہاں تک خداوند عالم کی کبریائی ہے
وہاں تک امام سجاد کی رسائی ہے

کارخانہ قدرت سے کوئی دوسرا زین العابدین تخلیق نہیں ہوا جوان کی ہمسری کا دعویٰ کر سکے اہل ایمان ان کے محترم ومکرم نام سے جلاء پاتے ہیں اوران کے نقش پاء کی دھول اپنے چہروں پر ملتے ہیں اور انہیں بھی گوشۂ عافیت نصیب ہوجاتا ہے اس عظیم اور کریم ابن کریم نے تاریخ کے اوراق کو اپنے کمالات بے مثال سے جو زینت بخشی ہے وہ آپ کا ہی خاصہ ہے جو اور کسی کو نصیب نہیں ہوا اور نہ ہوگا۔

نہ تیری کوئی مثال ہے نہ تیرا کوئی جواب ہے
ازل سے چمک رہا ہے جو تو وہ مہتاب ہے
دل کا سرور اور آنکھ کا نور تیری ذات ہے
بس تیرے نام سے مزین میرے دل کی کتاب ہے

بنوامیہ کی قید میں

عبدالملک بن مروان نے اپنے نسبی بغض کی بناء پر سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام کوایک مرتبہ گرفتار کر کے پاؤں میں بیڑیاں ہاتھ میں زنجیریں اور گلے میں طوق ڈال دیئے اور پھر شام کی طرف لے جانے کے ارادے سے مدینہ منورہ کے باہر ایک خیمہ میں رکھا اور اپنے گماشتے نگہبانی کے لئے مقرر کر دیئے تو آپ کے شاگرد مسلم بن شہاب زہری آپ کو دیکھنے آئے وہ کہتے ہیں جب میں آپ کے خیمے میں حاضر ہوا تو یہ حالت دیکھ کر میں نے رونا شروع کر دیا اور عرض کیا کہ کاش آپ کی جگہ مجھے پابند سلاسل کیا جاتا اور آپ محفوظ رہتے۔ امام زین العابدین نے فرمایا اے زہری تو کیا سمجھتا ہے کہ ان زنجیروں کی وجہ سے میں تکلیف میں ہوں۔ ایسا ہرگز نہیں یہ فرما کر آپ نے اپنے ہاتھ اور پاؤں کو زنجیروں اور بیڑیوں سے آزاد کر لیا فرمایا یہ زنجیریں میرے لئے کوئی معنی نہیں رکھتیں لیکن ایسی مثالیں رہنی چاہئیں تاکہ میں خداوند عالم کی رضا پر راضی رہوں ورنہ خدائے بزرگ و برتر نے مجھے

ان زنجیروں پر قدرت عطا کی ہے اور میں جہاں چاہوں تصرف کر سکتا ہوں یہ فرما کر آپ نے دوبارہ اپنے پاؤں میں بیڑیاں پہن لیں اور ہاتھوں میں زنجیریں بھی اور فرمایا اے زہری میں اس حال میں دو منزلوں سے زیادہ دور نہ جاؤں گا۔ چار دن گزرے تو پہرے دار کہتے ہیں کہ ہم جس جگہ مقیم تھے اور آپ کی سخت نگرانی کر رہے تھے لیکن صبح ہوئی تو ہم نے امام زین العابدین کو کہیں نہ پایا اور ہم مدینہ واپس چلے گئے۔

زہری کا بیان ہے کہ اس کے بعد میں عبدالملک بن مروان کے پاس گیا تو اس نے مجھ سے امام زین العابدین کا حال دریافت کیا میں نے جو دیکھا تھا وہی بیان کر دیا یہ سن کر عبدالملک بن مروان نے کہا جس وقت امام زین العابدین پہرے داروں کی نظر سے اوجھل ہو گئے اور انہیں کہیں نظر نہ آئے تو اس وقت امام میرے پاس آئے اور کہا کہ یہ تو بتا کہ تیرے اور میرے درمیان ایسا کیا واقع ہوا ہے جو تم نے ایسا کیا۔ میں نے کہا ذرا ٹھہر جایئے تو آپ نے فرمایا میں بالکل نہیں ٹھہروں گا اور پھر آپ باہر چلے گئے عبدالملک کہتا ہے کہ اے زہری خدا کی قسم میں امام کے دبدبہ اور جلال سے بہت خوفزدہ ہوا۔ محدث مسلم بن شہاب زہری کہتے ہیں کہ میں جب بھی امام زین العابدین کو یاد کرتا ہوں تو بہت روتا ہوں کیونکہ وہ واقعی زین العابدین تھے کہ ان جیسا اور کوئی نہیں۔

گوشۂ گمنامی کو پسند فرمانا

امام زین العابدین علیہ السلام کے مبارک اوصاف میں ایک وصف یہ بھی تھا کہ آپ اکثر ایسے لوگوں کے ساتھ شریک سفر ہوتے جو آپ سے ناواقف ہوتے ایک مرتبہ قافلہ کے ساتھ سفر کر رہے تھے ان میں سے ایک شخص نے آپ کو پہچان لیا اور اہل قافلہ کو بتایا اے اہل قافلہ کیا تم نہیں جانتے کہ اس وقت ہمارے درمیان ایک ایسی ہستی موجود ہے جن کا

پوری روئے زمین پر کوئی ثانی نہیں قافلہ والے یہ سن کر بہت حیران ہوئے اور اس شخص سے کہا کہ ایسی کون سی ہستی ہم میں موجود ہے جو اس قدر عالی مراتب ہے اس شخص نے آپ کی طرف دیکھ کر لوگوں کو بتایا کہ سیدنا امام زین العابدین ہمارے درمیان تشریف فرما ہیں بس پھر کیا تھا لوگ دیوانہ وار آپ کی طرف لپکے اور آپ کے دست اقدس اور پاؤں کے بوسے لینے میں ایک دوسرے پر سبقت کرنے لگے اور عرض کرنے لگے کہ حضور آپ نے کیوں اس تعارف کو مخفی رکھا اگر انجانے میں ہم سے کوئی غلطی سرزد ہو جاتی تو یقینا اس میں ہماری ہلاکت تھی آپ نے فرمایا مجھے گوشۂ گمنامی میں لذت محسوس ہوتی ہے اگر میں اپنے جاننے والے لوگوں کے ساتھ سفر کروں تو وہ میرے جد امجد جناب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے میرے ساتھ پرتکلف سلوک کرتے ہیں جیسے آپ حضرات نے کیا تم لوگوں نے بھی میرے ساتھ اپنی اپنی بساط سے بڑھ کر ادب واحترام کیا ہے بس میں اللہ عزوجل سے ڈرتا ہوں اس لئے میں اپنے تعارف سے گریز کرتا ہوں یہ امام علیہ السلام کے عالی نسب کی اعلیٰ ظرفی ہے کہ عجز وانکسار بھی کس شان کا ہے اللہ کریم ان اوصاف حمیدہ سے مزین امام زین العابدین علیہ السلام کی محبت اور نسبت سے ہم خاک نشینوں کے قلوب واذہان کو منور فرمائے اور ان کے نقش پاء کی برکات سے اہل اسلام کو آسانیاں نصیب فرمائے کہ آپ علیہ السلام کا نقش پاء عین راہ ہدایت ہے سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام صبر ورضا کی تفسیر تھے۔

جس طرح نوع انسانی میں تاجدار مدینہ راحت قلب وسینہ سید المرسلین شفیع المذنبین خاتم النبیین حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مثل کوئی تھا نہ ہے نہ ہوگا اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد پاک کے صبر ورضا کی مثال کوئی تھا نہ ہے اور نہ ہوگا رضائے الٰہی میں راضی برضا رہنے والے سید الشہداء امام عالی مقام سیدنا امام حسین علیہ السلام نے میدان کربلا میں اپنے جگر گوشوں اور عزیز واقرباء کو اپنے سامنے شربت شہادت

نوش کرتے دیکھا پھر بھی آپ کے صبر و استقامت میں کوئی لغزش نہ آئی آپ نے رضائے الٰہی پر شاکر ہونے کی ایسی مثال پیش کی کہ تا قیام قیامت عرشی و فرشی ایسی مثال ڈھونڈنے میں ناکام رہیں گے اور پھر اپنی جان کا نذرانہ بھی بارگاہ ایزدی میں پیش کیا ان عظیم قربانیوں پر بشری تقاضوں کے پیش نظر اگر غور وفکر کیا جائے تو یہ لازوال قربانیاں انسانی عقل وفکر سے ماورا نظر آتی ہیں یہی ایثار اللہ کے محبوب بندوں کو مخلوق میں ممتاز کرتا ہے کوئی انسان کتنا ہی طاقتور اعصاب کا مالک ہو اس طرح کے صدمات سے دیوانہ ہو جاتا ہے اور اپنے ہوش وحواس کھو دیتا ہے لیکن جگر گوشہ بتول نے اللہ کی راہ میں ثابت قدمی اور اولا العزم ہونے کا ایسا نمونہ پیش کیا کہ ابد تک ایسی مثال دیکھنے کو نہ ملے گی۔ امام عالی مقام علیہ السلام کی شہادت کے بعد پیش آنے والے واقعات ظلم و بربریت کی انتہا تھے اس قافلہ حسینی میں مردوں میں واحد زندہ بچنے والے آپ کے صاحبزادے امام زین العابدین علیہ السلام تھے جو کئی دنوں کی بھوک پیاس اور شدید بخار کی وجہ سے انتہائی لاغر ہو چکے تھے اور ایسے غم ناک اور المناک سانحہ کو اپنے سامنے دیکھا والد بزرگوار سمیت اپنے بھائیوں عزیزوں اور غلاموں کو ذبح ہوتے دیکھا اور تو اور پھر اس حالت میں آپ کو پاؤں میں بیڑیاں اور ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور گلے میں بھاری طوق ڈال کر دمشق تک اذیت ناک سفر کی صعوبت بھی برداشت کرنا پڑی دشمنوں کی طرف سے بار بار قتل کی دھمکیاں اور قید و بند کے مصائب بھی دیکھنے پڑے کئی دنوں کی بھوک پیاس اور بیماری نے پہلے ہی نڈھال کر رکھا تھا امام زین العابدین علیہ السلام کو پے در پے مصائب کا سامنا کرنا پڑا کربلا سے کوفہ اور دمشق تک کے سفر میں یزید پلید کے گماشتے توہین آمیز کلمات بھی بک رہے تھے آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرزند نہ اللہ سے شکوہ کر رہا ہے اور نہ اس کے ماتھے پر کوئی شکن آتی ہے رضائے مولا سمجھ کر ان غم واندوہ کے اذیت ناک دردناک وقت میں صبر و رضا کی تصویر بنے ہوئے

ہیں سچ کہا ہے کسی نے اگر سیدنا ایوب علیہ السلام بھی ان مصائب میں سے چند مصائب میں مبتلا ہوتے تو فرماتے کہ واقعی آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صبر عظیم تر ہے بلکہ ازل سے لے کر اب تک پوری انسانیت کو جو مصائب اور مشکلات پیش آئی ہیں وہ اہل بیت اطہار کو پیش آنے والے مصائب کے سامنے بے وقعت ہیں اور اس سے بھی بڑھ کر رضا و تسلیم کا ایسا مقام کہ جس دشمن نے بھی دشمنی روا رکھی سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام نے انہیں معاف فرمایا اس کی ایک مثال اہل ایمان کے ایمان کو تازگی اور تقویت عطاء کرتی ہے جب مختار ثقفی نے اعلان کیا کہ جو لوگ قتل حسین میں شریک تھے ان کو چن چن کر مار دیا جائے اور ان سے پوری قوت کے ساتھ بدلہ لیا جائے گا وہ لوگ جو کربلا کے شہیدوں کے مجرم تھے پناہ لینے کے لئے بھاگنے لگے ابن جریر طبری نے لکھا ہے کہ ان قاتلوں میں ایک سنان بن انس بھی تھا جو روپوش ہو کر جنگلوں اور صحراوں میں چھپتا پھر رہا تھا ایک دن ایک صحرا میں مارا مارا پھر رہا تھا کہ اسے چند خیمے نظر آئے یہ سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام اور ان کے خدام کے خیمے تھے جو حج کے لئے سفر کر رہے تھے سنان بن انس نے اسی خیمہ کا پردہ اٹھایا جس میں امام زین العابدین علیہ السلام تشریف فرما تھے اس نے آپ کو دیکھا تو بھاگ نکلا آپ نے اپنے خدام کو اس کے پیچھے دوڑایا کہ اس شخص کو پکڑ کر لاؤ وہ اسے واپس لائے تو آپ نے اس سے پوچھا کہ اے شخص تم میرے خیمے میں آئے اور پھر کیوں بھاگ گئے کیا تمہیں کسی نے روکا تھا یا کسی نے کچھ کہا تھا آخر تم کس لئے آئے تھے اپنی حاجت بتاؤ اس نے کہا کہ میں بھوک اور پیاس سے نڈھال ہوں اور اس صحرا میں خیموں کو دیکھ کر آیا تا کہ کھانا اور پانی مل جائے آپ نے اس کی خوب تواضع کی اور زادراہ کے لئے اشرفیوں کی ایک تھیلی بھی عطا کر دی جب وہ رخصت ہونے لگا تو اس نے عرض کیا حضور شائد آپ نے مجھے پہچانا نہیں آپ نے فرمایا پہچان تو اس وقت لیا تھا جب تو خیمے کا پردہ اٹھا کر بھاگ نکلا تھا کیا تم سنان

بن انس ہی ہو جس نے ہمارے نوجوان بھائی علی اکبر کے سینے میں برچھی ماری تھی اور اس کے بعد اس برچھی کو بڑے فخر سے ہوا میں لہرایا تھا سنان بن انس یہ سن کر لرز گیا اس سے پہلے کہ وہ معافی تلافی طلب کرتا آپ نے فرمایا وہ تمہارا کردار تھا آج آل رسول کا اخلاق بھی دیکھ کہ ہم دشمنوں پر طاقت رکھتے ہوئے بھی انتقام نہیں لیتے۔ سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام کو عمر بھر کسی نے شکوہ شکایت کرتے نہ دیکھا اور نہ سنا اور صبر و رضا کا مفہوم جاننا ہو تو آپ کی مبارک زندگی سے بڑھ کر اور کوئی دلیل نہیں آپ کی سیرت کے مطالعہ سے بڑے بڑے اکابر اہل اللہ بھی کانپ اٹھتے ہیں امام زین العابدین علیہ السلام وہ پیکر صبر و استقلال تھے کہ تاریخ انسانی آپ کا ثانی تلاش کرنے میں ہمیشہ ناکام رہی ہے کیونکہ دوسرا زین العابدین کوئی نہ ہوگا۔

امام زین العابدین علیہ السلام اور عبدالملک بن مروان

عبدالملک بن مروان نے حجاج بن یوسف کو ایک تحریری ہدایت نامہ راز داری سے ارسال کیا جس کا کسی کو علم نہ تھا کہ اے حجاج تو عبدالمطلب کی اولاد کو قتل کرنے سے گریز کرنا کہ آل ابوسفیان میں یہ تاثر عام پایا جاتا ہے کہ اس ناروا سلوک کی وجہ سے بنو امیہ کی حکومت کا جلد خاتمہ ہو جائے گا۔ عبدالملک نے یہ تحریر کردہ خط بڑے خفیہ طریقے سے حجاج کو ارسال کیا اس خط کی عبارت سے سیدنا امام زین العابدین اپنی روحانی قوت سے مطلع ہو گئے اور آپ نے عبدالملک بن مروان کو ایک خط تحریر کیا اور لکھا کہ اے عبدالملک تم نے فلاں دن اور فلاں وقت پر حجاج بن یوسف کو جو خط بھیجا ہے وہ اللہ تعالیٰ کو پسند ہے جس کے باعث اللہ کریم نے تیرے ملک کو ثبات اور دوام بخشا ہے آپ نے وہی عبارت لکھ کر ایک غلام کو اپنی اونٹنی پر روانہ کیا اور عبدالملک بن مروان نے جب اس خط کی تحریر کو اپنی تحریر اور تاریخ کے مطابق پایا تو اسے یقین ہو گیا کہ امام زین العابدین کی امامت حق ہے وہ بہت

خوش ہوا اور اس اونٹنی پر اتنے درہم لاد کر واپس بھیجا جتنا وزن وہ اٹھا سکتی تھی۔

ہاتھ مبارک کی برکت

شواہد نبوت میں ہی لکھا ہے کہ ایک مرتبہ دوران طواف ایک عورت اور ایک مرد کے ہاتھ حجر اسود کے ساتھ چمٹ گئے ہر چند کوشش کی گئی کہ کسی طرح ان کے ہاتھوں کو حجر اسود سے الگ کر دیا جائے لیکن کوئی صورت نہ بن پائی آخر لوگوں نے فیصلہ کیا کہ ان کے ہاتھوں کو کاٹ دیا جائے اسی اثناء میں امام زین العابدین علیہ السلام وہاں تشریف لائے اور طواف میں مشغول ہوئے جب حجر اسود کے قریب آئے تو لوگوں نے آپ سے سارا ماجرا عرض کیا آپ نے اپنا دست مبارک ان کے ہاتھوں پر پھیرا جس کی برکت سے ان کے ہاتھ چھوٹ گئے اور وہ شکرانہ ادا کر کے چلے گئے۔ امام زین العابدین علیہ السلام سے تواتر کے ساتھ کرامات کا ظہور ہوتا رہا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مخلوق کے لئے مجسم نیکی اور خیر کا پیکر بنایا تھا اور لوگ ویرانوں میں بھی آپ کو تلاش کر لیا کرتے تھے اور اپنے دکھ درد بیان کر کے تسکین قلب حاصل کرتے تھے۔

آپ علیہ السلام حد سے زیادہ شفیق اور کریم ابن کریم تھے کبھی کسی کی دل آزاری نہ فرماتے، لوگوں کے دکھ درد اور مصائب کا مداوا کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھتے آپ کی مبارک طاہر واطہر زندگی میں کبھی ایسا نہ ہوا کہ کوئی سائل کاشانہ حسینی سے کبھی نامراد لوٹ جائے۔ مدینہ منورہ کے لوگ جہاں آپ کے حسن و جمال کی ایک جھلک دیکھ کر راحت پاتے تھے اسی طرح آپ کے بے پایاں حسن سلوک سے بھی قرار حاصل کرتے تھے آپ کا دیدار لوگوں کے لئے وجہ سکون قلب تھا۔ امام زین العابدین علیہ السلام سراپا خیر و برکت اور سخاوت کی اعلیٰ معراج پر فائز تھے آپ کی حکمرانی لوگوں کے دلوں پر تھی اور آپ کے حسن عمل سے دوست اور دشمن یکساں فیض یاب ہوتے تھے آپ کی حسن نیت نے لوگوں کو اپنا

گرویدہ بنالیا تھا حیدری خون میں حسینی سیرت کی آمیزش نے آپ کو خلق خدا میں انتہائی بلند مقام عطا کیا تھا۔ اس دور میں آپ سے بڑھ کر علم نبوت کا وارث کون ہو سکتا تھا اور تاج امامت آپ کے سر اقدس کو ہی زیبا تھا۔ شرافت وسیادت نیکی و بردباری سخاوت وشجاعت درگزر ایثار وقربانی زہد وتقویٰ صبر واستقامت علم وحکمت اخلاق حسنہ کی انتہا اور اعلیٰ ترین کردار نبوی کا پیکر عظیم تھے ان اوصاف حمیدہ نے آپ کو ساری مخلوق میں ممتاز اور منفرد شان کا مالک بنایا اور آپ کی شخصیت پوری امت مسلمہ کے لئے مشعل راہ ہے خانوادہ رسول کے اس مجسم نیکی وشرافت کے چشم وچراغ نے اپنے قول وعمل سے ایسی تاریخ رقم کردی ہے کہ ابد تک امت مسلمہ آپ کی سیرت مطہرہ سے راہ ہدایت اور قرب الٰہی حاصل کرتی رہے گی اور آپ کے ذکر خیر سے اپنے قلوب واذہان کی تسکین وتمکین کا سامان کرتی رہے گی ہر زمانے کا مورخ آپ کی مثل ڈھونڈنے سے عاجز رہے گا کہ رب ذوالجلال نے اہل زمین کے لئے ایک ہی زین العابدین تخلیق فرمایا ہے جو ان سے اپنی محبت اور نسبت کو کامل رکھے گا اس کے حامی ومددگار یقیناً اللہ عزوجل اور محبوب رب العالمین حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں گے کیونکہ ان دونوں کریموں کو سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام کی ہر ادا پسند ہے۔

سلام اس پر جو استقامت کا سلطان ہے

سلام اس پر جو امت کا نگہبان ہے

خزیمہ کے لئے بددعا

منہال بن عمرو کا کہنا ہے کہ دوران حج مجھے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا جب میں آپ کے کاشانہ پر حاضر ہوا تو آپ نے مجھ سے خاص طور پر خزیمہ بن کاہل الاسدی کے متعلق پوچھا میں نے عرض کیا وہ کوفہ میں موجود ہے۔ یہ سن کر آپ نے اس کے لئے ان الفاظ میں بددعا فرمائی۔

"اللهم اوقده حر الحديد اللهم اوقده حر النار"

ترجمہ: اے اللہ اسے لوہے کی حرارت سے جلا دے، اے اللہ اسے آگ کی حرارت سے جلا دے۔

منہال کہتے ہیں جب میں کوفہ واپس آیا تو معلوم ہوا مختار ثقفی خروج کر چکا تھا میں نے اس سے رشتہ دوستی مضبوط کیا اور اس سے ملنے کے لئے گھوڑے پر سوار ہو کر اس کے پیچھے چل نکلا جب اس کے پاس پہنچا تو وہ بھی گھوڑے پر سوار ہو رہا تھا میں اس کے ساتھ چل پڑا اور ہم ایک ایسے مقام پر پہنچے جہاں مختار نے ایک شخص کا انتظار کرنا شروع کر دیا۔ اتنے میں مختار کے ساتھیوں نے خزیمہ کو لا کر اس کے سامنے پیش کر دیا مختار نے خزیمہ کو دیکھ کر کہا الحمد للہ کہ آج خدا تعالیٰ نے مجھے تجھ پر حاوی کر دیا ہے۔ پھر اس نے جلاد کو بلایا اور کہا کہ خزیمہ کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دو۔ اس کے بعد مختار نے آگ جلانے کا کہا جب آگ اچھی طرح دہک گئی تو خزیمہ کو اس میں پھینک دیا اور وہ جل کر راکھ ہو گیا۔ منہال کہتے ہیں یہ سب کچھ دیکھ کر میں نے بے ساختہ سبحان اللہ کہا، یہ سن کر مختار نے مجھ سے سبحان اللہ کہنے کی وجہ پوچھی تو میں نے امام زین العابدین علیہ السلام کے ساتھ اپنی ملاقات اور خزیمہ کے لئے ان کی بددعا کا واقعہ سنایا۔ مختار نے مجھے قسم دے کر اس بددعا کی تصدیق چاہی تو میں نے کہا ہاں امام نے خزیمہ کے بارے مجھ سے دریافت کیا تھا اور پھر یہی بددعا کی تھی جو کچھ تم نے کیا ہے۔ یہ سن کر مختار فوراً گھوڑے سے نیچے اترا اور دو رکعت نماز شکرانہ ادا کی اور دیر تک سجدے میں پڑا رہا خوشی اور مسرت اس کے چہرے سے عیاں تھی۔ جب ہم وہاں سے روانہ ہوئے تو راستے میں میرا گھر قریب تھا میں نے مختار سے ازراہ اخلاق اپنے گھر ٹھہرنے اور کھانا کھانے کی دعوت دی۔ مختار بولا اے منہال جب تم نے مجھے خود بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی بددعا کو شرف قبولیت بخشا ہے تو اب اس خوشی میں مجھے کھانے کی کوئی حاجت نہیں رہی بلکہ اب میں شکرانے کے طور پر روزہ رکھوں گا۔

حضرت خضر علیہ السلام کی امام زین العابدین سے گفتگو

مولانا عبدالرحمن جامیؒ نے شواہد النبوت میں لکھا ہے کہ ایک ثقہ راوی کا بیان ہے کہ میں ایک دن حضرت علی بن حسین (امام زین العابدین) کے درِ دولت پر حاضر ہوا لیکن میرا دل نہ چاہا کہ میں انہیں آواز دوں اور میں باہر بیٹھا رہا یہاں تک کہ آپ باہر تشریف لے آئے میں نے آگے بڑھ کر السلام علیکم کہا اور دعا دی۔ آپ نے بھی مجھے بڑی شفقت کے ساتھ وعلیکم السلام فرمایا اور پھر ایک دیوار کے قریب آئے اور فرمایا کہ اس دیوار کو دیکھتے ہو میں نے عرض کیا جی ہاں یا ابن رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ پھر آپ نے فرمایا: ایک دن میں اسی دیوار کے ساتھ تکیہ لگا کر غمگین اور اداس بیٹھا ہوا تھا اتنے میں اچانک ایک خوبصورت اور خوش گفتار ہستی کا جن کا لباس نہایت عمدہ اور نفیس تھا میرے سامنے کھڑے ہو گئے اور میری طرف دیکھ کر کہنے لگے اے علی بن حسین آپ مجھے غمین کیوں نظر آرہے ہیں۔ اگر آپ دنیا کے باعث غمناک اور آزردہ ہیں تو دنیا ایک روزی ہے جسے ہر نیک و بد کھاتا ہے۔ میں نے سن کر کہا میرا دکھ درد دنیا کے لئے نہیں ہے کیونکہ دنیا کا معاملہ تو وہی ہے جو آپ نے بیان کیا ہے۔ پھر انہوں نے کہا اگر آپ کا غم واندوہ آخرت کے لئے ہے تو وہ ایک سچا وعدہ ہے جس دن بادشاہ قاہر فیصلہ کرے گا۔ میں نے کہا میرا غم اس وجہ سے نہیں آخرت تو ویسی ہی ہے جیسا آپ بیان کر رہے ہیں پھر اس بزرگ ہستی نے کہا کہ اے علی بن حسین پھر آپ کا درد وغم کس وجہ سے ہے میں نے کہا کہ میں تو ابن زبیر کے فتنہ سے اس حال میں ہوں۔ انہوں نے کہا اے علی بن حسین کیا آپ نے کوئی ایسا شخص دیکھا ہے جس نے خداوند عالم سے کوئی چیز مانگی ہو اور خدائے بزرگ و برتر نے اسے نہ دی ہو میں نے کہا نہیں پھر انہوں نے کہا کیا آپ نے کوئی ایسا شخص دیکھا ہے جو خدا سے ڈرتا ہو اور خداوند عالم نے اس کے لئے کشادگی نہ کی ہو۔ میں نے کہا نہیں بعد ازاں وہ ہستی غائب ہو گئی۔ تب ادراک

ہوا کہ وہ خضر علیہ السلام تھے جو حرف ہائے راز بیان کر رہے تھے۔

ایک رات کا واقعہ ہے کہ ایک سائل یہ کہہ رہا تھا

اِنَّ الزَّاهِدُوْنَ فِي الدُّنْيَا الرَّاغِبُوْنَ فِي الآخرہ

وہ دنیا کے زاہد کہاں ہیں جو آخرت کی طرف راغب ہیں۔

اتنے میں جنت البقیع کی جانب سے ایک نظر نہ آنے والے شخص کی آواز آئی کہ وہ زین العابدین علیہ السلام ہیں۔

حجر اسود اور امام زین العابدین علیہ السلام کی معرفت

الخرائج والجرائح میں درج ہے کہ جب حجاج بن یوسف نے حضرت عبداللہ بن زبیر سے جنگ کے دوران کعبۃ اللہ کے در و دیوار گرائے اور کعبۃ اللہ کا کچھ حصہ منہدم کر دیا تو بعد میں اس کی دوبارہ تعمیر ہوئی اور حجر اسود کو بھی دوبارہ اس کی جگہ پر نصب کرنے کا مرحلہ آیا تو علماء کی جماعت اور قاضی کی نگرانی میں نصب کیا گیا لیکن حجر اسود میں برابر حرکت رہی اور وہ اپنی جگہ پر قائم نہ ہوا اسی اثناء میں سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام بیت اللہ شریف کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے لوگوں نے دیوانہ وار آپ کی طرف رجوع کیا اور حجر اسود کے مسلسل حرکت میں رہنے کا ذکر کیا آپ حجر اسود کی طرف متوجہ ہوئے اور بسم اللہ کہہ کر اپنا دست مبارک حجر اسود پر رکھ دیا اور وہ اپنی جگہ پر ٹھہر گیا یہ دیکھ کر لوگوں نے فرط عقیدت سے با آواز بلند نعرہ تکبیر بلند کیا اور فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کمال عجز و نیاز سے اپنی عقیدت واحترام کا اظہار والہانہ انداز میں کیا فرزدق نے کیا خوب کہا تھا

یکاد یمسکہ عرفان راحة   رکن الحطیم اذا ما جاء لتسلیم

ترجمہ: قریب ہے کہ کعبہ کی دیوار کا رکن حجر اسود ان کے ہاتھ کو پہچان کر تھام لے جب وہ اس کا بوسہ لینے کے لئے آئے۔

امام زین العابدین علیہ السلام کے ساتھ شجر و حجر بھی تسبیح کرتے تھے۔ محدث شہاب

زہری نے سعید بن مسیب سے روایت کی ہے کہ حج کے بعد لوگ اس وقت تک مکہ مکرمہ سے باہر نہ جاتے تھے جب تک امام زین العابدین علیہ السلام وہاں سے تشریف نہ لے جاتے ایک مرتبہ امام علیہ السلام مکہ شریف سے روانہ ہوئے تو میں بھی آپ کے ہمراہ ہو گیا آپ نے ایک جگہ قیام فرمایا اور دو رکعت نماز ادا کی اور پھر حالت سجدہ میں تسبیح الٰہی کا ورد فرمانے لگے میں نے دیکھا کہ کوئی درخت اور پتھر ایسا نہ تھا جو آپ کے ساتھ تسبیح میں مشغول نہ ہو ہر طرف سے ذکر کی آوازیں آرہی تھیں میں یہ دیکھ کر خوفزدہ سا ہو گیا کچھ دیر کے بعد امام علیہ السلام نے اپنا سر مبارک سجدے سے اٹھایا اور میری طرف دیکھ کر فرمایا کہ سعید کیا تم ڈر گئے ہو۔ میں نے عرض کیا اے فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واقعی مجھ پر خوف طاری ہو گیا ہے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا اس ذکر کو تسبیح اعظم کہتے ہیں اور یہی اس کے خواص ہیں سعید بن مسیب سے ہی روایت ہے کہ جب سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام حج کے لئے مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ تشریف لے جاتے تو مدینہ منورہ کے حفاظ کرام بھی آپ کے ہمراہ ہوتے اور وہ اس وقت تک حج کے ارکان ادا نہ کرتے جب تک امام علیہ السلام حج نہ بجالاتے اور آپ ان کے لئے میٹھے اور نمکین ستو اپنے ساتھ لے جاتے جو کہ گرمی کی شدت میں ان حفاظ کرام کو استعمال کے لئے دے دیتے اور خود استعمال نہ کرتے اور اکثر سفر میں امام علیہ السلام اپنے ساتھ سفر کرنے والے غلاموں اور دوسرے لوگوں کو اپنا زادراہ تک تقسیم کر دیتے آپ انتہا درجہ کے ایثار کرنے والے تھے۔

سعید کہتے ہیں کہ میں نے ایک دن امام زین العابدین علیہ السلام کو دیکھا کہ سواری کی زین پر سوار ہونے سے پہلے سجدہ کیا۔ قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ قدرت میں سعید کی جان ہے میں نے دیکھا کہ آپ جو ذکر فرمار ہے تھے وہی الفاظ درخت اور مٹی کے ڈھیلے دہرا رہے تھے۔

(مناقب ابن شہر آشوب جلد۔ ۳۔ ص ۲۸۹)

صحیفہ سجادیہ کی عظمت

مناقب میں لکھا ہے کہ بصرہ کے ایک فصیح مقرر کے سامنے امام زین العابدین علیہ السلام کی مناجات اور اوراد و وظائف کا مجموعہ صحیفہ کاملہ کا کسی نے ذکر کیا تو اس مقرر نے بغض اور تکبر میں کہا کہ یہ کیا بڑی بات ہے لاؤ مجھ سے سیکھ لو میں تمہیں ایسا ہی کلام لکھوا دیتا ہوں یہ کہہ کر اس نے قلم ہاتھ میں لیا اور خاموشی سے سر کو جھکائے رہا اور پھر سر نہ اٹھا سکا، صحیفہ سجادیہ عجز و انکساری کی معراج ہے۔

نماز والے لباس کی فضیلت

حلیۃ الاولیاء میں ابو نعیم لکھتے ہیں کہ حضرت سیدنا امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام نے اپنے گھر کا سارا سامان دو مرتبہ راہ خدا میں دے دیا آپ کا یہ معمول تھا کہ جب سردی کا موسم ختم ہو جاتا تو آپ سردی کا لباس بطور صدقہ دے دیتے اور جب گرمی کا موسم ختم ہوتا تو گرمی کا لباس بھی بطور صدقہ دے دیتے آپ کے لباس میں اون کی آمیزش ہوتی تھی اس لئے قیمتی ہوتا۔

ایک مرتبہ کسی نے عرض کیا اے فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ اپنا لباس ایسے لوگوں کو عطا کر دیتے ہیں جنہیں اس کی قدر و قیمت کا بھی اندازہ نہیں اور وہ پاکیزہ لباس ہے ان کے لئے مناسب ہے اگر آپ اسے فروخت کر کے اس کی قیمت ان میں تقسیم کر دیں تو کیا ہی اچھا ہو یہ سن کر امام زین العابدین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: میں یہ ہرگز پسند نہیں کرتا کہ جس لباس میں اپنے کریم رب کی نماز ادا کروں اسے فروخت کر دوں۔

کثرت عبادت

معتب نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام عبادت وریاضت میں بڑی سخت مشقت سے کام لیتے تھے یعنی قائم اللیل اور صائم النہار یعنی رات بھر ذکر الٰہی میں مشغول رہتے اور دن کو روزہ رکھتے اس کثرت عبادت وریاضت کی وجہ سے آپ بے حد کمزور ہو گئے تھے۔ ایک مرتبہ میں نے عرض کیا اے فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ اس قدر مشقت کیوں اٹھاتے ہیں آخر اس کی بھی کوئی حد ہے اس کثرت کی وجہ سے آپ دن بدن لاغر اور کمزور ہوتے جا رہے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا کثرت عبادت سے میں اپنے رب کا فرمانبردار اور مقرب بندہ بننا چاہتا ہوں تا کہ اس ذات وحدہ لاشریک کی رضا اور خوشنودی حاصل کروں۔

عبدالملک بن مروان کی عقیدت

محدث شہاب زہری سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام کے ہمراہ عبدالملک بن مروان کے پاس گئے تو عبدالملک امام علیہ السلام کی پیشانی پر سجدوں کا نشان دیکھ کر تعظیم وتکریم کے لئے کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا اے امام آپ کی عبادت میں محنت ومشقت آپ کے روشن چہرے سے عیاں ہے جبکہ آپ کو ایسی سخت ترین عبادت کی ضرورت نہیں کیونکہ خداوند عالم نے آپ کو بہترین صفات کے ساتھ اعلیٰ نسب بھی عطا فرمایا ہے آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جگر گوشہ ہیں اور آپ کی اصل اور نسب مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قریب تر ہے اور آپ اپنے ہم عصر اہل بیت اور عام لوگوں میں سب سے زیادہ فضیلت اور اکرام کے مالک ہیں علم وفضل تقویٰ اور پرہیز گاری میں بھی آپ سے بڑھ کر کسی کو سعادت نصیب نہیں ہو سکتی سوائے ان حضرات کے جو آپ

کے اسلاف میں گزر گئے ہیں اسی طرح عبدالملک آپ کے فضائل بیان کرتا رہا جس پر امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا اے عبدالملک تو نے جو کچھ ہمارے فضائل اور عطائے خداوندی کا ذکر کیا ہے اور ہمارے حق میں تائید وتوفیق کو بیان کیا ہے ان انعامات الٰہیہ کا شکر کس طرح ادا ہو سکتا ہے میرے جد اعلیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھو جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو پائے اقدس میں ورم آجاتے تھے روزہ کی حالت میں پیاس کی شدت سے لعاب دہن خشک ہو جاتا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کہتے کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ نے آپ کو عنایت ازلی عطا فرمائی ہے تو پھر یہ عبادت میں اتنی شدت کس لئے یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے کہ کیا میں اپنے رب کا شکر گذار بندہ نہ بنوں جو اول وآخر لائق حمد ہے۔ خدا کی قسم رات کی سیاہی اور دن کی سپیدی اور ظاہری باطنی کوئی بھی صورت مجھے اپنے کریم رب کی یاد سے غافل نہیں کر سکتی میرا دل ہر لحظہ ہر گھڑی اپنے رب کی طرف متوجہ رہتا ہے۔

یہ فرما کر سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوئے عبدالملک بن مروان بھی آپ کے ارشادات عالیہ سن کر زار وقطار رونے لگا اور کہا کہ ان دو قسم کے لوگوں میں کتنا فرق ہے ایک وہ جو آخرت کا خواہشمند ہے اور اس کے لئے کس قدر کوشش کرتا ہے اور ایک دنیا کا طالب ہے جو دنیا کی طلب میں لگتا رہتا ہے تو ایسے آدمی کو کس طرح آخرت میں عافیت نصیب ہوگی جو صرف دنیا کی فکر میں ہے پھر عبدالملک نے انتہائی احترام کے ساتھ امام علیہ السلام کی تشریف آوری کا سبب دریافت کیا امام علیہ السلام نے کسی کے لئے سفارش کی جسے عبدالملک نے بسر وچشم مان لیا اور امام علیہ السلام کی خدمت میں درہم ودینار بھی ہدیہ کئے۔

حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں لکھا ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام کی

خدمت میں چند عراقی حاضر ہوئے انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضوان اللہ علیہم کے بارے میں نازیبا گفتگو کی تو آپ نے فرمایا: فقتم مواعنی تم میرے پاس سے اٹھ جاؤ کہ تم لوگ اسلام کا مذاق اڑانے والے ہو تم مسلمان نہیں ہو۔

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری کی امام زین العابدین علیہ السلام سے خصوصی ملاقات

امالی بن شیخ میں لکھا ہے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب امیر المومنین سیدنا علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی صاحبزادی فاطمہ بنت علی نے اپنے بھتیجے سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام کی کثرت عبادت سے ان کا حال متغیر دیکھا تو صحابی رسول حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں اور کہا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی ہمارے کچھ حقوق آپ پر ہیں اور آپ کے کچھ ہم پر۔ میں چاہتی ہوں کہ صحابی رسول ہونے کی حیثیت سے آپ میرے بھتیجے سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام کو یہ باور کروائیں کہ آپ کی عبادت میں اتنی شدت اور کثرت کی وجہ سے جسمانی حالت خراب ہوتی جارہی ہے ایک آپ ہی تو سیدنا امام حسین علیہ السلام کی نشانی ہو میں ڈرتی ہوں کہ کہیں وہ جہاں سے نہ گذر جائیں۔

چنانچہ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ امام زین العابدین علیہ السلام کے کاشانہ سادات پر آئے تو اس وقت امام علیہ السلام کے فرزند امام باقر علیہ السلام اور بنی ہاشم کے کچھ نوجوان دروازے پر موجود تھے۔ حضرت جابر نے پوچھا اے صاحبزادے آپ کون ہیں تو انہوں نے فرمایا میں فرزند امام زین العابدین علیہ السلام محمد باقر ہوں۔ یہ سن کر

جابر رونے لگے اور کہا خدا کی قسم آپ کا خانوادہ ہی دنیا میں علم نبوت کا مرکز ہے میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں ذرا قریب تو آیئے امام باقر علیہ السلام نزدیک آئے تو جابر نے آپ کے سینہ اقدس پر ہاتھ رکھ کر بوسہ لیا اور اپنا منہ سینہ اقدس پر رکھ دیا اور کہا اپنے پدر بزرگوار سے میری ملاقات کی اجازت لیجئے۔ امام باقر علیہ السلام اپنے والد گرامی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اطلاع دی کہ ایک بزرگ شرف ملاقات کے متمنی ہیں یہ سن کر سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام نے اپنے نور باطن سے مطلع ہو کر فرمایا اے باقر وہ جابر بن عبداللہ انصاری ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی ہونے کا شرف رکھتے ہیں انہیں اندر لے آؤ جناب جابر جب کاشانہ سادات میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ امام علیہ السلام محراب عبادت میں تشریف فرما ہیں آپ نے صحابی ہونے کی حیثیت سے جابر کی بڑی تعظیم کی اور پھر اپنے پہلو میں جگہ دی حضرت جابر رضی اللہ عنہ امام علیہ السلام کے حسن خلق سے بہت متاثر ہوئے اور ان کا دل بہت شاد ہوا۔ پھر جابر نے عرض کیا اے فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ تو آپ جانتے ہیں کہ خدائے بزرگ برتر نے جنت کو اہل بیت اطہار اور ان کے محبین کے لئے پیدا فرمایا ہے اور دوزخ بدترین دشمنوں کے لئے ہے پھر آپ عبادت میں اتنی غیر معمولی مشغولیت میں کیوں رہتے ہیں امام علیہ السلام نے جواب میں فرمایا: اے میرے جد اعلیٰ کے جید صحابی آپ کو تو معلوم ہی ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کبھی کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا لیکن پھر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی عبادات وریاضات میں مشغول رہا کرتے تھے جبکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین عرض کرتے کہ اے ہمارے آقا و مولا آپ ایسا کیوں کرتے ہیں جبکہ آپ پر کبھی کسی قسم کے گناہ کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمایا کرتے کیا میں اپنے رب کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

جب جناب جابر رضی اللہ عنہ نے امام علیہ السلام کا جواب سنا تو اندازہ ہو گیا کہ فاطمہ بنت علی کے مشورہ کا خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکل سکتا تو جابر نے کہا اے فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی صحت کا خیال کیجئے آپ تو خانوادہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاص فرد ہیں اور آپ ہی کی برکت سے لوگوں کی دعائیں قبول ہوتی ہیں، ان کی سختی اور رنج ومصائب دور ہوتے ہیں آپ براہ کرم اپنا بھی خیال رکھیں۔

امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا: اے میرے جد اعلیٰ کے باعظمت صحابی میں ہمیشہ اپنے بزرگوں کے طریقے پر کار بند رہوں گا یہاں تک کہ میں بھی ان سے جاملوں یہ سن کر حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا خدا کی قسم مجھے اولاد انبیاء علیہم السلام میں حضرت سیدنا علی بن حسین (امام زین العابدین) کے مثل سوائے فرزند حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کے کوئی نظر نہیں آتا۔ امام زین العابدین علیہ السلام کی اولاد وذریت حضرت یوسف بن حضرت یعقوب علیہم السلام کی ذریت سے زیادہ افضل ہے جن میں وہی ایک ہستی ہیں جو روئے زمین کو عدل وانصاف سے اسی طرح بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم وجور سے بھری ہوگی۔

امام زین العابدین علیہ السلام اور آداب زندگی

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کا معمول تھا کہ اپنی مادر گرامی کے ساتھ کھانا کھانے میں شرم محسوس کرتے کسی نے پوچھا کہ اس کا کیا سبب ہے آپ تو تمام مخلوق میں سب سے زیادہ حسن سلوک کرنے والے اور بہترین صلہ رحمی کرنے والے ہیں پھر آپ اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ کھانا تناول کیوں نہیں کرتے آپ نے فرمایا مجھے یہ ہرگز پسند نہیں کہ میرا ہاتھ کھانے کی اس چیز کی طرف بڑھے جس کی رغبت میں میری والدہ گرامی نے ہاتھ

بڑھانے کا ارادہ کیا ہو کسی نے امام زین العابدین علیہ السلام کی کنیز سے آپ کے معمولات کے بارے میں پوچھا تو کنیز نے کہا میں نے دن کے وقت کا کھانا کبھی امام علیہ السلام کے سامنے نہیں رکھا اور رات کو کبھی آپ کے لئے بستر نہیں بچھایا۔ ایک مرتبہ امام علیہ السلام ایسے لوگوں کے قریب سے گزرے جو آپ کی غیبت کر رہے تھے۔ آپ کو بڑا تعجب ہوا اور رک گئے فرمایا اگر تم میری برائی بیان کرنے میں سچے ہو تو خداوند عالم مجھے معاف فرمائے اور اگر تم جھوٹ بول رہے ہو تو خدا تمہیں معاف فرمائے یہ سن کر وہ لوگ خوفزدہ ہو گئے اور اپنی غلطی معاف کرانے کے لئے قدم بوس ہو گئے۔

حضرت امام علیہ السلام کی خدمت میں جب کوئی طالب علم آتا تو فرماتے مرحبا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وصیت پر عمل کیا پھر فرماتے کہ جب کوئی دین کا علم حاصل کرنے کے لئے گھر سے نکلتا ہے تو اس سے پہلے کہ وہ زمین کی خشکی وتری پر قدم رکھے ساتوں زمینیں اس کی توصیف کرنے لگتی ہیں۔ سیدنا امام علیہ السلام اپنے پدر بزرگوار سیدنا امام حسین علیہ السلام کی عظیم شہادت کے بعد بیس سال تک گریہ زاری کرتے رہے جب بھی آپ کے سامنے کھانا یا پانی آتا تو آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے ایک غلام نے عرض کیا اے فرزند رسول کب تک یہ حالت رہے گی۔

آپ نے فرمایا کہ افسوس ہے حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ فرزند تھے خدا نے ان میں سے ایک فرزند کو ان کی نظروں سے اوجھل کر دیا تو یعقوب علیہ السلام کی آنکھیں رو رو کر بینائی سے محروم ہو گئیں اور اسی جدائی میں بوڑھے ہو گئے حالانکہ ان کے فرزند یوسف علیہ السلام زندہ تھے اور ایک میں ہوں کہ اپنے عظیم پدر بزرگوار اور چچا عباس اپنے بھائیوں علی اکبر، علی اصغر، قاسم وعون ومحمد سمیت اپنے گھر کے اٹھارہ افراد کو اپنی آنکھوں کے سامنے قتل ہوتے دیکھا ہے اور میں بیماری اور سخت نقاہت کے عالم میں اس اندوہناک سانحہ میں

بے بس تھا ان دلخراش مناظر کو کیسے بھول سکتا ہوں۔ دنیا میں ایسا کون شخص ہے جس کا غم مجھ سے بڑھ کر ہو اور مجھے اپنے آنسوؤں پر اختیار نہیں کہ انہیں روک سکوں۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں میرے دادا سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام تمام لوگوں سے بہتر آواز میں قرآن پاک کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ پانی پلانے والے سقے جب گزرتے تو آپ کے دروازے پر رک جاتے اور بڑے ذوق وشوق سے آپ کی قرات سنتے اور ان لوگوں پر ایک خاص کیف طاری ہو جاتا اور وہ لوگوں کو پانی پلانا بھول جاتے اور نہ ہی انہیں وقت کا احساس ہوتا۔

اصمعی کہتے ہیں ایک رات میں کعبۃ اللہ کے طواف میں مشغول تھا کہ انتہائی حسین وجمیل نوجوان جس کا نورانی چہرہ اندھیرے میں بھی روشن نظر آ رہا تھا اور ان کے دونوں کاندھوں پر بل کھائے ہوئے گیسو لٹک رہے تھے وہ کعبہ شریف کے پردوں کو تھام کر بڑی دلنشین آواز میں مناجات کر رہے تھے کہ آنکھیں سو چکی ہیں ستارے بلند ہو گئے ہیں اور تو وہ بادشاہ ہے جو زندہ اور سارے جہانوں کو سنبھالے ہوئے ہے۔ اس رات کی سیاہی میں دنیا کے بادشاہوں کے دروازے بند ہیں اور ان پر پہرے دار کھڑے ہیں بس ایک تیرا ہی دروازہ سوال کرنے والوں کے لئے ہر وقت کھلا رہتا ہے تو کیسا کریم اور رحیم ہے میں تیرے پاس حاضر ہوں اے ارحم الراحمین تو مجھ پر رحمت کی نظر فرما اور اسی طرح بڑے دلکش انداز میں اللہ تعالیٰ کی بڑائی اور اپنی عاجزی پیش کر رہے تھے جو کہ انتہائی ارفع الفاظ پر مشتمل تھی۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے قریب سے اس پیکر حسن وجمال کو دیکھا تو وہ سید العابدین جناب امام زین العابدین علیہ السلام تھے میں ان کے قدموں سے لپٹ گیا۔

دنیا میں سب سے زیادہ گریہ زاری کرنے والی پانچ عظیم ہستیاں

امالی میں لکھا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے اس دنیا میں بہت زیادہ گریہ زاری کرنے والی پانچ عظیم ہستیاں ہوئی ہیں۔

1۔ ابوالبشر سیدنا آدم علیہ السلام جب جنت سے نکالے گئے تو فراق جنت میں سینکڑوں سال تک اس قدر روئے کہ آپ کے رخساروں پر سیلاب اشک کی جگہ پر نشانات پیدا ہو گئے۔

2۔ سیدنا یعقوب علیہ السلام اپنے صاحبزادے سیدنا یوسف علیہ السلام کی جدائی میں رو رو کر اپنی بصارت سے محروم ہو گئے۔

3۔ سیدنا یوسف علیہ السلام اپنے پدر بزرگوار کی جدائی کے صدمے سے اتنا روئے کے مصر کے بادشاہ نے جب قید میں ڈال دیا تو آپ کی گریہ زاری کے سبب دوسرے قیدیوں کو اذیت ہونے لگی اور وہ کہنے لگے کہ آپ یا دن کو رو لیا کریں یا پھر رات کو رو لیا کریں یا دن کو خاموش رہا کریں یا رات کو ان دونوں طریقوں میں سے ایک پر مصالحت کر لیں۔

4۔ شہزادی کائنات سیدہ فاطمۃ النساء سلام اللہ علیہا اپنے پدر گرامی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال مبارک کے بعد اس قدر گریہ زاری کرتی تھیں کہ روضہ منورہ پر آنے والے لوگوں کی توجہ آپ کی طرف ہو جاتی تو آپ سلام اللہ علیہا لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو کر مقابر شہداء میں جا کر روتیں اور اپنے جد اعلیٰ کی جدائی میں رنج و غم میں مبتلا رہتی تھیں۔

5۔ حضرت سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام اپنے پدر نامدار امام عالی مقام سیدنا امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد بہت روئے جب بھی آپ کے سامنے کھانا یا پانی

لا یا جاتا تو آپ زارزار رونے لگ جاتے ایک دن ایک غلام نے عرض کیا اے فرزند رسول میں آپ پر قربان ہو جاؤں مجھے ڈر ہے کہ کہیں آپ کی اس گریہ زاری کے عالم میں جان ہی نہ چلی جائے مجھے یہی فکر دامنگیر رہتی ہے کیا اس گریہ زاری میں کسی قدر کمی واقع ہو سکتی ہے تاکہ آپ کی جان جو ہمیں اپنی جانوں سے زیادہ عزیز ہے محفوظ رہ سکے یہ سن کر امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا میں اپنی بے قراری اور رنج والم کا اظہار اپنے رب سے ہی تو کرتا ہوں اس ذات کے سوا ایسا کون ہے جو میرے درد سے واقف ہے اور جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے کربلا میں پیش آنے والے اور کوفہ ودمشق میں رونما ہونے والے واقعات اتنے دلخراش ہیں کہ ان کو ضبط کرنا میرے بس میں نہیں۔ گلشن فاطمہ کے کیسے کیسے لعل وگوہر خاک وخون میں نہا گئے اور میں بے بسی کی تصویر بنا یہ سب کچھ دیکھتا رہا۔

بے مثال فیاضی

سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام کی عادت مبارکہ تھی جب تک کھانا صدقہ نہ کر لیتے اس وقت تک خود نہ کھاتے۔ یتیموں مسکینوں بیواؤں اور لاچار لوگوں کو اپنے دستر خوان پر دیکھ کر بہت مسرت محسوس کرتے۔ ابوحمزہ ثمالی کا بیان ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام روٹیوں کا تھیلا اپنی پشت پر اٹھا لیتے اور صدقہ کرتے تھے آپ فرماتے ہیں کہ پوشیدہ صدقہ اللہ تعالیٰ کے غضب کو ختم کر دیتا ہے۔

سفیان بن عینیہ سے روایت ہے کہ ایک رات سخت سردی میں بارش ہو رہی تھی محدث شہاب زہری نے دیکھا کہ امام زین العابدین علیہ السلام اپنی پشت پر آٹے کی بوری اٹھائے جا رہے تھے عرض کیا اے فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ بوری میرا غلام اٹھا لیتا ہے آپ نے فرمایا نہیں پھر زہری نے عرض کیا حکم ہو تو میں اٹھا لیتا ہوں امام علیہ السلام نے فرمایا ہرگز نہیں کیونکہ میرا سفر کا ارادہ ہے جس کے لئے زادراہ کی ضرورت ہے اور میں چاہتا

ہوں یہ زادِ راہ خود محفوظ جگہ پر رکھ دوں پھر امام علیہ السلام نے فرمایا زہری تم اپنا کام کرو اور مجھے تنہا چھوڑ دو انسان کے سفر میں جو چیز اس کی نجات کا باعث ہے وہ خود اسے سرانجام دینی چاہیئے یہی بہتر ہے۔

کچھ دنوں بعد زہری کی امام علیہ السلام سے ملاقات ہوئی عرض کیا حضور آپ تو فرما رہے تھے کہ میں نے سفر پر جانا ہے آپ ابھی تک یہیں تشریف فرما ہیں، امام علیہ السلام نے فرمایا: زہری وہ سفر نہیں جس کا تم گمان کرر ہے ہو بلکہ سفر سے مراد موت کا سفر ہے میں اس کی تیاری کرر ہا ہوں اور موت کے سفر کی تیاری اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرنا ہے۔

ابن کثیر نے لکھا ہے کہ محمد بن اسحاق نے کہا ہے کہ مدینہ منورہ میں کئی گھرانے ایسے تھے جنہیں معلوم ہی نہیں تھا کہ ان کا رزق کہاں سے آتا ہے جب امام علیہ السلام کا انتقال ہوا اوران گھرانوں کا رزق بند ہو گیا تب انہیں پتہ چلا کہ ہمیں گھروں میں رات کے اندھیرے میں رزق پہنچانے والی ہستی اب اس دنیا میں نہیں رہی۔

فیاضی اور سخاوت میں بھی کوئی ثانی نہیں

البدایہ والنہایہ میں لکھا ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام کا ایک معمول یہ بھی تھا جو چیز انہیں زیادہ پسند تھی اس کا صدقہ کرنا بھی زیادہ پسند فرماتے آپ کو شکر اور بادام بہت پسند تھے اور آپ کثرت سے ان کا صدقہ کیا کرتے تھے اس کے بارے میں جب آپ سے سوال کیا گیا تو آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰى تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ

ترجمہ: ”تم ہرگز اس وقت تک نیکی حاصل نہیں کر سکتے جب تک اس میں سے نہ خرچ کرو جسے تم محبوب رکھتے ہو“۔

کیونکہ شکر اور بادام کو زیادہ پسند فرماتے اسی لئے اس کا صدقہ بھی فراخدلی سے فرماتے۔

آپ مظلوم اور خستہ حال لوگوں کی امداد اور حمایت میں ہمہ وقت مستعدر ہتے چونکہ وہ غلامی کا دور تھا اور اسلام میں غلاموں کو آزاد کرنا بہت بڑی نیکی اور عظیم ثواب قرار دیا گیا ہے اور اس کی کئی اقسام بیان کی گئی ہیں کسی غلام کو خرید کر آزاد کر دیا جائے تو یہ نیکیوں کی معراج قرار پاتا ہے یا پھر گناہوں کے کفارے کے لئے انہیں آزاد کر دیا جائے تو اس عمل کی بڑی فضیلت ہے وغیرہ وغیرہ۔ راوی لکھتے ہیں کہ سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام نے جس قدر غلام آزاد کئے اس کی نظیر نہیں ملتی۔ آپ جب بھی غلام یا کنیز خریدتے تو اس سے خدمت لینے کی نیت سے نہیں خریدتے تھے بلکہ آزاد کرنے کی نیت سے خریدا کرتے۔ صرف ان کی تعلیم وتربیت کے لئے کچھ عرصہ اپنے پاس رکھتے اور پھر اپنی طرف سے انھیں اتنا مال دے کر آزاد فرمادیتے کہ ان میں غلامی کے اثرات ختم کر دیتے۔ جب وہ آزاد ہو جاتے تو وہ اپنے آپ کو خوددار اور باضمیر انسان تصور کرتے اور امام علیہ السلام کے حسن سلوک سے اس قدر متاثر ہوتے کہ آپ کے ہاں سے جانا بھی پسند نہ کرتے۔ لیکن امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے کہ تم جاسکتے ہو تا کہ لوگ یہ نہ سمجھیں کہ تم ابھی تک غلامی کے پنجہ سے آزاد نہیں ہوئے۔ امام علیہ السلام کے زمانہ میں مدینہ طیبہ کے گلی کوچوں میں آپ کے آزاد کردہ غلام ہی نظر آتے تھے۔

مورخین اس بات پر متفق ہیں کہ امام زین العابدین علیہ السلام نے کم وبیش پچاس ہزار غلام خرید کر آزاد کئے۔

فرزدق شاعر نے امام علیہ السلام کی شان بیان کرتے ہوئے یہ اشعار بھی کہے کہ قومیں جب مصیبت میں گرفتار ہو جائیں تو یہ ان کا بوجھ اٹھانے والے ہیں ان کے احسانات تمام مخلوقات پر عام ہیں بتا تو سہی دنیا میں کون ہے جس کی گردن میں ان کی عطا کردہ نعمتوں کے بار نہیں ہیں اور ان اوصاف وکمالات کے مالک علی بن حسین (امام زین العابدین) ہی تو

ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند ہیں جن کے نور ہدایت سے ساری امتیں ہدایت حاصل کرتی ہیں۔

حلیۃ الاولیاء اور تاریخ نسائی کے حوالے سے منقول ہے ابو حازم سفیان بن عینیہ اور محدث شہاب زہری سے مروی ہے کہ ہم نے کوئی ہاشمی امام زین العابدین علیہ السلام سے زیادہ صاحب فضل وکمال اور عالم وفقیہہ نہیں دیکھا ارشاد ربانی ہے۔

"یَمْحُو اللّٰهُ مَا یَشَآءُ وَیُثْبِتُ وَعِنْدَهٗ اُمُّ الْكِتٰبُ"

ترجمہ: ''اللہ جس چیز کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے باقی رکھتا ہے اور اُسی کے پاس ام الکتاب ہے''۔

امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں اگر یہ آیت مبارکہ نہ ہوتی تو میں تمہیں قیامت تک ہونے والی باتوں کی خبر دے دیتا۔

امام زین العابدین کا عبدالملک کو جواب

محاسن البرقی میں لکھا ہے ایک مرتبہ عبدالملک کو خبر ملی کہ امام زین العابدین علیہ السلام کے پاس حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلوار ہے اس نے اپنے خاص غلام کو یہ پیغام دے کر بھیجا کہ امام علیہ السلام سے عرض کرے کہ وہ تلوار مجھے عنایت فرمادیں اور جو حکم ہوگا وہی ہدیہ آپ کی خدمت میں پیش کر دیا جائے گا یہ سن کر امام علیہ السلام نے صاف انکار کر دیا۔

عبدالملک کو جب یہ جواب ملا تو اس نے آپ کو ایک خط تحریر کیا جس میں لکھا تھا کہ اگر آپ وہ تلوار مجھے عنایت نہیں کرینگے تو بیت المال سے آپ کا وظیفہ بند کر دیا جائے گا۔ امام علیہ السلام نے اس کے جواب میں خط لکھا جو آپ کے ہی شایان شان تھا آپ نے لکھا، اے عبدالملک کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ رب العزت اپنے بندوں کی ضروریات پوری کرتا ہے اور وہی ذات کبریا ہے جو رزق تقسیم کرتا ہے اور وہی جانتا ہے کہ کس کو کتنا رزق دینا ہے اور

وہ ایسی جگہ سے رزق کا انتظام کرتا ہے جس کا کوئی گمان بھی نہیں کرسکتا۔ خدائے بزرگ و برتر کا ارشاد ہے ''اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ کُلَّ خَوَّانٍ کَفُوْرٍ'' (سورہ الحج آیت ۳۸) ترجمہ: ''یعنی اللہ تعالیٰ کسی بددیانت اور ناشکرے کو دوست نہیں رکھتا اے عبدالملک اب تم ہی فیصلہ کرلو کہ ہم میں سے کون اس آیت مبارکہ کے مصداق ہے اور کون بغض رکھنے والا ہے''۔

ابن جریر طبری نے ابن ابی الحدید سے سفیان ثوری سے اس روایت کو نقل کیا ہے کہ ابوالبختری کہتے ہیں ایک دن ایک شخص امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے روبرو آپ کی مدح کرنے لگا حالانکہ وہ آپ سے بغض رکھتا تھا امام علیہ السلام نے فرمایا، اے شخص تو نے اپنی زبان سے جو میری تعریف بیان کی ہے میں اس سے بہت کم ہوں اور جو کچھ تیرے دل میں میرے واسطے چھپا ہوا ہے الحمدللہ میں اس سے بہت بلند مقام رکھتا ہوں۔ وہ شخص بڑا شرمندہ ہوا اور معافی تلافی کا خواستگار ہوا۔

امام زین العابدین علیہ السلام اور انگور

امام زین العابدین علیہ السلام کو انگور بہت مرغوب تھے ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں عمدہ قسم کے انگور آئے آپ کی ایک کنیز نے خرید لئے اور بوقت افطار آپ کے سامنے رکھ دیئے اتنے میں دروازے پر ایک سائل نے صدا کی آپ نے فرمایا: یہ سائل کو دے دو کنیز نے عرض کیا ایک آدھ خوشہ اپنے لئے رکھ لیں باقی سائل کو دے دیں فرمایا سارے سائل کو دے دو دوسرے دن کنیز پھر بازار گئی اور آپ کے افطار کے لئے انگور لے آئی پھر کسی ضرورت مند کو عطا کردیئے تیسرے دن کنیز نے پھر انگور منگوا لئے اور بوقت افطار امام علیہ السلام کی خدمت میں پیش کئے تب آپ نے انگور کھائے کیونکہ اس گھرانے سے محتاجوں اور سائلین کو شروع سے ہی ضروریات زندگی مہیا کی جاتی تھیں لہٰذا سائلوں کا تانتا بندھا رہتا اور سخاوت کے عظیم پیکر بلا امتیاز سخاوت میں مشغول رہتے خداوند قدوس نے اہلبیت اطہار کو ازل سے ہی سخی بنایا ہے اور سخاوت بھی ان پر ناز کرتی ہے۔

امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت کرنے والے محدثین

سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام اپنے والد مکرم و معظم سید الشہداء امام حسین علیہ السلام اور سیدنا امام حسن علیہ السلام اور دادا امام الامت خلیفۃ المسلمین امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کرتے ہیں اور ان کی سند کو حدیث کی تمام اسناد پر فوقیت حاصل ہے نیز حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام نہ صرف اپنے جد اعلیٰ سے روایت کرتے ہیں بلکہ ابن عباس، سیدہ عائشہ صدیقہ، سیدہ ام سلمہ اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایت کرتے ہیں اور آپ سے روایت کرنے والے بہت سے محدثین ہیں ان میں سے چند حضرات کے اسماء گرامی کا ذکر کیا جاتا ہے کیونکہ ان نیک بخت لوگوں کا ذکر کرنا ضروری ہے جن کے علم حدیث سے امت کی رہنمائی ہوتی ہے ان میں سرفہرست محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن عبداللہ شہاب زہری، طاؤس بن کیسان، ابوسلمہ بن عبدالرحمن، عاصم بن عبید اللہ، ابوالزناد عاصم بن عمر بن قتادہ، قعقاع بن حکیم، زین بن اسلم، یحییٰ بن سعید انصاری، ہشام بن عروہ، امام باقر علیہ السلام، امام زید علیہ السلام اور بہت سے محدثین امام زین العابدین کے شاگرد تھے۔ ان میں محمد بن مسلم شہاب زہری کا شمار محدثین میں صف اول میں آتا ہے اور سب سے پہلے ابوبکر محمد بن مسلم ابن شہاب زہری ہیں جنہوں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دور حکومت میں انہی کے حکم سے پہلی صدی ہجری کے اواخر میں سرانجام دیا ابن شہاب زہری کا قول ہے کہ علم حدیث کو سب سے پہلے میں نے ترتیب دیا اور میرے ترتیب دینے سے پہلے یہ کام کسی نے نہ کیا حضرت امام محمد مالک اور امام اوزاعی رحہم اللہ تعالیٰ جیسے فقیہہ بھی امام شہاب زہری کے شاگرد تھے جبکہ سفیان بن عینیہ کا قول ہے کہ عظیم محدث امام زہری سے بہتر حدیث کوئی

بیان نہیں کر سکتا۔ امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ بیان کرتے ہیں حدیث میں سب سے بہتر سند امام زہری ہی کی ہے جبکہ امام نسائی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ امام شہاب زہری کی وہ سند جسے وہ امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں وہ تمام اسناد میں زیادہ جامع اور معتبر ہے کیونکہ امام زین العابدین علیہ السلام کو حدیث کی روایت میں خاص امتیاز اور ملکہ حاصل تھا۔ اسی بناء پر تمام محدثین اس پر متفق نظر آتے ہیں اور آپ سے روایت کی ہوئی حدیث مبارکہ کو جامع سند کا درجہ حاصل ہے۔ آپ تابعین میں سب سے بڑے عالم تھے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے کے بیٹے ٹھہرے اس نسبت سے علم حدیث آپ کی وراثت ہے علامہ ابن خلقان نے بھی لکھا ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام کی روایت کردہ حدیث نہایت اعلیٰ سند کی ہے کیونکہ اس دور میں اہلبیت اطہار میں تمام علوم کی زینت آپ ہی تھے اور آپ سے بڑھ کر کوئی عالم اور فقیہہ نہ تھا جس کا کلام آپ سے زیادہ معتبر ہو سکے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام علوم پر مہارت عطا کی ہوئی تھی اور بڑی فراوانی سے دقیق سے دقیق نکات حل فرما دیتے ابن کثیر نے لکھا ہے کہ آپ کے صاحبزادے پانچویں امام حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ شہاب زہری میرے والد مکرم سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے بڑے افسردہ تھے امام نے فرمایا زہری کیوں غمناک ہو زہری نے عرض کیا حضور کسی خطا پر نادم ہوں، اس لئے پریشان ہوں امام نے فرمایا زہری مایوس کیوں ہوتے ہو اللہ عزوجل کی رحمت تمہاری خطا سے کہیں زیادہ فراخ ہے یہ سن کر شہاب زہری خوش ہو گئے اور پریشانی جاتی رہی اور عرض کیا کہ حضور اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں مجھے عطا کی ہیں لوگ اس پر حسد کرتے ہیں اور جن سے میں اچھا سلوک کرتا ہوں وہ بھی میرے ساتھ برائی کرتے ہیں امام زین العابدین نے فرمایا: اے

زہری بس اپنی زبان کی حفاظت کرو اس طرح تم محفوظ رہو گے اور تمہارے بھائی تمہارے تابع ہوں گے زہری نے عرض کیا حضور ان پر تو میں احسان کرتا ہوں۔ امام نے فرمایا: بس تم اس عمل پر کاربند رہو احسان کرنے والے ہی اللہ کے مقرب اور پسندیدہ ہوتے ہیں۔

شاعر اہلبیت اطہار فرزدق ابوفراس

فرزدق کی کنیت ابوفراس ہے اور والد کا نام غالب جبکہ دادا کا نام صمعہ بن ناجیہ اور یہ صحابی رسول ہیں فرزدق کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میرے والد مجھے اپنے ساتھ لے کر سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا غالب یہ تیرے ساتھ کون ہے میرے والد نے عرض کیا یہ میرا بیٹا ہے اور شاعری کرتا ہے مولا علی نے فرمایا: اس کو قرآن پاک کی تعلیم سے بہرہ ور کرو جو شاعری سے بہتر ہے فرزدق کہتے ہیں ایک مرتبہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے میرے قدموں کی طرف دیکھ کر فرمایا: اے فرزدق تیرے قدم بہت چھوٹے ہیں ان کے لئے جنت میں جگہ تلاش کرو میں نے عرض کیا شائد اس لئے کہ میرے گناہوں کا بوجھ زیادہ ہے یہ سن کر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس کا ذکر کیوں کرتا ہے ابھی توبہ کا دروازہ کھلا ہے اور ابھی سورج مغرب سے طلوع نہیں ہوا کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے جب سورج مغرب سے طلوع ہوگا تب توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔

معاویہ بن عبدالکریم کہتے ہیں کہ میرے والد کہتے ہیں میں نے فرزدق کو اس حالت میں دیکھا کہ اس کے پاؤں میں بیڑیاں ہیں تو میں نے اس سے پوچھا یہ کیا ہے تو فرزدق نے کہا میں نے حلف اٹھایا ہے کہ جب تک قرآن پاک یاد نہیں کر لیتا اس وقت تک یہ بیڑیاں نہیں اتاروں گا۔ صمعی کا قول ہے کہ فرزدق کی بیوی نوار بنت اعین جب فوت ہونے

لگی تو اس نے وصیت کی کہ میری نماز جنازہ خواجہ حسن بصری پڑھائیں جب اس کا انتقال ہوا تو فرزدق نے خواجہ حسن بصری سے نماز جنازہ پڑھانے کی استدعا کی آپ نماز جنازہ پڑھانے کے لئے تشریف لائے تو فرزدق سے فرمایا لوگ کیا کہتے ہیں فرزدق نے کہا لوگ کہتے ہیں اس جنازہ میں اچھے برے سبھی لوگ شامل ہیں لیکن آپ ان میں بہترین ہیں اور میں براہوں خواجہ حسن بصری نے فرمایا اے ابوفراس اس دن کے لئے کیا تیاری کر رکھی ہے فرزدق نے کہا ساری عمر کلمہ شہادت کا ورد کیا ہے خواجہ نے فرمایا یہ اچھی تیاری ہے پھر آپ نے نماز جنازہ پڑھائی اور نوار بنت اعین کی قبر پر تشریف لے گئے فرزدق نے چند اشعار پڑھے جنہیں سن کر خواجہ حسن بصری رونے لگے اور پھر فرزدق کو اپنے سینے سے لگایا اور فرمایا اس سے پہلے تو میرے نزدیک محبوب نہ تھا آج تمام لوگوں سے زیادہ عزیز ہے۔

ابن جریر نے لکھا ہے کہ سن 50 ھ میں جب فرزدق کا عالم شباب تھا اس نے اشہب اور بعیث کی مذمت میں اشعار کہے انہوں نے فرزدق کی شکایت زیاد بن ابی سفیان سے کی اس نے حکم جاری کیا کہ فرزدق کو حاضر کیا جائے فرزدق کو جب علم ہوا کہ زیاد اسے گرفتار کرنا چاہتا ہے تو اس نے مدینہ منورہ میں جا کر گورنر سعید بن عاص کے پاس پناہ لے لی اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ فرزدق نے ایک قصیدہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی لکھا جس میں اس نے شکوہ وشکایت کا اظہار کیا تھا زیاد بن ابی سفیان کو پتہ چلا تو وہ اور بھی ناراض ہوا اور حکم دیا کہ فرزدق جہاں کہیں بھی ملے اسے گرفتار کر کے حاضر کیا جائے لیکن فرزدق گرفتار نہ ہو سکا کیونکہ اس نے گورنر مدینہ سعید بن عاص کے پاس پناہ لے لی تھی اور سعید بن عاص کے بارے میں بھی ایک قصیدہ لکھا جس میں ان خیالات کا اظہار کیا کہ زیاد بن ابی سفیان کو میرا پیغام دے دو کہ میں سعید کے پاس آ گیا ہوں اور جس کا سعید ہو جائے اس کی طرف کوئی میلی آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھ سکتا۔ فرزدق زیاد بن ابی سفیان کے انتقال تک مدینہ

منورہ میں رہا فرزدق کی وجہ شہرت وہ قصیدہ بنا جو اس نے ہشام بن عبد الملک کے سامنے مکہ مکرمہ میں سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام کی شان میں کہا اور اہل بیت اطہار کے ساتھ اپنی بے پایاں محبت کا اظہار کیا اس قصیدے کی بدولت فرزدق کہتے ہیں کہ یہ میرے تمام گناہوں کا کفارہ ہے اسے نہ تو کوئی دولت کی کمی تھی اور نہ کوئی لالچ تھا کیونکہ اس نے شاہانِ وقت کے بہت سے مدحیہ قصائد لکھے تھے اور بڑے انعام و کرام پائے تھے لیکن واقعہ کربلا کے بعد اس کے دل میں اہلبیت اطہار کی محبت نے اس کا مزاج بدل کر رکھ دیا اور ہشام بن عبد الملک کے سامنے اس نے خوب اپنے دل کی بھڑاس نکالی جس کی پاداش میں اسے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنا پڑیں لیکن اس کی اہلبیت اطہار سے محبت میں کوئی کمی نہ آئی اور امام زین العابدین علیہ السلام سے اپنی والہانہ عقیدت کا اظہار کر کے اس نے اپنی شاعری کا حق ادا کر دیا اور پھر زندگی بھر اسی پر قائم رہا فرزدق کا یہ قصیدہ نامور مورخین نے اپنی کتب کی زینت بنایا ہے اور اسے شاعر اہلبیت اطہار کہا ہے اور اس کے نصیب پر رشک کیا ہے کیونکہ یہ وہ زمانہ تھا جب اموی حکمرانوں کے خوف سے لوگ اہلبیت کے ساتھ اپنے تعلق کو مخفی رکھتے تھے اور آزادی اظہار پر قدغن تھی ایسے دور میں ہشام بن عبد الملک کے سامنے امام زین العابدین علیہ السلام اور ان کے حسب و نسب کی بے پناہ مدح کرنا کوئی معمولی بات نہ تھی فرزدق بھی جانتا تھا کہ اس جرم کی پاداش میں اسے ہر قسم کی سزا دی جا سکتی ہے لیکن اس نے سزا کی پرواہ نہ کرتے ہوئے حق بات کہی اللہ کریم جب کسی پر مہربان ہوتا ہے تو اس کی زبان کو حق اور سچ کا ترجمان بنا دیتا ہے اور اس کے دل سے ہر قسم کا خوف مٹا دیتا ہے کچھ ایسا ہی فرزدق کے ساتھ ہوا اور اس نے بلا خوف آل نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان بیان کر کے حق اور سچ کا دامن تھام لیا اور مرتے دم تک اسی پر قائم رہا۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے حق پرست لوگوں کے لئے ہی فرمایا ہے۔

ہزار خوف ہو لیکن زبان ہو دل کی رفیق
یہی رہا ہے ازل سے قلندروں کا طریق

اور حق بات کہنے کی توفیق منجاب اللہ ہی ہوا کرتی ہے اللہ تعالیٰ جس کی بھلائی چاہتا ہے اس کی زبان کو حق کا ترجمان بنا دیتا ہے۔ حق بات کہنے والے پر رحمت حق سایہ فگن ہوتی ہے اور وہ اللہ کے مقربین میں شمار ہوتا ہے۔

ناصبیوں اور خارجیوں کا آل نبی اولاد علی سے بغض اور اموی وعباسی دور حکومت

حضرت مفتی غلام رسول جماعتی علیہ الرحمۃ نے بڑی تحقیق پر مبنی اپنی تحریر میں ناصبیوں اور خارجیوں کا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور آپ کی اولاد کے ساتھ بغض کے بارے میں لکھا ہے یہ ناصبی حضرت علی سے بغض رکھنے کو ایمان کا حصہ سمجھتے ہیں اور اسی بغض کی بناء پر آل نبی اولاد علی اور خاص طور پر حضرت علی پر سب وشتم (یعنی گالی گلوچ) کرتے تھے نصب کا اصل معنی برائی اور دشمنی ہے اسی لئے ان کو ناصبی کہا جاتا ہے چنانچہ محیط المحیط ۸۹۴ میں ہے۔

والناصبه والنواصب المتدينون ببغضة على لانهم نصبوا له اى عادوه.

ترجمہ: نواصب وہ ہیں جو حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ بغض رکھنے کو اپنا دین سمجھتے ہیں اور آپ کے ساتھ دشمنی اور عداوت رکھتے ہیں۔

علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں

النصب هو بغض على وتقديم معاويه (تدریب الراوی:۲۱۹)

ترجمہ: ناصبیت حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ بغض رکھنے اور معاویہ کو ان پر ترجیح دینے کو کہا جاتا ہے اس سے ثابت ہوا جو حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ بغض وعداوت رکھتا ہے وہ ناصبی ہے ناصبیوں اور خارجیوں میں فرق یہ ہے کہ وہ صرف حضرت علی سے دشمنی رکھتے ہیں اور خارجی ہر اس مسلمان کو کافر کہتے ہیں جو تحکیم کا قائل ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا بندے کو بھی حکم (فیصل) کرنے والا بنایا جاسکتا ہے لیکن خوارج کہتے ہیں ان الحکم الاللہ فرمانروائی صرف اللہ کے لئے ہے اب یہ بھی ثابت ہوا کہ ہر خارجی ناصبی ضرور ہے لیکن ہر ناصبی کا خارجی ہونا ضروری نہیں لہٰذا اس طرح ہر خارجی ناصبی تو ضرور ہے جبکہ بعض نے کہا ہے۔

واهل النصب هم المتدينون ببغضة علی بن ابی طالب کرم الله وجهه سموابذالك لانهم ناصبوه وعادوه واظهروا له الخلاف وهم الخوراج۔ (تہذیب ابن عساکر، بحوالہ تاریخ نواصب ۱۲)

ترجمہ: ناصبی ایسے لوگ ہیں جو بغض علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کو اپنا دین سمجھتے ہیں ان کا یہ نام اسی لئے ہے کہ وہ حضرت علی سے دشمنی اور عداوت رکھتے ہیں اسی مخالفت کی بناء پر انہیں خوارج بھی کہا گیا ہے۔

اب یہاں ناصبیوں کو خارجی کہا گیا ہے تو اس لحاظ سے کہا گیا ہے کہ ہر خارجی ناصبی ہوتا ہے لیکن ہر ناصبی خارجی نہیں ہوتا البتہ خوراج اور نواصب میں ایک وصف مشترک ہے وہ بغض علی ہے حضرت علی کے ساتھ بغض رکھنا اور ان کو گالی گلوچ کرنا ناصبیوں کا شعار اور نشانی ہے اور یہی ان کی بدبختی کی علامت ہے۔

واقعہ کربلا کے بعد اہل مدینہ نے سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام سے عرض کیا کہ ہم آپ کی بیعت کرتے ہیں اور یزید پلید سے کربلا کے شہداء کے خون کا حساب لیتے ہیں جواب میں آپ نے فرمایا کہ میں دنیاوی اقتدار کے لئے کسی بھی صورت بیعت نہ لوں گا اور

ظاہری امامت یعنی اقتدار کو پسند نہیں کرتا اور اس سے کنارہ کشی اس لئے اختیار کرتا ہوں کہ اقتدار والوں کا برا انجام دیکھ رہا ہوں کہ اہل اقتدار محض اپنے چند روزہ اقتدار کے لئے ہر رسوائی اور برائی کو جائز سمجھتے ہیں اور ظلم و ستم روا رکھتے ہیں میں ایسے اقتدار کو ہرگز پسند نہیں کرتا جس کی اساس ہی لوگوں پر ظلم کرنا ہے۔ اس پر میں باطنی امامت کو ترجیح دیتا ہوں جس میں مخلوق خدا کی بھلائی اور اللہ کریم کی کبریائی مقصود ہے آپ ہر قسم کے سیاسی حالات سے الگ تھلگ ہو گئے اور سیاسی لوگوں سے قطع تعلق کر لیا واقعہ کربلا کے بعد آپ ہر وقت غم واندوہ کی حالت میں رہتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے حضور عبادت میں مشغول رہنا آپ کا معمول تھا کہ یہ بھی نسبی افتخار تھا کہ خانوادہ رسول کا اپنے مالک ومولا کے حضور جھکنا اور ذات وحدہ لاشریک سے عشق اور اس کی رضا پر ہر حال میں راضی رہنا بھی خانوادہ رسول کی عظمت ہے جو انہیں ساری مخلوق میں ممتاز کرتی ہے امام زین العابدین علیہ السلام نے عالم شباب میں ہی ایسے صدمات اٹھائے کہ دنیا میں اور کون ایسا ہے جو آپ کی مثل ہو۔ ہر طرح کی دنیاوی لذات کو ترک کرنے اور گوشہ نشینی اختیار کرنے کے باوجود اموی حکمرانوں نے آپ کو تکلیف اور اذیت میں مبتلا رکھا اموی دور کے آغاز سے ہی حضرت علی علیہ السلام اور آپ کی اولاد کے خلاف مہم شروع ہو گئی تھی اور یزید پلید کے دور حکومت میں گورنروں اور وزیروں نے اپنے خطبات میں مساجد کے منبروں پر حضرت علی کے خلاف گالی گلوچ کرنے کا رواج ڈالا یہاں تک کہ مسجد نبوی کے منبر رسول پر بیٹھ کر روضہ منورہ رسول اللہ کے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبوب ترین صحابی داماد اور امام المسلمین کے خلاف بکواس کرتے اور گالیاں بکتے تھے اور اہلبیت اطہار کے ساتھ محبت وعقیدت اور وفاداری کا اظہار کرنے والوں پر بھی ظلم وجور کرتے جب ابن زیاد ۵۱ھ میں کوفہ کا گورنر مقرر ہوا تو اس بدنہاد نے ایک دن خطبہ کے دوران حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو سب وشتم کیا

یعنی گالی گلوچ کیا تو ایک صحابی رسول حضرت حجر بن عدی رضی اللہ عنہ ضبط نہ کر سکے انہوں نے اس پر ابن زیاد کے سامنے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شان بیان کی اور زیاد کو منع کیا کہ آئندہ ایسا کرنے سے باز رہے لیکن زیاد جب بھی خطبہ دیتا تو بکواس کرتا تھا حجر بن عدی اس کو حضرت علی کی شان بیان کر کے جواب دیتے۔ آخر زیاد بدنہاد نے انہیں ساتھیوں سمیت گرفتار کر لیا اور دمشق بھجوا دیا حکومت دمشق نے ان کے قتل کا حکم دے دیا اور قتل سے پہلے جلادوں نے ان کی رہائی کے لئے شرط رکھی کہ اگر تم لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر سب وشتم کرو گے تو تمہیں رہا کر دیا جائے گا ورنہ قتل کر دیا جائے گا حضرت حجر بن عدی رضی اللہ عنہ نے کہا میں ہرگز ایسا نہیں کروں گا جس سے اللہ تعالیٰ اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناراضگی مول لوں اس پر حضرت حجر بن عدی رضی اللہ عنہ اور ان کے سات ساتھیوں کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے محبت اور مودت رکھنے کی پاداش میں قتل کر دیا گیا اور ان میں سے عبدالرحمان بن حسان کو زیاد کے پاس بھیجا گیا زیاد بدنہاد نے اسے زندہ دفن کرا دیا۔ حجر بن عدی کے قتل کا علم جب سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو ہوا تو آپ نے حضرت امیر معاویہ کو پیغام بھجوایا کہ تمہیں حجر بن عدی صحابی رسول کو قتل کرتے ہوئے ذرا بھی خوف خدا نہ آیا جس پر حضرت معاویہ نے جواب دیا کہ اس وقت میری رہنمائی کرنے والا کوئی نہ تھا۔

(تاریخ طبری، تاریخ کامل، البدایہ والنہایہ اور دیگر کتب میں) یہ درج ہے۔

اموی دور حکومت اور عباسی حکمرانوں کے دور میں محققین اور مورخین ان کے خوف سے اہل بیت اطہار کی شان اقدس میں روایات لکھنے اور بیان کرنے سے گریز کرتے تھے چنانچہ محمد بن اسماعیل بخاری (المتوفی ۲۵۶ھ) نے جامع صحیح بخاری کو مرتب کیا تو یہ دور عباسی حکمرانوں کا تھا کہتے ہیں کہ **وضعت فیہ الاالصیح وما ترکت من الصحاح اکثر**، کہ میں نے اپنی اس جامع صحیح بخاری میں جو احادیث ذکر کی ہیں وہ صحیح

ہیں جو میں نے صحیح احادیث چھوڑی ہیں وہ ان سے کہیں زیادہ ہیں۔ علامہ عبدالحکیم جندی نے لکھا ہے کہ امام بخاری نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ میں نے جو صحیح احادیث چھوڑی ہیں یہ وہی روایات ہیں جو حضرت علی اور اہلبیت اطہار کی شان میں وارد ہوئی ہیں امام بخاری نے عباسی حکمرانوں کے خوف کی وجہ سے ان کو اپنی جامع بخاری میں نقل نہیں کیا نیز صاحب تاریخ نواصب نے بحوالہ الجرح والتعدیل (ابن ابی حاتم رازی) ذکر کیا ہے حافظ ابوعبداللہ سے سوال کیا گیا کہ اسماعیل بخاری علیہ الرحمۃ نے ابوالطفیل عامر بن واثلہ صحابی رسول کی حدیث کیوں نہیں لی کہالانہ یفرط فی التشیع اس لیے کہ ابوطفیل تشیع میں افراط کرتے تھے۔ انور شاہ کشمیری نے العرف الشذی میں لکھا ہے کہ حارث اعور کو شیعہ کہا گیا و کذالك قیل فی حق ابی الطفیل ای یحبان۔ اور اسی طرح ابو الطفیل صحابی کے حق میں کہا گیا ہے معنی یہ ہیں کہ یہ دونوں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے محبت کرتے تھے۔

اس سے یہی ظاہر ہے کہ امام بخاری حضرت ابوالطفیل صحابی سے اس وجہ سے روایت نہیں لیتے کہ وہ حضرت علی کے ساتھ محبت کرتے تھے اس طرح عمرو بن جاحظ (ناصبی) کے نزدیک حضرت انس رضی اللہ عنہ قابل حجت نہیں ہیں کیونکہ وہ بھی حضرت علی سے وفاداری کا اظہار کیا کرتے تھے اس سے ظاہر ہے کہ جو شخص حضرت علی سے محبت رکھتا تھا اس سے روایت نہ لی جاتی تھی لیکن مسلم بن قتیبہ جس زمانہ کی بات کرتے ہیں اس زمانہ میں محدثین ناصبیوں سے روایت لیتے تھے اگر کوئی سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے محبت وعقیدت کا اظہار کرتا یا ان کے فضائل بیان کرتا تو ناصبی لوگ اس پر تشدد بھی کرتے۔ جیسا کہ احمد بن شعیب نسائی کو اہلبیت اطہار کے فضائل بیان کرنے پر ناصبیوں نے دمشق میں ان پر تشدد کیا یہ عباسی حکمرانوں کا دور تھا اور ناصبیوں کا زور تھا انہوں نے علی الاعلان اہلبیت اطہار کے

فضائل بیان کرنے پر پابندی لگائی تھی اسی لئے محمد بن اسماعیل بخاری نے اپنی جامع صحیح بخاری میں نہ تو امام جعفر صادق سے روایت لی ہے اور نہ آئمہ اہلبیت اطہار میں سے کسی سے روایت لی ہے اسی طرح امام بخاری وہ روایات جو حضرت علی اور اولا دعلی کی شان میں مروی تھیں نہیں لا سکے۔ ان میں سے بعض روایات کو امام احمد بن حنبل (المتوفی ۲۴۱ھ) نے اپنی مسند میں اور امام مسلم بن حجاج (المتوفی ۲۶۱ھ) نے صحیح مسلم شریف میں سلیمان بن اشعث سجستانی (المتوفی ۲۷۵ھ) نے سنن ابوداؤد میں اور محمد بن عیسی ترمذی (المتوفی ۲۷۹ھ) نے اپنی سنن ترمذی میں اور محمد بن یزید ابن ماجہ (المتوفی ۲۷۹ھ) نے سنن ابن ماجہ اور احمد بن علی بن شعیب نسائی (المتوفی ۳۵۳ھ) نے سنن نسائی میں امام حاکم (المتوفی ۴۰۵ھ) نے مستدرک میں ذکر کیا ہے۔

سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام کے پاس احادیث رسول کا ذخیرہ موجود تھا لیکن ناصبیوں اور خارجیوں کے خوف سے بہت سے محدثین نے ان سے روایات نہیں لکھیں جبکہ علم حدیث کی ترتیب وتدوین کے باقاعدہ پہلے بانی محدث مسلم بن شہاب زہری (المتوفی ۱۲۴ھ) سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام کے شاگرد تھے جنہوں نے علم حدیث کو سب سے پہلے ترتیب دیا ان کے علاوہ بہت سے محدثین کو امام زین العابدین علیہ السلام کا شاگرد ہونے کا اعزاز حاصل ہے ان میں یحییٰ بن سعید انصاری (المتوفی ۱۴۳ھ) مدینہ منورہ کے قاضی بھی امام زین العادین علیہ السلام کے شاگردوں میں تھے ان کے علاوہ دیگر بڑے بڑے محدثین کا ذکر گزشتہ صفحات پر کیا گیا ہے اور اس پر تمام محدثین کا اتفاق ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام کثیر الحدیث تھے آپ سے روایات کا کم ہونا محض اموی اور عباسی حکمرانوں کی دخل اندازی کی وجہ سے ہے بلکہ ان حاکموں کے کھلنڈرے گورنروں اور وزیروں نے ان کی خوشنودی کے لئے آل رسول علیہ السلام پر درود پڑھنے پر بھی پابندی لگائی۔ نیز اس میں ہے۔

"قال بعض المحققين ترك المحدثين لفظ الآل عند الصلوٰة على خاتم الرسول غلبة الموية والعابسية لانهم يمنعون عن ذالك بل يسبون وسيعلم الذين ظلموا اى منقلب ينقلبون"

ترجمہ: بعض محققین نے کہا ہے کہ محدثین کو لفظ آل ختم المرسلین پر درود بھیجنے پر بنوامیہ اور بنوعباسیہ کے غلبہ کی وجہ سے منع کر دیا تھا کیونکہ بنوامیہ اور عباسیہ اس سے منع کرتے تھے بلکہ آل رسول کو سب وشتم کرتے تھے اور عنقریب ظالم جان لیں گے کہ کون سی جگہ لوٹ کر جانا ہے۔

یعنی محققین نے کہا ہے کہ محدثین جب رسول اللہ پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں تو صرف صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں جس میں آل کا ذکر نہیں کرتے جس کی وجہ یہ ہے کہ اموی اور عباسی دور حکومت تھا ناصبیوں اور خارجیوں کا زور تھا انہوں نے محدثین کو منع کر دیا تھا کہ جب نبی علیہ السلام پر درود وسلام بھجیں تو صرف صلی اللہ علیہ وسلم کہہ کر بھیجیں آل کا ذکر نہ کیا جائے بلکہ آل پر سب وشتم کریں یعنی برا کہیں یہ انتہائی غیر اخلاقی اور مکروہ کام اموی حکومت کے بانی اول کے دور سے شروع ہوا۔

محبت اہل بیت فرض ہے

عظیم فقیہہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں اہل بیت اطہار سے محبت کرنا فرض ہے اگر دوران نماز ان پر درود نہ پڑھا جائے تو نماز نہیں ہوتی۔

يَآ اَهْلِ بَيْتِ رَسُوْلِ اللهِ حُبُّكُمْ
فَرْضٌ مِنَ اللهِ فِي الْقُرْآنِ اَنْزَلَهُ

ترجمہ: ''اے اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ سے محبت رکھنا اللہ تعالیٰ نے قرآن میں

جسکو اس نے اتارا ہے فرض قرار دیا ہے

كَفَا كُمْ مِنْ عَظِيْمُ الْقَدْرِ اِنُكُمْ
مِنْ لَمْ يُصَلِّ عَلَيْكُمْ لَاصَلوٰةَ لَهٗ

ترجمہ: ''اے اہل بیت آپ کی عظمت وشان کے لیے یہی بات کافی ہے کہ جس نے آپ پر درود نہیں پڑھا اس کی نماز ہی نہیں ہے''۔

اِذَا نَحْنُ فَضَّلْنَا عِلَيًّا فَاَنَّنَا
رَوَافِضُ بِالْتَفْضِيْلِ عِنْدَ ذِيْ اَلْجَهْلِ

ترجمہ: ''جب ہم نے حضرت علی المرتضیٰ کی فضیلت کو بیان کیا تو بیشک ہم فضیلت بیان کرنے کے سبب سے جاہلوں کے نزدیک ایک رافضی (شیعہ) ہوئے''۔

وَفَضْلُ اَبِي بَكْرٍ اِذَا مَا ذَكَرْتَهٗ
رَمَيْتَ بِنَصْبِ عِنْدَ ذِكْرِيْ لِلْفَضْلِ

ترجمہ: اور جب ہم فضائل حضرت ابوبکر بیان کرتے ہیں تو ہم پر ناصبی (اہل بیت کے منکر) ہونے کی تہمت لگائی جاتی ہے''۔

قَالُوْ تَرَفَّضْتُ قُلْتُ كَلَّا
مَا الرَّفْض دِيْنِيْ وَلَا اِعْتَقَادِيْ

ترجمہ: ''جن جاہلوں نے مجھ کو رافضی کہا تو میں نے جواب دیا کہ حاشا وکلا میرا دین اور میرا اعتقاد رافضیوں جیسا نہیں''۔

لٰكِنْ تَوَلَّيْتُ غَيْرِ شَكٍّ
خَيْرَ اِمَامٍ وَ خَيْرَ هَادِيْ

ترجمہ: ''لیکن اس میں شک نہیں کہ میں بہتر امام اور بہتر ہادی کے ساتھ دوستی رکھتا ہوں''۔

اِنَّ کَانَ رَفْضاً حُبُ اٰلِ مُحَمدٍ
فَلْیَشْھَدِ الثَّقَلَانِ اِنِّی رَافِض

ترجمہ: ''اگر آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا نام رفض ہے تو دونوں جہان گواہ رہیں کہ بے شک میں رافضی ہوں''۔

صحیفہ کاملہ

صحیفہ کاملہ جسے صحیفہ سجادیہ بھی کہا جاتا ہے یہ سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام کی مناجات کا مجموعہ ہے جس میں دعائیں مانگنے کا طریقہ بتایا گیا ہے یہ انتہائی مجرب مجموعہ ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے انتہائی مقرب بندے کس طرح رب تعالیٰ کی کبریائی کے سامنے اپنی عاجزی پیش کرتے ہیں آپ کی مناجات ہر مسلمان کے لئے خیر و بھلائی کا خزانہ ہیں اور اس صحیفہ کاملہ سے ہر مسلمان رہنمائی حاصل کر سکتا ہے اس کا مطالعہ کرنے سے اندازہ ہوتا ہے امام زین العابدین علیہ السلام کو کس درجہ کی معرفت الٰہی کا ادراک تھا اور آپ کے قلب اطہر میں اللہ تعالیٰ کی خشیت کا کیا عالم تھا اگر کوئی شخص صمیم قلب سے ان مناجات سے استفادہ چاہے تو اس پر بھی اللہ رب العزت کی عنایات اور تجلیات کا ظہور ہو سکتا ہے کیونکہ وہ بے نیاز رجوع کرنے والوں کو ہی پسند فرماتا ہے اور رجوع کرنے کا طریقہ اور سلیقہ جو امام علیہ السلام نے ہمارے لئے وضع کیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے کیونکہ آپ علیہ السلام نے اسرار الٰہیہ کو جس آسان پیرائے میں بیان کیا ہے اس میں بندوں کا عجز اور اللہ تعالیٰ کی بڑائی ہی نقطہ کمال ہے اور بارگاہ رب العزت میں عجز و انکسار پیش کرنے کا جو انداز آپ نے اختیار کیا ہے وہ کہیں اور نظر نہیں آتا۔

سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام صبر و استقامت اور علم و حلم کے کوہ گراں تھے۔ اللہ رب العزت نے آپ کو خلق خدا کے لئے اتنا شفیق اور کریم النفس بنایا تھا کہ گمان بھی بے

گمان ہو جاتا ہے لوگ آپ کے دیدار سے راحت پاتے تھے آپ کی سیرت اہل اللہ کے لئے قلوب واذہان کی زینت ہے۔آپ کی مناجات روحانی اور ذہنی طور پر بیمار لوگوں کے لئے شفائے کاملہ کا درجہ رکھتی ہیں اور صاحبان علم ومعرفت کے لئے نئے اسرار ورموز حاصل کرنے کا موثر ترین عمل ہے اہل عشق کے درد کا درماں ہیں کتنا ہی پتھر دل انسان کیوں نہ ہو لیکن آپ کی مناجات کا مطالعہ کر کے اپنا دل موم کرسکتا ہے بلکہ اس کا دل خود بخود موم ہو جائے گا کہ ایسا عجز ونیاز بارگاہ خداوندی میں کسی اور نے نہ پیش کیا ہوگا جیسا امام زین العابدین علیہ السلام نے پیش کیا ہے اور یہ پوری انسانیت کے لئے انتہائی نافع ہے اگر کوئی غیر مسلم بھی آپ کی مناجات سے استفادہ کرتا ہے تو وہ بھی مراد کو پہنچ جاتا ہے۔

سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام کی مناجات قرب الٰہی کی تمنا کرنے والوں کے لیے بیش قیمت خزانہ ہیں اگر آپ علیہ السلام کی مناجات کو وسیلہ بنا کر اللہ کریم سے دعائیں مانگی جائیں تو اہل یقین کا قول ہے کہ وہ دعائیں رد نہ ہونگی کیونکہ آپ علیہ السلام نے اللہ قادر مطلق کی بارگاہ میں جس نیاز مندی کا اظہار کیا ہے یہی اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اور آپ کی مناجات امت کے لیے بہت بڑی راہنمائی اور احسان کا باعث ہیں، ان میں سے چند مناجات پیش خدمت ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ببارگاہ قاضی الحاجات

سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام کی مناجات

مناجات (ترجمہ)

الٰہی کون ہے جو تیری محبت کا ذائقہ چکھے
اور پھر اس میں تبدیلی چاہے
اور کون ہے جو تیرے قرب سے مانوس ہو
اور پھر اس سے دوری چاہے

اے معبود ہمیں ان لوگوں میں سے بنا جن کو تو نے اپنے قرب اور دوستی کے لئے پسند فرمایا:

اور جن کے لئے اپنی چاہت اور محبت کو خالص کیا
اور جنہیں شوق دلایا اپنی ملاقات کا
اور جنہیں راضی کیا اپنی قضاء پر
اور جنہیں شرف بخشا اپنے دیدار ذات کا
اور جنہیں نوازا اپنی رضا سے اور پناہ میں رکھا
خود سے دوری اور علیحدگی سے
اور قریب رکھا اپنے مقام خوشنودی سے
اور انہیں خاص کرلیا اپنی معرفت کے لئے

اور انہیں اہل بنایا اپنی عبادت کے لئے
اور ان کے دلوں میں اپنی ارادت پیدا کی
اور ان کو اپنے جلوؤں کے مشاہدے کیلئے منتخب کیا
اور ان کے چہروں کو اپنے حضور جھکایا
اور ان کے دلوں کو اپنی محبت کیلئے فارغ کرلیا
اور جو کچھ تیرے پاس ہے اس کی چاہت بخشی
اور انہیں اپنے ذکر کی تعلیم دی
اور اپنے شکر کی توفیق دی
اور اپنی اطاعت میں مشغول رکھا
اور انہیں اپنی نیک مخلوق میں قرار دیا
اور انہیں اپنی مناجات کے لئے چنا
اور ان سے الگ کردیا ان تمام چیزوں کو
جو تجھ سے دوری کا باعث تھیں
اے میرے معبود ہمیں ان لوگوں میں سے بنا
جو تیری بارگاہ کا شوق اور وارفتگی رکھتے ہیں
جن کی زندگی آہ و زاری سے عبارت ہے
اور جن کی پیشانیاں تیری عظمت کے سامنے سجدہ ریز ہیں
اور جن کی آنکھیں تیرے حضور بیدار رہتی ہیں
اور تیرے خوف سے جن کے آنسو رواں ہیں
ان کے دل میں تیری محبت سے دھڑکتے ہیں

اور ان کے باطن تیرے جلال سے پگھلے ہوئے ہیں
اے وہ ذات جس کی پاکیزگی انوار چاہنے والوں کی نظروں کو بھلی لگتی ہے
اور جس کا جلوہ ذات عارفوں کے دلوں کو کھولنے والا ہے
اے مشتاق دلوں کی آرزو اور اے اہل محبت کے ارمانوں کی انتہا
پس میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تیری محبت
اور تجھ سے محبت کرنے والوں کی محبت کا
اور ہر اس عمل کی محبت کا جو تجھ سے قریب کردے
اور میں چاہتا ہوں کہ مجھ سے
دوسروں سے بڑھ کر اپنی ذات کو میرا محبوب بنا
اور یہ چاہتا ہوں کہ تجھ سے
میری محبت جنت میں داخل ہونے کا ذریعہ قرار پائے
اور تیرے لئے میرا شوق نافرمانیوں سے باز رہے
اور مجھ پر اپنی نظر عنایت کرکے احسان فرما
مجھے محبت اور مہربانی کی نگاہ سے دیکھ
اور اپنی توجہ مجھ سے نہ ہٹا
مجھے اہل سعادت اور جو تیرے نزدیک بہرہ مند ہیں
ان میں شمار کر اے دعا قبول کرنے والے
اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مناجات (ترجمہ)

اے میرے معبود اگر واجب نہ ہوتا تیرا حکم ماننا

تو میں تیرا ذکر اپنی زبان پر نہ لاتا

کیونکہ میں جو تیرا ذکر کرتا ہوں

وہ میرے اندازے سے زیادہ ہے

نہ کہ تیری شان کے مطابق

اور میری کیا مجال کہ میں قرار پاؤں

تری تقدیس و پاکیزگی کا محل

اور یہ ہمارے لئے عظیم نعمتوں میں سے ہے کہ

تیرا ذکر ہماری زبانوں پر جاری ہے

اور ہمیں دعا مانگنے کی

اور تیری نظافت

اور پاکیزگی بیان کرنے کی اجازت ہے

اے معبود ہمیں اپنے ذکر کی توفیق دے

نہاں اور عیاں

رات اور دن

ظاہر و باطن

اور خوشی و غم میں

اور ہمیں مانوس فرما

اور ہمیں لگا

اپنے پوشیدہ ذکر سے

پاکیزہ عمل

اور پسندیدہ کوشش میں

اور ہمیں میزان سے پوری جزا دے

الٰہی ہمارے محبت بھرے دل

تجھ سے لگاؤ رکھے ہوئے ہیں

اور تیری معرفت میں

مختلف عقلیں اتفاق رکھتی ہیں

پس دلوں کا چین

تیرے ذکر ہی میں ہے

اور نفسوں کو تیری ذات پر یقین ہی سے سکون ملتا ہے

تو ہی ہے

جس کی تسبیح ہر جگہ ہوتی ہے

اور تو ہی ہر زمانے میں معبود ہے

اور ہر وقت ہر جگہ موجود ہے

اور پکارا جاتا ہے ہر زبان سے

اور تیری عظمت مسلمہ ہے ہر دل میں

میں معافی چاہتا ہوں تجھ سے تیرے ذکر کے سوا ہر لذت سے

تیری محبت کے سوا ہر راحت سے
تیری اطاعت کے سوا ہر کام اور شغل سے
اے میرے معبود تو نے کہا ہے
اور تیرا قول حق ہے
اے ایمان والو اللہ کا ذکر کثرت کے ساتھ کرو
اور صبح و شام اس کی پاکیزگی بیان کرو
اور تو نے کہا ہے
اور تیرا قول حق ہے
پس تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا
تو نے ہی ہمیں اپنی یاد کا حکم دیا ہے
اور ہم سے وعدہ کیا ہے اس پر کہ
تو ہمیں بھی یاد کرے گا
یہ ہمارے لئے شرف و احترام اور بڑائی ہے
اور اب ہم تجھے یاد کر رہے ہیں
جیسا تیرا حکم ہے
پس تو ہم سے کیا ہوا وعدہ پورا کر
اے یاد کرنے والوں کو یاد کرنے والے
اور اے سب سے زیادہ رحم فرمانے والے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مناجات (ترجمہ)

میرے معبود اے پناہ دینے والوں کی پناہ

اے پناہ لینے والوں کی پناہ

اے ہلاک ہونے والوں کے نجات دہندہ

اے بے چاروں کے چارہ ساز

اے بے کسوں پر رحم کرنے والے

اے پریشان حالوں کی دعا قبول کرنے والے

اے محتاجوں کے خزانے

اے ٹوٹے ہوؤں کو جوڑنے والے

اے بے ٹھکانوں کی پناہ گاہ

اے کمزوروں کے مددگار

اے خوف زدوں کی پناہ گاہ

اے دکھیاروں کے فریادرس

اے پناہ خواہوں کی محکم جائے پناہ

اگر میں تیری عزت کی پناہ نہ لوں تو کس کی پناہ لوں

اگر میں تیری قدرت سے التجا نہ کروں تو کس سے التجا کروں

میرے گناہوں نے مجھے مجبور کر دیا کہ

میں تیرے دامن عفو کو تھام لوں

اور میری خطاؤں نے مجھے طلبگار بنادیا ہے
تیری چشم پوشی کے در کھلنے کا
میری بدعملی نے مجھے کہا ہے
تیرے آستانہ عزت پر ڈیرہ ڈال دینے کو
اور تیرے عذاب کے خوف نے مجھے
تیری مہربانی کی ڈوری پکڑ لینے پر آمادہ کیا
اور حق یہ نہیں کہ جو تیری رسی کو پکڑ لے اسے رسوا کیا جائے
اور جو تیری عزت کی پناہ لے اسے بے یار و مددگار چھوڑا جائے
میرے معبود ہمیں اپنی حمایت کے بغیر چھوڑ نہ دے
اور ہمیں اپنی نگاہ کرم سے محروم نہ فرما
اور ہمیں ہلاکتوں کی جگہ سے دور رکھ کیونکہ ہم تیرے زیر نظر اور تیری پناہ میں ہیں
پس میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تیرے مخصوص فرشتوں
اور تیری مخلوق کے صالح ترین بندوں کا واسطہ دے کر
کہ ہم پر ایسی سپہر ڈال جو ہمیں ہلاکتوں سے بچائے
اور آفات سے محفوظ رکھے
اور تو ہمیں بڑی بڑی مصیبتوں سے نجات عطا فرما
اور میں چاہتا ہوں کہ ہم پر تو اپنی طرف سے تسکین نازل کر
اور ہمارے چہروں کو اپنی محبت کے نور سے گھیر لے
اور ہمیں سہارا دے اپنے محکم و پائیدار رکن کا
اور ہمیں لے لے اپنی عصمت کے سایوں میں
تجھے تیری ملائمت اور رحمت کا واسطہ اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مناجات (ترجمہ)

اے وہ کہ جب بندہ مانگے تو اسے عطا کرتا ہے

اور جب کسی چیز کی امید رکھے تو اس کی آرزو پوری کرتا ہے

اور جب وہ تیری طرف بڑھے تو اسے قریب کر لیتا ہے

اور جب وہ اعلانیہ نافرمانی کرے تو اس پر پردہ ڈالتا اور ڈھانپتا ہے

اور جو تجھ پر بھروسہ رکھے اس کی ضرورت پوری کرتا ہے

الٰہی جو تیری مہمانی کا طالب ہو تو کیا اس کی مہمانی نہ کرے

کون ہے جو تیرے در پر بخشش کی آس لئے آئے اور تو اس پر احسان نہ کرے

کیا یہ مناسب ہے کہ میں واپس چلا جاؤں تیرے در سے مایوسی لئے ہوئے

جبکہ میں تیرے سوا کوئی مولا نہیں جانتا جو احسان و کرم کرنے والا ہو

اور کیوں تیرے سوا کسی سے آرزو کروں جبکہ تو ہی خلق و امر کا مالک ہے

کیا تجھ سے امید توڑ لوں جبکہ تو مجھے ہر چیز اپنے فضل و کرم سے بن مانگے عطا کرتا ہے

تو کیا مجھ جیسے کو کسی کا محتاج کرے گا جبکہ میں تیرا دامن پکڑے ہوئے ہوں

اے وہ جس نے اپنی رحمت سے کوشش کرنے والوں کو بھلائی عطا کی

اور جو معافی مانگنے والوں کو اپنے انتقام سے معاف کرتا ہے

کیسے تجھے بھول سکتا ہوں جبکہ تیرے ذکر میں مصروف ہوں

اور کیسے تجھ سے غافل ہو سکتا ہوں جبکہ تو میرا نگہبان ہے

الٰہی میں نے تیرے دامن کرم کو اپنے ہاتھوں میں تھام رکھا ہے

اور تیری عطاؤں کی آرزو لئے ہوئے ہوں

پس مجھے اپنی توحید کے خالص پرستاروں میں شامل فرما

اور مجھے اپنے چنے ہوئے بندوں میں قرار دے

اے وہ کہ جس کی پناہ ہر بھاگ کر آنے والا لیتا ہے

اور جس سے ہر سائل امید رکھتا ہے

اے بہترین امید برلانے والے اے بہترین پکارے جانے والے

اے وہ کہ جو سائل کو رد نہیں کرتا اور جو آرزومند کو مایوس نہیں کرتا

اے وہ جس کا در پکارنے والے پر کھلا ہوا ہے اور امیدوار کے لئے پردہ اٹھا ہوا ہے

میں تیرے کرم کے واسطے سے سوال کرتا ہوں

کہ مجھ پر اپنی عطا سے ایسا احسان فرما جس سے میری آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں

اور ایسی امید دے جس سے میرا دل مطمئن ہو جائے

اور ایسا یقین عطا کر جس سے میرے لئے دنیا کی مصیبتیں ہلکی ہو جائیں

اور میری سمجھ بوجھ پر سے نادانی کے پردے دور ہو جائیں

تیری رحمت کے واسطے اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مناجات (ترجمہ)

اے معبود اگرچہ تیری راہ میں سفر کے لئے میرا زادِراہ کم ہے

تو پھر بھی میں تجھ پر بھروسہ کے باعث پر امید ہوں

اور اگرچہ میرا جرم مجھے تیری سزا سے خوف دلاتا ہے

تاہم میری امید مجھے تیرے انتقام سے بچنے کی بشارت دیتی ہے

اور اگرچہ میرا گناہ مجھے تیرے عذاب کے سامنے لے آیا ہے

لیکن تجھ پر میرا اعتماد تیرے ثواب سے آگاہ کرتا ہے

اور اگرچہ غفلت نے مجھے تیری ملاقات کے لائق نہیں چھوڑا

لیکن تیری نوازش اور تیری نعمتوں سے واقفیت نے مجھے بیدار کردیا ہے

اور اگرچہ میرے گناہوں اور سرکشیوں نے تیرے اور میرے درمیان دوری پیدا کردی ہے

پھر بھی مجھے تیری مہربانی اور بخشش کی بشارت نے مانوس کردیا ہے

پس میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تیری ذات کی پاکیزگیوں

اور تیرے انوار کی روشنیوں کے واسطے سے

اور تیرے آگے التجا کرتا ہوں تیری رحمت کی نرمی اور احسان کی لطافتوں کے واسطے سے

کہ میرے خیال کو جس کی آرزو کرتا ہوں پختہ کردے اس پر

کہ تیرے بڑے بڑے احسانوں اور پسندیدہ انعاموں میں سے

میں تیرے قریب ہوجاؤں اور تیرے نزدیک ہوجاؤں

اور تیرے آستان پر نظر ڈالوں

اور ہاں اب میں طالب ہوں تیری نسیم راحت کے انوار اور مہربانی کا

اور طالب ہوں تیری بخشش کی بارش اور لطف کا

میں تیری ناراضگی سے تیری رضا کی طرف لپکنے والا ہوں

تجھ سے بھاگ کر پھر تیری درگاہ میں امید لگائے ہوں

اس چیز کی جو تیرے ہاں بہتر ہے مجھے تیری عطاؤں پر اعتماد ہے

تیری رعایت کا محتاج ہوں

اے میرے معبود تو نے جس مہربانی کا آغاز کیا ہے اسے پورا فرما

اور اپنی نوازش سے جو کچھ مجھے عطا کیا ہے اسے نہ چھین

اور اپنی بردباری سے جو پردہ پوشی کی ہے اسے فاش نہ کر

اور میرے جن برے کاموں سے تو باخبر ہے انہیں معاف فرما

الٰہی میں تیرے سامنے تجھے ہی شفیع بناتا ہوں

اور تجھ سے تیری ہی پناہ چاہتا ہوں

تیرے پاس آیا ہوں تیرے احسان کی خواہش لئے

تیری بخشش کی رغبت رکھتا ہوں میں تیرے فضل کے بادلوں سے

تیری سخاوت کی بارش کا طلبگار ہوں تیری رضاؤں کا طالب ہوں

تیری طرف قدم بڑھانے والا ہوں تیری قبولیت کے گھاٹ پر اترا ہوں

تجھ سے روشن بھلائیاں مانگنے حاضر ہوا ہوں تیرے حضور جمال میں حاضر ہوں

تیری ذات کی خاطر ہوں تیرا در کھٹکھٹاتا ہوں

تیری عظمت اور تیری بزرگی کے سامنے عاجز ہوں

پس میرے ساتھ وہ سلوک کر جو تیرے شایان شان ہے جو بخشش و مہربانی ہے

اور مجھ سے وہ سلوک نہ کر جس کا میں اہل ہوں جو عذاب اور گناہوں کی سزا ہے

تجھے تیری رحمت کا واسطہ

اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے

بحضور سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام

قدرت کا انمول شاہکار زین العابدین
گلشن پنجتن کی بہار زین العابدین

تیرے جمال میں پنہاں ہے جمال مصطفائی
دید تیری ان کا ہے دیدار زین العابدین

اے شاہوں کے شاہ اے بے کسوں کے حاجت روا
سیرت میں حیدرِ کرار زین العابدین

حیرت بھی حیران ہے تیرے عزم و استقامت پر
سربسر حسین کا کردار زین العابدین

لرز اٹھے یزیدی محلات کے درودیوار بھی
ایسی ہے تیری جرأت گفتار زین العابدین

عرشیوں میں چرچا ہے تیرے زہدوورع کا
اے عابدوں کے سردار زین العابدین

ذکر تیرا ابد تک تسکین جاں ٹھہرا
مومنوں کے دل کا قرار زین العابدین

دو جہاں قربان تیرے قدموں کی دھول پر
حور و ملک بھی ہیں نثار زین العابدین

فریدی بھی تیرے در کا ادنیٰ غلام ہے
ایک نظر ہے درکار زین العابدین

(معین فریدی)

خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کا عظیم فیصلہ

عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمۃ (المتوفی ۱۰۱ھ) کا جب دور حکومت شروع ہوا تو انہوں نے اس قبیح اور غلیظ فعل کو ختم کروایا۔ روایات میں ہے کہ سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام نے بہت پہلے عمر بن عبدالعزیز کے بارے میں فرمایا تھا کہ یہ نوجوان ایک دن نظام اقتدار سنبھالے گا اور ایسا ہی ہوا۔ انہوں نے عنان حکومت سنبھالتے ہی سب سے پہلے حکم دیا کہ خطبہ جمعہ میں جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم پر سب وشتم کیا جاتا ہے اسے فوراً بند کیا جائے اور اس کی جگہ یہ آیت کریمہ پڑھی جائے۔

" ان اللہ یامرو بالعدل والاحسان وایتآی ذی القربیٰ وینھیٰ عن الفحشآء والمنکر والبغی یعظکم لعلکم تذ کرون"

(خلافت وملوکیت۔ ص، ۱۷۴)

علامہ عبدالحکیم جندی نے لکھا ہے کہ جس طرح عمر بن عبدالعزیز نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم پر گالی گلوچ کو بند کروایا اسی طرح یہ حکم بھی دیا کہ خطبہ جمعہ میں جو واعظین بنو امیہ کے حکمرانوں کی تعریف وتوصیف کرتے ہیں وہ بھی ختم کردی جائے۔

(امام جعفر صادق۔ ص ۱۲۱)

یہ علماء سوء بنوامیہ کے اعلیٰ حکمرانوں کا خطبہ جمعہ میں ذکر کرتے اور ان پر رحمتیں بھیجتے بلکہ حافظ ابن کثیر نے تفسر ابن کثیر کے صفحہ ۳۱۷ میں لکھا ہے کہ یہ علماء سوء ان پر صلوٰۃ بھی بھیجتے تھے اور آل نبی وحضرت علی کا ذکر تک نہ کرتے اور انکو برا بھلا کہتے تھے۔ عمر بن عبدالعزیز نے ان دونوں کاموں کے کرنے سے سختی سے منع کیا۔ ثابت ہوا کہ ناصبیوں نے حضرت علی اور اولاد علی پر صلوٰۃ پڑھنے سے روکا تھا یہ ناصبی لوگ اس دور میں بھی تھے اور

آج بھی موجود ہیں اور بغض حضرت علی اور آل علی کے لئے رکھتے ہیں اور اس کا اظہار کسی نہ کسی طرح کرتے رہتے ہیں کبھی یہ شوشہ چھوڑ دیتے ہیں کہ صرف صلی اللہ علیہ وسلم کہنا چاہیے اور آل کا ذکر نہ کرنا چاہیے اور کبھی کہتے ہیں اہلبیت اطہار کے اسماء گرامی کے ساتھ مستقل طور پر علیہ السلام نہ کہنا چاہیے۔

لیکن الحمد للہ اہلسنت و جماعت ان ناصبیوں اور خارجیوں کے ڈھکوسلوں کی مذمت کرتے ہیں اور ان دشمنان اہل بیت اطہار سے سخت بیزاری کا اظہار برملا کرتے ہیں کیونکہ یہی وہ گروہ ہیں جو شروع سے آل نبی اولاد علی سے بغض اور دشمنی کرتے آئے ہیں اور ان پاکیزہ اور طاہر و اطہر نفوس پر ظلم کرتے آئے ہیں یہ فیصلہ تو محشر میں ہوگا کہ حق پر کون ہے اس دن ان کے پاس سوائے شرمندگی کے اور کچھ نہ ہوگا جب تمام انبیاء مرسلین بھی اپنی امتوں کے ساتھ آقا کریم رؤف و رحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی شفاعت کے منتظر ہوں گے۔ اہلسنت و جماعت کے محدثین محققین اور اکابر اولیاء اللہ کے نزدیک آئمہ اہلبیت اطہار علیہم السلام کے پاکیزہ اور منزہ ناموں کے ساتھ علیہ السلام کہنا جائز سمجھتے ہیں جیسا کہ حضرت امام علی علیہ السلام امام حسن علیہ السلام امام حسین علیہ السلام امام زین العابدین علیہ السلام اور دیگر آئمہ اہلبیت اطہار۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ لفظ سلام کا غیر انبیاء کی شان میں کہنا جائز ہے اس کی سند یہ ہے کہ اہلسنت کی کتب قدیمہ حدیث میں علی الخصوص، سنن ابی داؤد، صحیح بخاری میں حضرت علی وحضرات حسنین کریمین وحضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا حضرت خدیجۃ الکبریٰ وحضرت عباس کے ذکر کے ساتھ علیہ السلام مذکور ہے۔ البتہ بعض علماء ماوراالنہر نے اسے شیعہ کی مشابہت میں لکھنا مناسب نہیں سمجھا اور یہ ثابت ہے کہ پہلی کتاب اصول حنیفہ کی شاشی ہے اس میں نفس خطبہ میں بعد حمد وثناء کے لکھا ہے۔

والسلام علی ابی حنیفه واحبابه یعنی سلام نازل ہو حضرت ابو حنیفہ پر اور آپ کے احباب پر تو ظاہر ہے کہ ان حضرات گرامی قدر جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے کیا ان کا مرتبہ ومقام امام اعظم سے برتر نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اہلسنت کے نزدیک لفظ سلام کا اطلاق ان بزرگوں کی شان میں بہتر ہے چنانچہ حدیث شریف ہے علیہ السلام تحیة الموتی، یعنی اموات کی شان میں علیہ السلام کہنا ان کے لئے تحفہ ہے۔ یعنی بلا تخصیص ہر مسلمان کی میت کے لئے لفظ علیہ السلام تحفہ ہے تو اہل اسلام میں غیر انبیاء کی شان میں بھی علیہ السلام کہنا شرعاً ثابت ہے۔

امام بغوی نے معالم التنزیل میں یہ روایت لکھی ہے اور اللہ تعالیٰ نے سورہ طٰہ میں فرمایا "والسلم علی من اتبع الھدیٰ" (فتاویٰ عزیزیہ۔ ص، ۲۳۵) یعنی سلام ہے اس پر جس نے راہ راست اختیار کی تو اس میں انبیاء کی تخصیص نہیں ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ اہل بیت اطہار کے آئمہ مقربین کے ناموں کے ساتھ علیہ السلام کہنا جائز ہے یہ اہلسنت کا مسلک ہے جو قرآن وحدیث سے ثابت ہے کیونکہ جلیل القدر فقیہہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ نے اہلبیت کی شان میں جو اشعار کہے ہیں اس میں انہوں نے واضح طور پر لکھا ہے کہ کسی مسلمان کی نماز بھی اس وقت تک ادا نہیں ہوتی جب تک نماز میں آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود نہ پڑھا جائے۔ اب ان جہلا کے لئے امام شافعی علیہ الرحمۃ کے عقیدہ سے اپنے گمراہ ذہنوں کی اصلاح کرنی چاہیے کہ امام شافعی علیہ الرحمۃ کا آئمہ اربع میں کتنا بلند مقام ہے حضرت امام علیہ الرحمۃ کا اہلبیت اطہار سے محبت کا والہانہ انداز ناصبیوں اور خارجیوں کا حضرت علی اور آل علیہم السلام سے بغض رکھنے پر عقیدہ امام شافعی تازیانہ ہے اور ان بغض کے ماروں کو اپنی نمازوں کی فکر کرنی چاہیے جن میں یہ لوگ آل نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود نہیں پڑھتے امام شافعی علیہ الرحمۃ کا اس سلسلے میں

عقیدہ پوری امت کے لئے حجت رکھتا ہے کہ امت کے فقہا میں ان کا رتبہ بہت بلند ہے کیونکہ ویسے بھی اگر کوئی عام شخص بھی اپنے دل میں کسی دوسرے کے لئے بغض رکھتا ہے تو یہ عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک انتہائی ناپسندیدہ ہے اور پھر آل نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کہ بعداز انبیاء معزز ترین ہیں ان کے ساتھ بغض وعداوت رکھنے والا کیسے اپنے اعمال کو اللہ کے حضور مقبول بنا سکتا ہے ہرگز نہیں۔ اہلبیت اطہار سے بغض رکھنے والوں کو اپنی نمازوں کی فکر کرنی چاہیے جو ان طاہر واطہر ہستیوں پر درود وسلام نہیں پڑھتے۔

امام زین العابدین علیہ السلام کا وصال پر ملال

جس رات آپ کا وصال پر ملال ہوا آپ نے اپنے صاحبزادے اور جانشین یعنی پانچویں امام سیدنا امام محمد باقر علیہ السلام سے فرمایا اے فرزند! میرے وضو کے لئے پانی لاؤ وہ پانی لائے تو آپ نے فرمایا: مزید پانی لاؤ، تو امام محمد باقر نے عرض کیا مزید پانی کس لئے امام زین العابدین نے فرمایا اس پانی میں کوئی مردہ چیز ہے رات کا اندھیرا تھا امام محمد باقر چراغ لائے تاکہ دیکھ سکیں کہ پانی میں کیا ہے دیکھا تو اس میں چوہا مرا ہوا تھا۔ امام باقر فوراً دوبارہ پانی لائے جس سے آپ نے وضو کیا اور فرمایا اے فرزند آج رات میرا وقت رحیل ہے میرے قریب آؤ پھر آپ نے امام باقر کو کچھ وصیتیں کیں جنہیں امام محمد باقر نے بڑے غور وفکر سے سنا اور رو دیئے۔

آسمان امامت کے چوتھے امام صابر وشاکر خدائے ذوالجلال کی رضا میں راضی برضا اپنی مبارک اور مقدس زندگی گزار کر اپنے مالک حقیقی کے حضور برضا ورغبت پیش ہوئے یہ اٹھارہ محرم الحرام ۹۲ھ تھا اور ایک روایت کے مطابق ۹۶ھ ہے آپ کو جنت البقیع میں اپنی دادی خاتون جنت سیدہ فاطمۃ النساء سلام اللہ علیہا اور سیدنا امام حسن علیہ السلام کے پہلو میں

آغوش رحمت میں دفن کیا گیا جہاں ایک روایت کے مطابق سید الشہداء امام عالی مقام سیدنا امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک بھی دفن ہے یہ جنت نشان مزارات انوار الٰہی سے معمور ہیں یہیں پانچویں اور چھٹے امام سیدنا امام محمد باقر اور سیدنا امام جعفر صادق علیہم السلام کے مزارات مقدسہ بھی بنے۔

بوقت وصال امام زین العابدین کی عمر مبارک سڑسٹھ (۶۷) برس تھی سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام کی ایک اونٹنی تھی جس پر سوار ہو کر آپ مکہ معظّمہ حاضر ہوتے یہ ایسی مزاج شناس تھی کہ جب آپ اس پر سوار ہوتے تو اسے تازیانہ مارنے کی کبھی نوبت نہ آئی آپ اس کے پالان میں تازیانہ لٹکا دیتے لیکن کبھی استعمال کرنے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی آپ علیہ السلام کے وصال پرملال کے بعد یہ اونٹنی آپ کے مزار اقدس کے سرہانے آ کر اپنی چھاتی زمین پر رکھ کر بیٹھ گئی اور آپ کے فراق میں آہ وزاری کرتی تھی حضرت امام محمد باقر نے آ کر دیکھا تو فرمایا اٹھ اللہ تعالیٰ تجھے برکت دے لیکن وہ نہ اٹھی تو امام باقر نے فرمایا :اسے چھوڑ دو، وہ جا رہی ہے اس کے بعد وہ ٹھیک تیسرے دن مر گئی تو امام محمد باقر نے اسے بھی دفنا دیا کہ یہ میرے بابا جان کی نشانی اور وفادار تھی۔

اولادامجاد

اللہ رب العزت نے امام زین العابدین علیہ السلام کو کثیر الاولاد بنایا اور آپ سے ہی حسینی سادات کی نسل پروان چڑھی آج دنیا کے کونے کونے میں حسینی سادات کا ہونا اللہ کریم کا خاص فضل ہے کربلا میں اگر اللہ تعالیٰ آپ کی محافظت نہ فرماتا تو دنیا نسل حسینی سے محروم رہتی اسی فضل کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو کثیر اولاد عطا فرمائی ان میں گیارہ صاحبزادے اور نو صاحبزادیاں تھیں ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

صاحبزادگان

1۔سیدنا ابو جعفر امام محمد باقر علیہ السلام

2۔سیدنا امام زید شہید علیہ السلام

3۔سیدنا عمر الاشرف۔

4۔سیدنا عبداللہ الباہر۔

5۔سیدنا حسین۔

6۔سیدنا حسین الاکبر۔ 7۔سیدنا حسین الاصغر۔

8۔سیدنا عبدالرحمان۔

9۔سیدنا قاسم۔

10۔سیدنا سلیمان۔

11۔سیدنا علی الاصغر۔

صاحبزادیاں

1۔ سیدہ خدیجہ۔

2۔ سیدہ فاطمہ۔

3۔ سیدہ علیہ۔

4۔ سیدہ ام کلثوم۔

5۔ سیدہ ام الحسن۔

6۔ سیدہ ام موسیٰ۔

7۔ سیدہ عبدۃ۔

8۔ سیدہ ملیکہ۔

9۔ سیدہ سکینہ۔ (نور الابصار۔ ۲۴۹) (حواشی عمدۃ الطالب ۲۲۳)

امام زین العابدین علیہ السلام کی نسل ان چھ صاحبزادوں سے پروان چڑھی۔

1۔ سیدنا امام محمد باقر۔

2۔ سیدنا امام زید شہید۔

3۔ سیدنا عبداللہ الباہر۔

4۔ سیدنا عمر الاشرف۔

5۔ سیدنا حسین الاصغر۔

6۔ سیدنا علی الاصغر۔

سیدنا امام ابوجعفر محمد باقر علیہ السلام

مولانا جامی نے لکھا ہے سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام کے وصال کے بعد آپ کے فرزند ارجمند حضرت امام ابوجعفر محمد باقر علیہ السلام منصب امامت پر فائز ہوئے آپ پانچویں امام ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت 3 صفر المظفر ۵۷ھ کو بروز جمعۃ المبارک مدینہ منورہ میں ہوئی سید الشہداء امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے وقت عمر مبارک تین سال تھی اور ۱۱۲ھ میں آپ خالق حقیقی کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے آپ کی کنیت ابوجعفر اور لقب باقر ہے آپ کو باقر اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ آپ کو مختلف علوم پر بڑی دسترس حاصل تھی اور اللہ تعالیٰ نے بلا کی ذہانت عطا فرمائی تھی اور ان علوم کی خوب تشریح وتصریح فرماتے آپ کی والدہ محترمہ مکرمہ کا نام فاطمہ بنت حسن بن علی تھا یعنی سیدنا امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی صاحبزادی تھیں اور سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام کے عقد نکاح میں آئیں۔ اس بناء پر امام محمد باقر علیہ السلام کا نسبی امتیاز اعلیٰ ترین ہے۔ آپ انتہائی جامع کمالات تھے جنات بھی آپ سے تعلیم حاصل کرتے اور تابع فرمان تھے۔ آئمہ اہلبیت اطہار میں آپ کو بلند مرتبہ ومقام حاصل تھا۔ بے پایاں حسن ولطافت سے آراستہ تھے۔ اپنے جدِ اعلیٰ کی طرح عبادت زہد وتقویٰ کمال درجہ کا تھا۔ زبان اقدس سے جو نکل جاتا وہ ہو کر رہتا جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے بے شمار کرامات کا ظہور ہوا سخاوت میں بھی آپ کا کوئی ثانی نہ تھا تمام رات عبادت الٰہی میں گزر جاتی شکوہ شکایت کبھی زبان اقدس پر نہ آتا۔ صبر وشکر ایسا کہ ہر حال میں اطمینان قلب نوری چہرے سے عیاں ہوتا۔ لوگوں کی دلجوئی کرنا اور ناداروں کی مدد کے لئے ہمہ تن مستعد رہتے امام محمد باقر علیہ السلام کے در اقدس سے کوئی سائل خالی لوٹ جائے ایسا ممکن ہی نہ تھا اہل مدینہ آپ سے بے پناہ عقیدت ومحبت رکھتے تھے۔ بے

پناہ علمی استعداد رکھنے پر آپ باقر کے لقب سے مشہور ہیں۔

فیض بن مطہر کہتے ہیں کہ ایک رات میں امام محمد باقر علیہ السلام کے آستانہ پر حاضر ہوا تو میں نے چاہا کہ نماز عشاء ادا کرنے کے لئے جگہ کے بارے میں سوال کروں میں نے ابھی سوال بھی نہ کیا تھا بلکہ ابھی سوچا ہی تھا کہ آپ نے حدیث بیان فرمائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ایسی کشادہ زمین جس پر گھاس ہو نماز ادا کرلیا کرو۔

ایک راوی کا بیان ہے کہ میں نے امام باقر علیہ السلام سے ملاقات کی اجازت طلب کی تو لوگوں نے کہا کہ جلد بازی سے کام نہ لو کیونکہ ابھی چند لوگ امام کی خدمت میں حاضر ہیں ابھی وہ لوگ باہر نہ آئے تھے۔ میں انتظار میں بیٹھ گیا اتنے میں بارہ افراد تنگ قباؤں میں ملبوس اور ہاتھ پاؤں میں دستانے اور موزے پہنے ہوئے باہر آئے انہوں نے السلام علیکم کہا اور چلے گئے۔ اس کے بعد میں امام باقر کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے ان پراسرار لوگوں کے بارے میں پوچھا کہ ابھی ابھی جو لوگ آپ کے پاس سے گئے ہیں جن کو میں نے کبھی نہیں دیکھا یہ کون تھے۔ آپ نے فرمایا یہ تمہارے بھائی جن تھے میں نے عرض کیا آپ ان کو دیکھ لیتے ہیں آپ نے فرمایا ہاں جس طرح تم حلال وحرام کے بارے میں پوچھتے ہو اسی طرح وہ بھی آ کے پوچھتے ہیں۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک دن میرے والد بزرگوار امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا میری عمر پانچ سال رہ گئی ہے جب انہوں نے وصال فرمایا تو ہم نے ماہ وسال شمار کئے تو وہی مدت نکلی جتنی انہوں نے بتائی تھی۔

ایک اور روایت کے مطابق کہ ہم چند لوگ امام محمد باقر علیہ السلام کے ہمراہ ہشام بن عبدالملک کے گھر کے پاس سے گزر رہے تھے اور وہ مکان کی بنیاد رکھ رہا تھا۔ امام علیہ السلام نے فرمایا خدا کی قسم یہ گھر خراب اور خستہ حالت ہو جائے گا اور لوگ اس کا پتھر اور مٹی

اکھاڑ کر لے جائیں گے جس کی بنیاد ہشام رکھ رہا ہے۔ راوی کہتا ہے کہ مجھے بڑا تعجب ہوا کہ ہشام جیسے شخص کا گھر کون تباہ کر سکتا ہے یہ کیسے ممکن ہے میں نے دیکھا جب ہشام نے وفات پائی تو ولید بن ہشام کے کہنے پر اس کے گھر کو مسمار کر دیا گیا اور اسے اس حد تک کھودا گیا کہ مکان کی بنیادوں کے پتھر نظر آنے لگے۔ حضرت ابو بصیر جن کی آنکھوں کی بینائی چلی گئی تھی کہتے ہیں ایک روز میں امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر تھا میں نے عرض کیا حضور کیا آپ محافظ دین متین بھی ہیں آپ نے فرمایا ہاں، میں نے عرض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انبیاء علیھم السلام کے وارث ہیں آپ نے فرمایا ہاں، میں نے عرض کیا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انبیاء کے علوم کے وارث ہیں آپ نے فرمایا ہاں بے شک پھر میں نے عرض کیا کہ کیا آپ کو بھی وہ علوم میراث میں ملے ہیں آپ نے فرمایا ہاں، میں نے عرض کیا کہ آپ کو یہ طاقت ہے کہ مردوں کو زندہ کر دیں اندھوں کو بینائی عطا کریں اور کوڑھ میں مبتلا کو اچھا کر دیں۔ اور کیا آپ یہ بتا سکتے ہیں کہ لوگ اپنے گھروں میں کیا کھاتے ہیں اور کیا بچا کر رکھتے ہیں۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ں ہاں میں اللہ کے حکم سے بتا سکتا ہوں پھر آپ نے فرمایا میرے سامنے آ کر دوزانو بیٹھ جاؤ میں بیٹھ گیا آپ نے میرے چہرے پر اپنا دست مبارک پھیرا تو میری آنکھیں روشن ہو گئیں۔ چنانچہ میں نے کوہ و بیابان سے لے کر زمین و آسمان کی وسعت کو اپنی آنکھوں سے دیکھا نہاں سے نہاں چیزیں بھی میری آنکھوں نے دیکھیں تو میں ورطہ حیرت میں مبتلا ہوا۔ پھر امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنا دست اقدس میرے چہرے پر پھیرا تو میں اپنی پہلی حالت میں آ گیا۔ آپ نے فرمایا، ابو بصیر ان دونوں حالتوں میں سے کس حالت کو پسند کرتے ہو کیا یہ چاہتے ہو کہ تمہاری بینائی لوٹ آئے اور پروردگار عالم کے ہاں تمہارا حساب ہو یا اسی حالت کو پسند کرتے ہو کہ تم بغیر حساب کے جنت میں جاؤ میں نے ہاتھ

باندھ کر عرض کیا اے فرزند رسول میں یہ پسند کرتا ہوں کہ بینائی سے محروم رہوں اور بغیر حساب کے جنت میں داخل کیا جاؤں۔

اہل مدینہ کا قول ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام اہل بیت نبوت سے ہیں آپ جو بھی فرماتے ہیں حق وصداقت پر مبنی ہوتا ہے اور ہم آپ کے ارشادات عالیہ سے سرمو تجاوز نہیں کرتے کیونکہ آپ کا ہر فرمان عین حق ہوتا ہے۔

عہد وحیات میں لکھا ہے امام محمد باقر علیہ السلام کے علم وفضل کی کوئی مثال نہیں اور زہد وتقویٰ میں بھی بے مثل تھے اور خلفائے ثلاثہ کا بہت احترام کرتے چنانچہ ایک مرتبہ چند عراقی آپ کی مجلس میں حاضر ہوئے اور گفتگو کے دوران خلفائے ثلاثہ کی شان میں گستاخی کے مرتکب ہوئے آپ نے فرمایا حضرت ابوبکر صدیق حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضوان اللہ علیہم میرے نزدیک انتہائی قابل احترام ہیں تم لوگ میرے پاس سے چلے جاؤ کیونکہ تم لوگ اسلام کا زبانی اعتراف کرتے ہو اور اہل اسلام سے نہیں ہو۔

سیدنا امام محمد باقر علیہ السلام سے امام ابوحنیفہ کی ملاقات

امام اعظم امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ نے آئمہ اہل بیت اطہار سے بے پناہ عقیدت اور محبت کا اظہار فرمایا ہے اور ان عظیم آئمہ اہل بیت اطہار سے علمی استفادہ کیا ہے اور تمام عمر اہل بیت اطہار سے محبت ومودت کا تعلق رکھا ان میں امام محمد باقر، امام زید بن علی شہید، امام جعفر صادق اور محمد ابوعبداللہ سے استفادہ کیا امام ابوحنیفہ جب پہلی مرتبہ امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں مدینہ منورہ حاضر ہوئے تو اس وقت امام ابوحنیفہ عالم شباب میں تھے اور عرب وعجم میں علم وفضل کی بناء پر شہرت پا چکے تھے۔ اس ملاقات میں امام محمد باقر نے امام ابوحنیفہ سے فرمایا میں نے سنا ہے کہ آپ نے میرے جد اعلیٰ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین میں احادیث نبوی کو قیاس سے بدل ڈالا ہے یہ سن کر ابوحنیفہ نے عرض کیا

معاذ اللہ میں کون ہوں جو ایسی جرات کر سکوں امام محمد باقر نے فرمایا میں نے یہی سنا ہے کہ آپ نے اپنے قیاس سے دین کو بدل ڈالا ہے۔ ابو حنیفہ نے عرض کیا حضور میری کیا مجال ہے کہ میں ایسا کروں۔ میں آپ کے سامنے دوزانو بیٹھا رہوں گا کیونکہ میرے دل میں آپ کے لئے ویسا ہی احترام ہے جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک واطہر زندگی میں صحابہ کرام کے دلوں میں تھا اسی طرح میرے دل میں آپ کا عزت واحترام موجزن ہے اور ابو حنیفہ ایسے ہی دوزانو بیٹھے تھے جیسے ایک شاگرد استاد کی خدمت میں بیٹھتا ہے۔

پھر ابو حنیفہ نے عرض کیا اے فرزند رسول میں آپ سے تین باتیں دریافت کرنا چاہتا ہوں آپ ان کا جواب مرحمت فرمائیں۔

سوال نمبر 1۔ مرد کمزور ہے یا عورت امام باقر نے فرمایا عورت کمزور ہے۔ پھر ابو حنیفہ نے پوچھا کہ مرنے والے کی وراثت میں عورت اور مرد کا کیا حصہ ہے امام باقر نے فرمایا مرد کے دو حصے اور عورت کا ایک حصہ ہے اس کے بعد ابو حنیفہ نے کہا یہ ہے آپ کے جد اعلیٰ کا مذہب اگر میں قیاس سے فتویٰ دیتا تو قیاس کا یہ تقاضا تھا کہ میں عورت کو دو حصے اور مرد کو ایک حصہ دینے کا کہتا کیونکہ عورت کمزور ہے اس لیے مرد کو ایک حصہ دیا جائے۔

سوال نمبر 2۔ نماز افضل ہے یا روزہ، امام باقر نے فرمایا نماز افضل ہے۔ اس پر ابو حنیفہ نے عرض کیا کہ یہ آپ کے جدِ امجد کا مذہب ہے اگر میں اپنے قیاس سے مذہب میں تبدیلی کرتا تو یہ کہتا کہ جو عورت مخصوص ایام سے پاک ہو جائے تو اسے چاہیے کہ نماز قضا کرے اور روزہ کی قضا نہ کرے کیونکہ نماز روزہ سے افضل ہے۔

سوال نمبر 3۔ کیا پیشاب زیادہ نجس ہے یا نطفہ، یہ سن کر امام محمد باقر نے فرمایا پیشاب نجس ہے یہ سن کر ابو حنیفہ نے عرض کیا اگر میں دین کے معاملے میں قیاس کو ترجیح دیتا تو میں کہتا پیشاب کے بعد غسل کرنا جائز ہے۔ جبکہ مباشرت کے بعد یعنی اخراج منی کے بعد وضو کر لینا ہی کافی ہے مگر معاذ اللہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں محض قیاس کی بناء پر حضور نبی کریم صلی

اللہ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے دین کو بدل کر رکھ دوں یقیناً میرے بارے میں آپ کو کسی نے غلط تاثر دیا ہے تاکہ دین میں فتنہ پیدا ہو جبکہ ابوحنیفہ تو دین کا ادنیٰ سا خادم ہے اس ساری گفتگو کے بعد سیدنا امام محمد باقر علیہ السلام انتہائی خوشی و مسرت کا اظہار کرتے ہوئے ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ سے پرتپاک انداز سے بغلگیر ہوئے اور ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے چہرے کا بوسہ لیا اور اپنے ساتھ بٹھایا۔ سیدنا امام محمد باقر علیہ السلام علم و فضل کا بحر بیکراں تھے اور اس دور کے جید ترین آئمہ کرام کو آپ کے شاگرد ہونے کا اعزاز حاصل ہے اور آئمہ اہل بیت اطہار میں آپ منبع علم تھے امت پر مہربان اور اپنے لامتناہی علم کا فیض تقسیم کر کے ۱۱۲ھ میں اپنے خالق و مالک کے حضور پیش ہو گئے۔

سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام کے کریم ابن کریم

فرزند بے مثال سیدنا امام محمد باقر علیہ السلام پہ لاکھوں سلام

جن کے علم و فضل سے سینکڑوں ہزاروں علم کے طالبوں نے فیض پایا اور دین اسلام کو بڑی تقویت ملی ایسا کیوں نہ ہوتا آپ ایک ایسے عظیم اور کریم باپ کے فرزند تھے جو عمر بھر مسلمانوں کی رہنمائی کرتے رہے جن کے وجود مسعود سے خلق خدا نے راحت پائی اور جن کی طاہر و اطہر زندگی کا ہر لمحہ یاد الٰہی میں گزرا۔

سیدنا امام محمد باقر علیہ السلام کو ہر زمانہ کے صاحبان علم و دانش نے زبردست خراج عقیدت پیش کیا ہے کیونکہ آپ علم کا گراں مایہ خزانہ تھے اور رسولی نسبت کی بناء پر بھی آپ پوری امت مسلمہ کے لئے فضیلت اور عزت و احترام میں افضل ہیں۔

سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام کے ارشادات عالیہ

(لعل وجواہر)

☆ جو شخص اہل بیت رسول کے ساتھ صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے محبت کرتا ہے قیامت کے دن جب کوئی سایہ نہ ہوگا تو رب تعالیٰ اسے اپنی رحمت بے پایاں کا سایہ عطا فرمائے گا اور جو ہمارے ساتھ اس لئے محبت کرتا ہے کہ اسے آخرت میں جنت نصیب ہو تو قادر مطلق اسے جنت عطا فرمائے گا اور اگر کوئی کسی دنیاوی غرض کے لئے محبت کرتا ہے تو اللہ کریم اس کے رزق کو فراخ فرمائے گا۔

☆ اے رب ذوالجلال میں اس سے تیری پناہ مانگتا ہوں کہ مخلوق کی نظر میں میرا ظاہر تو اچھا ہو اور باطن بگڑ جائے۔

☆ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو خوف کی وجہ سے عبادت کرتے ہیں یہ غلاموں والی عبادت ہے اور کچھ جنت کی طلب کے لئے عبادت کرتے ہیں یہ سوداگروں کی عبادت ہے اور کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو صرف اللہ کے لئے عبادت کرتے ہیں یہ آزاد بندوں کی عبادت ہے۔

☆ تم میں سے جو اپنے کسی مسلمان بھائی کی ضرورت پوری کرے گا تو اللہ کریم اس کی سو ضرورتوں کو پورا کرے گا اور جو کسی مسلمان بھائی کی مصیبت کو دور کرے گا تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی مصیبت کو دور کر دے گا اور جو کسی مظلوم مسلمان کی مدد کرے گا تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ پل صراط سے گزرتے وقت اس کی مدد کرے گا اور جو کسی بھوکے کو کھانا کھلائے گا تو اللہ کریم اسے جنت کے پھلوں سے کھانا کھلائے گا اور جو کسی ننگے کا تن ڈھانپ دے گا تو بے شک اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اسے اعلیٰ پوشاک مرحمت فرمائے گا

اور جو کسی بیمار کی تیمارداری کرتا ہے تو فرشتے اس کے لئے رحمت کی دعا کرتے ہیں۔

☆ حیرت ہے اس تکبر کرنے والے پر کہ وہ یہ کیوں بھول جاتا ہے کہ اس کا آغاز کیا تھا اور انجام کیا ہوگا اس کا آغاز نطفہ (گندا پانی) تھا اور انجام مٹی میں مل جائے گا۔ اے تکبر کرنے والے غور کر تیری اول و آخر کیا حالت ہے اپنی ابتداء اور انتہا کو پیش نظر رکھ۔

☆ اے لوگو اپنی دعاؤں میں اللہ تعالیٰ سے صبر کرنے کی توفیق نہ مانگا کرو بلکہ اللہ تعالیٰ کے حضور عافیت طلب کیا کرو (یعنی آرام) اور پھر اس پر شکر کرنے کی توفیق مانگا کرو کیونکہ عافیت (یعنی آرام) پر شکر کرنا مصیبت پر صبر کرنے سے بہتر ہے کیونکہ ہر انسان صبر کرنے کا متحمل نہیں ہو سکتا یہ خواص کا وصف ہے۔

☆ سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے قریب وہ شخص ہے جو زیادہ اخلاق والا ہے کیونکہ حسن اخلاق والا شخص اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ ہے۔

☆ اپنے اہل و عیال کی بہترین پرورش کرنے والا اللہ تعالیٰ کے قرب کا حقدار ہے۔

☆ تم میں بہترین وہ شخص ہے جس کے دل میں اللہ کریم کا خوف زیادہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ڈر اور خوف رکھنے والا زیادہ مکرم ہے۔

☆ مومن وہ ہے جو اپنا علم اپنی عقل میں جذب کرے سوال اس لئے کرے کہ کچھ سیکھے اور خاموش اس لئے رہے تا کہ سمجھے اور عمل کرے سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام کی اپنے صاحبزادے سیدنا امام محمد باقر علیہ السلام کو نصیحت فرمایا پانچ قسم کے لوگوں سے دوستی نہیں رکھنی چاہئے۔

1۔ فاسق سے دوستی نہ رکھنا کہ ایسا شخص ایک لقمے کے لئے بک جاتا ہے کیونکہ وہ لالچی اور طمع کرنے والا ہوتا ہے۔

2۔ کسی جھوٹے شخص سے دوستی نہ رکھنا کیونکہ جھوٹا شخص اس سراب کی مانند ہے جو قریب کو دور اور دور کو قریب کر دے گا۔

3۔ بخیل اور کنجوس سے بھی دور رہنا کیونکہ جب تمہیں اس کی بہت ضرورت ہوگی تو وہ اپنا مال چھپالے گا۔

4۔ احمق یعنی (جاہل) سے بھی تعلق نہ رکھنا کیونکہ احمق نفع پہنچانے کے بجائے نقصان پہنچادے گا۔

5۔ قطع رحمی کرنے والے (یعنی رشتوں کوتوڑنے والے) سے بھی میل جول نہ رکھنا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ایسے شخص کوملعون قرار دیا ہے۔ (البدایہ والنہایہ)

امام زین العابدین کی شان بزبان ابوفراس فرزدق

الله فضله قدما و شرفه

اللہ نے انہیں ہمیشہ سے فضیلت بخشی ہے اور شرف نام عطا فرمایا ہے

جری بذالك فی اللوح والقلم

اور انکے اعزاز و اکرام کا حکم لوح وقلم میں جاری ہو چکا ہے

مقدم بعد ذکر الله ذکر هم

اللہ کے ذکر کے بعد ان کا ذکر ہی ہے

فی کل یوم و مختوم به الکلم

ہر دن اور اس کے علاوہ ہر کلام پر مہر لگ گئی ہے

من یعرف الله یعرف اولیته ذا

جو اس ہستی الٰہی کو جانتا ہے ان کی فضیلت کو بھی جانتا ھے

والذین من بیتهذا ناله الامم

اور حقیقت یہ ہے کہ دین ان کے گھر سے امت نے حاصل کیا ہے

امام زین العابدین علیہ السلام کی اولاد اطہار میں جلیل القدر اولیاء عظام

سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام کے وجود مسعود کی برکت سے حسینی سادات کی نسل پروان چڑھی ہے اور آپ سے ہی آئمہ اہل بیت اطہار کا سلسلہ بھی پایہ تکمیل تک پہنچا ہے، یاد رہے کہ آئمہ اہل بیت اطہار کا مرتبہ ومقام نبوت کے بعد بلند ہے اور اولیاء عظام سے بلند تر ہے۔ اللہ رب العزت نے آپ کی اولاد اطہار میں کیسی کیسی نابغہ روزگار ہستیوں کو پیدا کیا ہے۔ حسینی سادات میں انتہائی جلیل القدر اولیاء اللہ ہوئے ہیں جن میں سلسلہ عالیہ چشتیہ بہشتیہ کے عظیم روحانی پیشوا وامام حضرت سیدنا خواجہ معین الدین حسن چشتی اجمیری قدس اللہ سرہ العزیز جو کہ چاروں سلاسل طریقت میں اعلیٰ مقام پر فائز ہیں اور تمام سلاسل طریقت کے صوفیاء نے آپ سے اکتساب فیض کیا ہے اور آج بھی آپ کے مزار اقدس سے فیض چشتیہ کا لامتناہی سلسلہ جاری وساری ہے جہاں مسلمانوں کے علاوہ کثرت سے غیر مسلم بھی اپنی عقیدت ومحبت کے چراغ روشن کرتے نظر آتے ہیں۔

بالخصوص برصغیر میں آپ کے قدوم میمنت لزوم کی برکت سے اسلام کو بڑی تقویت حاصل ہوئی ہے آپ کی زبردست روحانی قوت نے دین اسلام کے بدترین دشمنوں کو بھی سلام کی حقانیت کو تسلیم کرنے پر مجبور کر دیا لاکھوں لوگ آپ کی توحیدی نظر کے فیض سے کفر وشرک ترک کر کے حلقہ بگوش اسلام ہوئے، اور آپ کے خلفاء نے دنیا کے کونے کونے تک اسلام کا ابدی پیغام پہنچایا۔ حضور خواجہ غریب نواز اجمیری قدس سرہ العزیز کا سلسلہ نسب سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام سے جاملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سلطان الہند معین جہاں قدس سرہ العزیز کی برکت سے سلسلہ عالیہ چشتیہ بہشتیہ کو دوام بخشا، آپ کے روحانی جانشین

قطب الاقطاب حضرت سیدنا خواجہ قطب الدین بختیار کاکی نور اللہ مرقدہ کا نسبی تعلق بھی حسینی سادات سے ہے اور آپ کی نظر فیض اثر سے اسلام کی ترویج واشاعت میں زبردست اضافہ ہوا، شاہانِ وقت آپ کی قدم بوسی کے لیے حاضر ہوتے اور برصغیر میں آپ کے روحانی جانشین زہد الانبیاء شیخ شیوخ العالم حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر قدس اللہ الاطہر کے روحانی جانشین سلطان المشائخ حضرت سیدنا محمد نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی عالم پناہی کا سلسلہ نسب بھی حسینی سادات میں سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام سے جاملتا ہے حضرت محبوب الٰہی کا شمار سلسلہ عالیہ چشتیہ بہشتیہ کے عظیم البرکت صوفیاء میں ہوتا ہے جن کے فیوض وبرکات سے لاکھوں غیر مسلموں نے ہدایت پائی اور آپ کے روحانی فیوض وبرکات کا سلسلہ آج بھی جاری ہے، حضور محبوب الٰہی عالم پناہی کے سینکڑوں خلفاء نے دنیا کے کونے کونے میں جاکر اسلام کی سچائی سے روشناس کروایا۔ حضرت سیدنا خواجہ محمد نظام الدین اولیاء قدس سرہ العزیز کی مساعی جمیلہ سے سلسلہ عالیہ چشتیہ بہشتیہ بام عروج تک پہنچا، اور آپ کے مقام محبوبیت کا ڈنکا سارے جہان میں بج رہا ہے اور یہ نکارہ خدا ہے جو قیامت تک بجتا رہے گا ان مشائخ عظام کے علاوہ سینکڑوں مشائخ عظام کا تعلق حسینی سادات سے ہے، ایمان کی فراست سے دیکھا جائے تو یہ لازوال فیض بھی سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام ہی کا ہے، جن کی اولاد اطہار میں ایسے جلیل القدر اولیاء اللہ ہوئے ہیں جن کا نام لینے سے دلوں کو راحت ہوتی ہے اور جن کا ذکر گناہوں کا کفارہ ہے۔

کافی ہے بخشش کے لیے دامن زین العابدین
کشتی نوح کی مانند ہے پنجتن کا گھرانہ

میری دعا

اے رب ذوالجلال، اے مالک وخالق ارض وسماء، اے حد سے بے حد رحیم وکریم رب، اے رات کی تاریکی میں سیاہ پہاڑ کی سیاہ غار میں رینگنے والی سیاہ چیونٹی کو بھی دیکھنے اور رزق دینے والے، اپنے خاص فضل وکرم سے میرے گناہوں کی پردہ پوشی فرما اور میری دانستہ اور نادانستہ خطاؤں سے درگذر فرما۔ میں حقیر فقیر پر تقصیر بندہ تیرے حبیب پاک سید لولاک افضل الابشر اشرف الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہلبیت اطہار سے غیر مشروط محبت کرتا ہوں اور اصحاب مقربین واولیاء کاملین اور علماء حق کا ادب واحترام دل وجان سے کرتا ہوں اور تو اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت رکھنے والوں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں کا ادب کرنے والوں کو اپنی بے پایاں رحمت سے کبھی محروم نہیں رکھتا اے کریم رب، میں اسی محبت اور ادب کا واسطہ دے کر تیری بارگاہ بے نیاز میں عرض گذار ہوں میرے شیخ طریقت کے درجات بلند فرما، میرے عظیم والدین کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرما، میری اور میرے اہل وعیال اور بہن بھائیوں اور دور ونزدیک کے رشتہ داروں، میرے دوستوں اور متعلقین کی بخشش فرما، بیشک تیری رحمت وبخشش کے خزانے ہماری عقل وفکر سے ماوراہیں، اے رحیم وکریم رب، میں عاجز وناقص بندہ آج شب برات کی رات جو بخشش ومغفرت طلب کرنیوالوں کے لیے خاص ہے، تیری بخشش ورحمت کا طلبگار ہوں میری دعاؤں کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطا فرما کر مجھ حقیر فقیر کی لاج رکھ کہ یہی تیری ذات وحدہٗ لاشریک کے شایانِ شان ہے۔

من عاجزم من عاصیم

میاں نعیم انور چشتی نظامی

۱۵ شعبان المعظم ۱۴۳۷ بوقت رات تین بجکر بیس منٹ

اے عرش والے اک تیری کریمی پہ ناز ہے ★ ورنہ کیا ہوں میں اور کیا میری اوقات ہے

میاں نعیم انور چشتی نظامی

میاں نعیم انور چشتی نظامی کی دیگر تصانیف